



خواجہ احرار

عارف نوشاہی

پتھری

محمد اقبال مجددی صاحب کی خدمت میں
سلسلہ مجددیہ پر علمی تحقیق کی روایت قائم کرنے اور ربع صدی
سے بیشتر میری ان سے نیاز مندی کی سپاس گزاری کے لیے!

عارف نوشاہی

خواجہ احرار

(۸۰۶-۸۹۵ھ / ۱۴۰۴-۱۴۹۰ء)

سلسلہ نقشبندیہ کے جلیل القدر شیخ خواجہ عبید اللہ احرار
کے حالات و تصنیفات کا تحقیقی جائزہ

تحقیق، تصنیف و ترجمہ

عارف نوشاہی

معاون مترجم

شعیب احمد

پورب اکادمی، اسلام آباد

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

© 2010ء پورب اکادمی

طبع اول: جنوری 2010ء

ناشر: پورب اکادمی، اسلام آباد

فون نمبر: 051 - 5819410, 0301 - 559 58 61

ای میل: poorab_academy@yahoo.com

ویب سائٹ: www.poorab.com.pk

Khwaja Ahrar

by: Arif Naushahi

Published by: Poorab Academy, Islamabad, Pakistan

ISBN: 978-969-8917-82-1

۲۹۷،۳

نوش: نوشاہی، عارف

خواجه احرار: سلسلہ نقشبندیہ کے جلیل القدر شیخ خواجہ عبید اللہ احرار کے حالات و

تصنیفات کا تحقیقی تذکرہ

اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۹ء

۳۳۶ ص

۱. احرار، عبید اللہ (۱۴۰۳-۱۴۹۰ء) ۲. نقشبندیہ

۳. عارف نوشاہی (۱۹۵۵ء-) ۴. شعیب احمد

فہرست

۱۳	مقدمہ از عارف نوشاہی
	تعارفی و تنقیدی مقالات
۲۷	مکتوب از ڈاکٹر جو۔ این گروس
۲۹	دیباچہ از ڈاکٹر جو۔ این گروس
۳۷	انتقادی مقالہ از ڈاکٹر نجدت طوسون
	خواجہ احرار پر مآخذ: خواجہ احرار کے سوانح نگار اور خواجہ احرار پر چند قدیم مآخذ کا جائزہ (تاریخی ترتیب سے)
۴۵	عبدالرحمان جامی: نفحات الانس من حضرات القدس
۴۶	علی شیر نوائی: نسایم الحجیہ من شایم الفتویٰ
۴۶	میر عبدالاول میثا پوری: ملفوظات خواجہ احرار
۴۷	محمد قاضی سمرقندی: سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدایقین
۵۶	فخر الدین علی عینی بیزواری کاشفی: برشحات بین العمیات
۵۸	مولانا شیخ: خوارق عادات احرار
۶۱	عبدالحی حسینی: نسب نامہ احرار یا نسب نامہ حضرت خواجگان
۶۳	محمد ہاشم کشمیری: نسماۃ القدس من حدایق الانس
۶۶	خواجہ احرار پر معاصرین کی تحقیقات
	احوال خواجہ احرار
۸۱	خواجہ احرار کے آبا و اجداد اور خاندان
۸۱	ولادت اور جاسے پیدائش
۸۲	والد کی طرف سے سلسلہ نسب

۸۲	والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب
۸۳	ما شقتند: خواجہ احرار کا مقام پیدائش
۸۳	سمرقند: خواجہ احرار کا مسکن و مدفن
۸۴	خواجہ احرار کے خدو خال / شکل و شباهت
۸۵	ابتدائی تعلیم
۸۵	سوا و تحریر
۸۶	بزرگ صوفیہ سے بلا قاتیں
۸۹	سلسلہ نقشبندیہ سے وابستگی
۹۰	خواجہ احرار کا شجرہ طریقت نقشبندیہ
۹۱	عبادات اور باطنی احوال
۹۲	اخلاقی اوصاف
۹۲	مسلمانوں کی غم خواری
۹۳	مریدوں پر شفقت
۹۴	سادگی
۹۴	بذلہ سخی
۹۵	کتاب دوستی اور شعر خوانی
۹۶	خواجہ احرار کے مناقب دوسرے بزرگوں کی زبانی
۹۷	خواجہ احرار اور زراعت
۹۸	خواجہ احرار کی جائدادیں
۱۰۰	خواجہ احرار کے اسفار
۱۰۲	بلا واسطہ مریدان
۱۰۵	دیگر عقیدت مند
۱۰۹	متفرق احرار

خواجہ احرار کا سیاسی کردار: بادشاہوں اور امرا کی ان سے ارادت مندی

- ۱۱۱ شاہرخ (حک: ۸۰۷-۸۵۰ھ / ۱۴۰۵-۱۴۴۷ء)
- ۱۱۱ ابوسعید (حک: ۸۵۵-۸۷۳ھ / ۱۴۵۱-۱۴۶۹ء)
- ۱۱۲ بخارا کے خراج کی معافی
- ۱۱۳ ماوراء النہر کے خراج کی معافی
- ۱۱۳ مالیات وغیرہ کی معافی
- ۱۱۳ احمد میرزا بن ابوسعید (حک: ۸۷۲-۸۹۹ھ)
- ۱۱۳ حسین بلقرا (حک: ۸۷۲-۹۱۲ھ / ۱۴۶۸-۱۵۰۶ء)
- ۱۱۴ امیر علی شیر نوائی (۸۳۱ یا ۸۳۲-۹۰۶ھ / ۱۴۳۸ یا ۱۴۴۰-۱۵۰۰ء)
- ۱۱۵ ظہیر الدین محمد بابر (۸۸۸-۹۳۷ھ / ۱۴۸۳-۱۵۳۱ء)
- ۱۱۵ سلطان محمود مفتح (حک: ۸۵۵-۸۶۶ھ / ۱۴۵۱-۱۴۶۲ء)
- ۱۱۵ امرا کی خواجہ احرار سے عقیدت مندی
خواجہ احرار کے مخالفین اور معترضین
- ۱۱۶ ایک قلندر کا اعتراض
- ۱۱۷ ایک واعظ کا اعتراض
- ۱۱۷ بہاء الدین عمر کے صاحبزادے کی تنقید
- ۱۱۷ شیخ زاوہ الیاس کا اعتراض
- ۱۱۷ خواجہ مولانا سمرقندی (م ۸۷۶ھ / ۱۴۷۶ء) کی دشمنی
- ۱۱۸ بار تھولڈ کا تجزیہ
- ۱۱۸ اعتراضات کے جوابات
- ۱۱۹ خواجہ احرار کو لاحق امراض
- ۱۱۹ خواجہ احرار کے آخری ایام
- ۱۲۰ وصیت نامہ
- ۱۲۰ وفات
- ۱۲۱ مدفن

خواجہ احرار

- مرثیے اور قطعاتِ توارتخِ وفات
۱۲۱
- سمرقند میں خواجہ احرار سے منسوب عمارات
۱۲۱
- خواجہ احرار کی اولاد اور پس ماندگان
۱۲۲
- اولادِ خواجہ احرار کا شجرہ
۱۲۳
- فرزندانِ خواجہ کا
۱۲۳
- خواجہ یحییٰ کی اولاد
۱۲۶
- خواجہ احرار کی صاحبزادیاں
۱۲۷
- احراری بزرگوار پاک و ہند میں
۱۲۷
- تصنیفات و تالیفاتِ خواجہ احرار
الف: وہ تالیفات جو یقیناً خواجہ احرار کی ہیں۔
- ۱۔ فقرات
۱۶۱
- ۲۔ والدیہ
۱۶۵
- ۳۔ حورانیہ
۱۶۹
- ب: خواجہ احرار سے منسوب رسائل، جن کا انتساب ہنوز تحقیق طلب ہے۔
- ۱۔ انیس السالکین
۱۷۳
- ۲۔ تحفۃ الاحرار
۱۷۳
- ج: خواجہ احرار سے منسوب تصنیفات جو تحقیق سے معلوم ہوئیں
کہ ان کی تصنیف نہیں ہیں۔
- ۱۔ انفاسِ نسیہ
۱۷۳
- ۲۔ تذکرہ خواجہ عبید اللہ احرار
۱۷۵
- ۳۔ ذوقیات یا ذوقیہ
۱۷۵
- ۴۔ شرح اشعار مشکل فصوص الحکم
۱۷۵
- ۵۔ مثنوی صدائے دل
۱۷۵
- ۶۔ نور وحدت
۱۷۶

ملفوظات و مکتوباتِ خواجہ احرار

- ۱۸۵ پہلا مجموعہ ملفوظات (مرتبہ میر عبدالاول نیشاپوری)
- ۱۸۹ دوسرا مجموعہ ملفوظات (مرتبہ ملا محمد امین کرکی)
- ۱۹۱ خواجہ احرار کے مکتوبات اور رقعات کے متفرق مجموعے
- ملفوظاتِ خواجہ احرار (انتخاب)
- ۱۹۹ درویشی
- ۱۹۹ فقیر کی تعریف
- ۱۹۹ ذر کلمہ ”لا الہ الا اللہ“
- ۲۰۰ ذرا اور عبادات کا مقصد
- ۲۰۰ نسبت کی اہمیت
- ۲۰۱ صوفیہ کا قیمتی لباس پہننے کا جواز
- ۲۰۲ خدمت کا درجہ
- ۲۰۲ ذرا اور توجہ
- ۲۰۳ جذبہ کی اہمیت
- ۲۰۳ ارشاد اور تکمیل کی شرطیں
- ۲۰۳ مرید اور غیر مرید کی تہذیب و تکمیل کا طریقہ
- ۲۰۳ براہِ ان طریقت کا لحاظ
- ۲۰۴ کسبِ رزق کی فضیلت
- ۲۰۴ خدمتِ خلق اور کسبِ حلال
- ۲۰۶ ظاہری علوم اور باطنی معارف کا فرق
- ۲۰۶ مراقبہ
- ۲۰۵ مربعِ وقت کی ترجیحات
- ۲۰۵ بزرگوں کے دیدار کی فضیلت
- ۲۰۵ صحبت کی قضا ممکن نہیں ہے

۲۰۶

دوستی اور صحبت کی اہمیت

۲۰۶

ظلم اور جبر کیوں غالب آتا ہے؟

۲۰۶

زراعت اور کام کرنے کی ترغیب

۲۰۷

مجاہدوں کی آفت

۲۰۷

فصوص الحکم

۲۰۸

اولاد کو ادب کی نصیحت

۲۰۸

اچھی بات کا احترام

۲۰۹

اربابِ حکومت کو نصیحت

۲۰۹

”شکور“ کی تعریف

۲۰۹

مصائب پر صبر اور شکر

۲۱۰

مصائب پر شکایت اور عدم شکایت کا نظریہ

۲۱۰

قناعت

۲۱۱

شکر

۲۱۱

تکبر

۲۱۲

علما اور اطباء کی بے دردی

۲۱۲

امارت پسند علما

۲۱۲

پیشوائی کی شرط

۲۱۳

سفر کی شرائط

۲۱۳

تین اسفار کی ممانعت

۲۱۳

مرید صادق

۲۱۳

مریدوں کو تنبیہ و تادیب

۲۱۵

دست کا علاج

۲۱۶

اولاد کو دنیا داری سے ممانعت

۲۱۶

تباہی اور شادی

۲۱۷	عیسوی نسبت
۲۱۷	نسبت طریقہ پر مواظبت
۲۱۸	نسبت کی حفاظت
۲۱۸	سید محمد نور بخش قاینی کی مہدویت
۲۱۹	ملا متیہ
۲۱۹	کثرت میں شہود و وحدت
۲۲۰	جمالِ حق کے مشاہدے کی کاذب صورت
۲۲۰	مکراہی
۲۲۰	پست ہمتی اور بلند ہمتی کی نشانی
۲۲۱	لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ کی تفسیر
۲۲۱	جمادات کی حیوانات سے اثر پذیری
۲۲۱	سماع مزامیر
۲۲۲	دعا میں تقدیم کلمات کی اہمیت
۲۲۲	آداب طعام
۲۲۳	شقاوتِ حال اور سعادتِ حال
۲۲۳	معاملاتِ دنیوی میں مشغولیت اور یادِ حق
۲۲۳	اولیاء اللہ کا لوگوں کے ساتھ معاملہ
۲۲۴	گم شدہ نسبت کی بازیابی کا تجربہ
	مکتوباتِ خواجہ احرار (انتخاب)
۲۳۱	سلطان ابوسعید کے نام خطوط
۲۳۲	بنام سلطان حسین باقرا
۲۳۳	بنام میر علی شیر نوائی
۲۳۴	بنام خواجہ محی الدین عبدالحق (خواجہ احرار کے پوتے)
۲۳۵	بنام مولانا جامی

خواجہ احرار

۲۳۷

فہرست مآخذ

۲۵۰

ضمیمہ: مزید مطالعہ کے لیے

اشاریہ

۲۵۹

اشخاص

۲۷۰

مقامات

۲۷۵

کتب

۲۷۹

معاشرتی و تہذیبی اعلام (اقوام، سلاسل، طبقات، پیشے، مناصب، زبانیں)

تصاویر

۲۸۹

شخصیات

۲۹۵

مزارات، عمارات

۳۱۹

مخطوطات

۳۳۳

مطبوعات

۳۳۳

نقشے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

زد بجھان نوبت شہنشاہی
کو کبہ فقر عبید اللہی
آنکہ ز حریت فقر آگہست
خواجہ احرار عبید اللہست
(تحفہ الاحرار، جامی)

(I)

سلسلہ نقشبندیہ کی تاریخ میں خواجہ عبید اللہ احرار (۸۰۶-۸۹۵ھ ۱۴۰۴-۱۴۹۰ء)، طبقہ مشائخ سے ایک نادر مثال ہیں۔ ان کی زندگی کا ابتدائی دور مطلق غربت میں گزرا، لیکن عمر کے دوسرے حصے میں اس قدر مال و دولت اور دنیاوی جائیداد کی ریل پیل تھی کہ شمار کرنا مشکل ہے۔ ان کی مدرسہ و کتب کی تعلیم بہت معمولی تھی، لیکن ان سے جو پچھ نعل ہو کر ہم تک پہنچا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تصوف کی امہات کتب پر آپ کی گہری نظر تھی۔ وہ ”پیری“ نہیں کرتے تھے، لیکن مرید کثرت سے تھے۔ وہ صاحب اقتدار و حکومت بھی نہیں تھے، لیکن ان کے حضور، شاہان وقت کا ہیبت اور خوف سے پسینہ چھوٹتا تھا اور وہ سب ان کے مطیع فرمان تھے۔

- ۱۔ اگر ہم خواجہ احرار کا کارنامہ حیات چار چیزوں میں خلاصہ کرنا چاہیں تو وہ اس طرح ہے:
 - ۱۔ وسطی ایشیا اور قرب و جوار کے علاقوں میں سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج؛
 - ۲۔ وسطی ایشیا میں اسلامی شریعت کی بالادستی کو یقینی بنانا اور حکمرانوں کو اسلامی اقدار اور احکام کا پابند بنانا اور اس سلسلے میں ان کے ساتھ تعاون کرنا؛
 - ۳۔ علاقے کے مظلوم اور ستم رسیدہ عوام کی داورسی کرنا اور انھیں اخلاقی اور مادی مدد دینا؛
 - ۴۔ معارف تصوف بیان کرنا (تصانیف، ملفوظات اور مکتوبات کی صورت میں)؛

(II)

دسٹری ایشیا کی سیاسی، معاشرتی اور روحانی بساط پر خواجہ احرار کا جو مقام ہے، اس کے پیش نظر، خواجہ احرار کے ہم عصر کئی تذکرہ نویسوں اور تاریخ نگاروں کی توجہ ان کے حالات، ملفوظات اور مقامات لکھنے کی طرف متوجہ رہی۔ ابھی ان کی وفات کو دو عشرے بھی نہیں گزرے تھے کہ چند مستقل کتابیں ان کے بارے میں لکھی جا چکی تھیں۔ رجال کے عمومی تذکرے اور تاریخ کی کتب اس کے علاوہ ہیں جن میں خواجہ احرار کے حالات مذکور ہیں۔

خواجہ احرار کی وفات سے کوئی گیارہ سال بعد، ۹۰۶ھ/۱۵۰۰ء میں اُزبکوں نے خواجہ احرار کے وطن سمرقند پر قبضہ کر لیا۔ خواجہ احرار کا خاندان اُزبکوں کے ظلم و ستم کا شکار ہوا اور سمرقند سے بے دخل ہو گیا۔ اس بے دخلی اور بے وطنی کی وجہ سے خواجہ احرار پر مزید تحقیقات میں وقفہ آ گیا۔ کوئی ایک صدی بعد، بکھرے ہوئے احراری، اپنے پیشواے اعظم کے بارے میں از سر نو تحقیقات کی طرف متوجہ ہوئے اور اس ایک صدی کے خلا کو پورا کرنے کے کوشش کی۔ اس طرح گیارہویں صدی ہجری کے پہلے نصف تک خواجہ احرار اور ان کے مریدوں اور پس ماندگان کے حالات، مناقب، کرامات، ملفوظات اور تعلیمات پر سات مستقل کتب، فارسی زبان میں تصنیف ہو چکی تھیں۔ ان سات کتب میں سے صرف فخر الدین علی کاشفی سبزواری کی رشحات عین الحیات ہندو سمرقند و ایران سے شائع ہوئی تھی جب کہ بقیہ کتب پر صدیوں سے فراموشی کی دھول پڑی ہوئی تھی۔

(III)

۱۹۸۵ء میں کتب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں ایک فارسی مخطوطہ ملفوظات خواجہ احرار (نمبر ۵۸۶۶) میری نظر سے گذرا۔ جوں جوں اس کے اوراق پلٹتا تھا، اس کے مضامین دامن دل کھینچتے تھے۔ جب مخطوطہ بند کیا تو اس ارادے کے ساتھ کہ اس پر کام کروں گا اور اسے چھپواؤں گا۔ میں نے ذوق و شوق کے ساتھ اس کی نقل پچاس روز میں تیار کر لی اور ساتھ ہی دو اور نسخوں کا سراغ بھی لگایا۔ ابھی دیگر نسخوں سے تقابل کا مرحلہ نہیں آیا تھا کہ میں ۱۹۸۹ء میں ڈاکٹریٹ کرنے تہران یونیورسٹی چلا گیا اور وہاں تحصیل علم کے لیے ملفوظات

کے اسی مجموعہ کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔

آئندہ صفحات میں خواجہ احرار پر جو مواد قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، یہ دراصل خلاصہ اور اردو ترجمہ ہے اس فارسی تحقیق نامہ کا جو میں نے پہلے پہل ۱۹۹۳ء میں ”تصحیح ملفوظات خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی بہ تحریر و تدوین میر عبدالاول نیشاپوری“ کے نام سے دانشکدہ ادبیات و علوم انسانی، دانشگاه تہران کو پیش کیا تھا اور اس پر مجھے فارسی زبان و ادب میں ڈاکٹریٹ کی سند عطا کی گئی۔ یہ تحقیق نامہ تہران یونیورسٹی کے ممتاز اساتذہ ڈاکٹر مہدی محقق، ڈاکٹر مظاہر مصفا اور ڈاکٹر اسمعیل حاکمی کی نگرانی میں لکھا گیا۔ یہ خواجہ احرار کے ان ملفوظات کی تصحیح و تدوین تھی جو ان کے خلیفہ اور داماد میر عبدالاول نیشاپوری (وفات ۹۰۵ھ ۱۵۰۰ء) نے جمع کیے تھے۔ بعد میں جب اس تحقیق نامہ کی اشاعت کا موقع آیا تو میں نے موضوع کی مناسبت سے اس پر خواجہ احرار کے بارے میں مزید تین بنیادی متون کا اضافہ کر دیا۔ اس طرح یہ کتاب احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار کے نام سے ایران سے شائع ہوئی (مرکز نشر دانشگاهی، تہران، ۱۳۸۰ ش مارچ ۲۰۰۲ء، ۸۴۶ صفحات) اس کتاب کے مندرجات حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ مرتب (عارف نوشاہی) کا ایک مبسوط مقدمہ، تین حصوں میں:
 - i. خواجہ احرار پر قدیم سوانحی کتب کا تاریخی ترتیب سے جائزہ؛
 - ii. خواجہ احرار کے حالات و تصانیف؛
 - iii. میر عبدالاول نیشاپوری کے جمع کردہ ملفوظات خواجہ احرار کا جائزہ اور جامع ملفوظات کے حالات؛
- ۲۔ ملفوظات خواجہ احرار جمع کردہ میر عبدالاول نیشاپوری کا فارسی متن جو پانچ قلمی نسخوں سے تقابل کر کے تدوین اور تصحیح کیا گیا، مع اختلافات نسخ، مذکورہ نسخوں کا ایک تطبیقی جدول کہ کون سا ملفوظ کس نسخے میں ہے، تعلیقات، فہرست مآخذ، آخر میں خواجہ احرار سے متعلق عربی، فارسی و ترکی کتب کی فہرست جو ثانوی مآخذ شمار ہوتے ہیں اور میں نے اپنی تحقیق میں استعمال نہیں کیے یا چھ ایسے مصادر جو مجھے دستیاب نہ ہو سکے۔
- ۳۔ ملفوظات احرار جمع کردہ ملا محمد امین کرکی کا فارسی متن، مع مقدمہ عارف نوشاہی؛ اس مجموعہ ملفوظات کا واحد معلوم نسخہ نیشنل لائبریری آف پاکستان، اسلام آباد میں ہے۔

۴۔ رقعات احرار، مرتبہ و تصحیح کردہ عارف نوشاہی، یہ مختلف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ماخذ سے دستیاب ہونے والے خواجہ احرار کے ۴۲ فارسی رقعات ہیں۔

۵۔ خوارق عادات احرار، جمع و تدوین مولانا شیخ (یکے از مریدان احرار) کا فارسی متن، تصحیح و مقدمہ عارف نوشاہی۔ یہ خدا بخش اور نیشنل لائبریری، پٹنہ (نمبر H.L.2480) اور بایزید لائبریری، استنبول (نمبر 3624) کے قلمی نسخوں پر مبنی ہے۔

میں نے کتاب احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار کے میں مختلف اشاریے بھی تیار کیے تاکہ ایک طرف اس کے مندرجات اور مضامین کا تجزیہ ہو جائے اور دوسری طرف قارئین کے لیے کتاب سے استفادہ سہل ہو سکے۔

عہد حاضر میں خواجہ احرار پر ایک طرح سے یہ اولین جامع تحقیق تھی، جسے علمی حلقوں میں تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ چنانچہ:

- ۲۰۰۲ء میں، کتاب خانہ، موزہ و مرکز اسناد مجلس شوراے اسلامی [ایرانی پارلیمنٹ لائبریری] کی ایک سالانہ تقریب "آئین بزرگ داشت حامیان نسخ خطی" میں اسے ایران میں شائع شدہ تصوف کے متون کی تدوین کا بہترین نمونہ قرار دے کر انعام کا حق دار ٹھہرایا گیا اور مرتب کو ایک توصیفی سند دی گئی۔

- مرمرایونی ورشی، استنبول کی البیات فیکلٹی کے ڈاکٹر نجدت طوسون، جو اس وقت نقشبندیات پر صاحب نظر محقق ہیں، انھوں نے اس کتاب پر ایک تنقیدی مقالہ لکھا جس کا اردو ترجمہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، کے ترجمان، سہ ماہی فکر و نظر، ج ۳۹، ش ۳، اپریل - جون ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۵-۱۱۹ میں شائع ہوا (جو زیر نظر کتاب میں شامل ہے)۔ بعد میں یہ اصل ترکی زبان میں انقرہ کے پرچہ تصوف میں بھی شائع ہوا۔ ترکی اشاعت کے کوائف حسب ذیل ہیں:

"Doktor Ârif Nevsâhî, Ahvâl ve Sühanân-i Hâce Ubeydullâh-i Ahrâr, Merkez-i Nesr-i Dânisgâhî, Tahran 1380/2002, 846 pages"
 hazırlayan (reviewer): Necdet Tosun, *Tasavvuf*, Ankara, 2002, sayı (issue): 9, pp. 449-451.

- مہر داد چترالی کا ایک تبصرہ ”آنکہ حریت فقرا آگہ است“ کے عنوان سے فارسی زبان میں، رسالہ جہان کتاب، تہران، سال ہفتم، شمارہ ۱۹، ۲۰، (بہمن ۱۳۸۱ ش ۲۰۰۲ء) صفحات ۱۸-۱۹ میں شائع ہوا۔

- مرکز پژوهش کتاب خانہ، موزہ و مرکز اسناد مجلس شوراے اسلامی، تہران سے وابستہ ایک فاضل، محمد باہر نے ”نگاہی بہ احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار“ کے عنوان سے ایک تبصرہ فارسی میں لکھا جو مرکز نشر میراث مکتوب کے ترجمان سہ ماہی آئینہ میراث، تہران، دورہ جدید، سال دوم، شمارہ اول، (مسلسل ۲۴)، بہار، ۱۳۸۳ ش ۲۰۰۳ء، ص ۱۰۶-۱۱۲ میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر نجدت طوسون میرے روم فرما ہیں۔ انھوں نے اس کتاب کی تیاری میں بھی مدد کی تھی۔ ان کے معاملے میں یہ مان ہو سکتا ہے کہ انھوں نے تبصرہ کرتے وقت دوستی کا لحاظ کیا ہوگا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ان کے مقالے کا تنقیدی حصہ بے حد جاندار ہے: محمد باہر کے تبصرے کی اشاعت تک، ہم ایک دوسرے کو نہیں جانتے تھے۔ انھوں نے بے غرضی اور غیر جانب داری سے کتاب کی خوبیوں اور خامیوں پر اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ ان کے تبصرے کا بیشتر حصہ کتاب میں عربی عبارات یا الفاظ کے نادرست اطلاق کی نشان دہی پر مبنی ہے۔ جس کے لیے میں ان کا ممنون ہوں۔ میری کتاب کی اشاعت کے بعد خواجہ احرار کے سلسلے میں پچھواہم کتب مشرق و مغرب میں شائع ہوئی ہیں، ان کا ذکر بے محل نہ ہوگا:

۲۰۰۲ء میں خواجہ احرار اور ان کے چھ متعلقین اور مریدوں کے خطوط کا ایک مجموعہ مشرقیات پر کتب شائع کرنے والے ہالینڈ کے معتبر اور معروف اشاعتی ادارے بریل اور ابوریحان بیرونی انسٹیٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند سے باہتمام ڈاکٹر عصام الدین اورن بائیف اور پروفیسر جو۔ این گروس شائع ہوا (اس کی تفصیل آگے کتاب میں آئے گی)۔ مجھے مذکورہ مجموعہ خطوط کے دونوں مرتبین سے نیاز مندی حاصل ہے۔ جب میں ۹۳-۱۹۸۹ء میں خواجہ احرار پر اپنا تحقیقی نامہ لکھ رہا تھا تو ڈاکٹر اورن بائیف سے اس موضوع سے متعلق خط و کتابت ہوئی رہی اور انھوں نے ازراہ کرم، تاشقند سے میرے مطلوبہ کئی قلمی نسخوں کے عکس مہیا کیے تھے۔ فروری ۱۹۹۵ء میں ان سے تہران میں ایک ملاقات بھی ہوئی۔ ڈاکٹر اورن بائیف و طہی ایشیا کی تاریخ بعد آل تیمور پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اس مجموعہ خطوط کی شریک مرتب پروفیسر ڈاکٹر جو۔ این گروس، دی

کالج آف نیوجرسی، نیوجرسی (امریکہ) کے شعبہ تاریخ سے وابستہ ہیں اور پچھلے کئی سالوں سے وسطی ایشیا میں سلسلہ نقشبندیہ اور اس کے خانقاہی نظام پر تحقیقات کر رہے ہیں۔ میں غالباً نہ طور پر ان کی تحقیقات کا خوشہ چمین تھا ہی اور خواجہ احرار پر اپنی فارسی کتاب میں ان کی تحقیقات کے حوالے دیے ہیں، ۲۰۰۳ء میں ہمارا راست تعارف بھی ہو گیا، جب میں نے ان کا تدوین کردہ مجموعہ خطوط احرار اور انھوں نے خواجہ احرار پر میری کتاب دیکھی اور ہمارے درمیان خط و کتابت اور معلومات کا تبادلہ شروع ہوا۔ جب میں نے خواجہ احرار پر اپنی فارسی کتاب کے ایک حصے کے اردو ترجمے کا ڈول ڈالا تو پروفیسر جوہن این گروس نے اپنے ایک تحسین آمیز خط کے ساتھ اس ترجمے کے لیے ایک تعارفی تحریر انگریزی زبان میں مرحمت فرمائی جو اردو ترجمے کے ساتھ شامل اشاعت ہے۔ مزید خوش وقتی یہ ہوئی کہ فروری ۲۰۰۹ء میں ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے پروفیسر گروس لاہور تشریف لائیں تو ان سے ملاقات ہوئی اور اس ترجمے کا قبل از طباعت نسخہ انھوں نے ملاحظہ کیا اور اپنی تقریظ میں ایک دو معمولی اصلاحیں کیں۔

۲۰۰۴ء میں ایک جاپانی محقق ماسوتو موکاوا موٹو نے مقامات خواجہ احرار کا فارسی متن اور جاپانی ترجمہ، ٹوکیو سے دو جلدوں میں شائع کیا۔ یہی رسالہ میں پہلے خوارق عادات خواجہ عبید اللہ احرار کے نام سے شائع کر چکا تھا (اس کا ذکر کتاب کے پہلے باب میں ہوگا)۔

۲۰۰۷ء میں تاشقند سے ایزبک مصنفہ Kadyrova Mukhlisabony کی روسی زبان میں خواجہ احرار پر ایک اہم کتاب شائع ہوئی۔ کتاب کے روسی سرورق کی انگریزی نقل حرنی اور اس کا اردو متبادل کچھ اس طرح ہے:

Zhitiia Khodja Akhrara: Opytsistemhogo analiza po rekonstuktzii biografii Khodja Akhrara iistorii roda Akhraridov

”حیات خواجہ احرار: خواجہ احرار کی حیات اور ان کے خاندان کی تاریخ کی تشکیل نو کا ایک نظامیاتی جائزہ“
(اس کا ذکر کتاب کے پہلے باب میں ہوگا)۔

اس طرح اب خواجہ احرار پر ابتدائی اور بنیادی مآخذ میں سے صرف سلسلہ العارفین و

تذکرۃ الصدیقین ہی ایک ایسی کتاب باقی بچی ہے جو تاحال شایع نہیں ہوئی۔
 اردو زبان میں مشائخ نقشبندیہ کے حالات پر جو عمومی تذکرے لکھے گئے ہیں، ان سبھی
 میں خواجہ احرار کے حالات موجود ہیں۔ یہ عام طور پر مولانا جامی کی تفحیات الانس من حضرات
 القدس اور مولانا کاشفی کی رشحات عین الحیات سے ماخوذ ہیں اور کسی نئی تحقیق کے حامل
 نہیں ہیں۔

مولانا محمد باشم کشمی نے نسماۃ القدس من حدائق الانس (سال
 تصنیف ۱۰۳۹ھ/۳۰-۱۶۲۹ء) کے ایک باب میں خواجہ احرار کے ان بلا واسطہ اور بالواسطہ
 مریدوں کا ذکر کیا ہے جو صاحب رشحات سے چھوٹ گئے تھے یا ان کا تذکرہ اختصار کے ساتھ کیا
 تھا۔ نسماۃ القدس کا فارسی متن تاحال شایع نہیں ہوا، تاہم اس کا اردو ترجمہ سید محبوب حسن
 واسطی نے کیا ہے، جو مکتبہ نعمانیہ، سیال کوٹ سے صفر ۱۳۱۰ھ، ۲۹۶ صفحات میں شایع ہو چکا ہے۔
 خواجہ احرار پر پہلی مستقل اردو کتاب، حافظ مولوی محمد تقی انور صوی کا کوروی کی تصنیف اردو
 ہے جو حضرت سلطان الاولیاء خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی کے نام سے کتب خانہ انور یہ تکیہ
 شریف کاظمیہ، کوروی، ضلع لکھنؤ سے ۱۳۰۶ھ/۱۹۸۶ء، میں شایع ہوئی۔

ایک اور اردو رسالہ جس کا سرورق تذکرۃ خواجہ عبید اللہ احرار یعنی مختصر حالات جناب
 قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفين، ہادی اولیاء زمان، پیشوا اے علمائے دوران، حضرت خواجہ
 عبید اللہ احرار نقشبندی مجددی (کنز رحمۃ اللہ علیہ) ہے، ملک فضل دین، ملک چمن دین و ملک تاج
 دین گلے زئی، ناشران لاہور نے مطبع مشہور عالم سے چھپوا کر بلا تاریخ، ۱۲ صفحات میں شایع کیا
 تھا۔ یہ رسالہ خواجہ احرار کا تذکرہ ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ ایک فارسی رسالہ پاس انفاس جسے مولانا جامی
 سے منسوب کیا جاتا ہے، کا اردو ترجمہ ہے۔ ناشرین قارئین کو اس طرح دھوکہ دیتے ہیں، اس
 رسالہ کا سرورق اس کی بین مثال ہے!

زیر نظر تذکرہ اور ترجمہ

احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار جب ۲۰۰۲ء میں تہران سے شایع ہو کر پاکستان پہنچی تو
 یہاں کے علمی حلقوں، بالخصوص حضرات نقشبندیہ مجددیہ نے اسے بے حد پسند کیا اور عام طالبان

طریقت کے استفادہ کے لیے اسے اردو میں منتقل کرنے کی ضرورت پر زور دیتے رہے۔ میں پہلے ہی اپنی زندگی کے دس سال بڑی جان فشانی سے اس کتاب کی فارسی روایت کی تیاری، تحقیق اور اشاعت میں صرف کر چکا تھا، اب اسے اردو میں ڈھالنا میرے لیے ایک تھکا دینے والی دماغی مشق تھی۔ اس موضوع پر دس سال شب و روز کام کر چکنے کے بعد میرے لیے کوئی طراوت نہیں تھی اور نہ ہی میں اپنی زندگی کے مزید چند سال اپنی ہی ایک تحقیق کو ترجمہ کرنے میں صرف کرنے کے حق میں تھا۔ یہ کام کوئی دوسرا شخص آسانی سے کر سکتا تھا جو تصوف کے پس منظر کے ساتھ فارسی زبان خوب جانتا ہو اور اردو زبان و بیان پر پوری قدرت رکھتا ہو۔ سب سے پہلے پروفیسر صاحبزادہ محمد عبدالرسول لٹہی (مصنف تاریخ مشائخ نقشبندیہ) نے اس کتاب کو اردو میں منتقل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں نے انھیں تہران سے کتاب کا نسخہ منگوا دیا، لیکن انھوں نے اس بھاری پتھر کو چوم کر رکھ دیا۔ یہ محض اتفاق ہے کہ جنوری ۲۰۰۴ء کی ایک سرد آگین شام کو جب میں لاہور میں اپنے دوست مکرم ڈاکٹر معین نظامی صاحب کے ”درویش خانہ“ پر حاضر ہوا تو وہاں ڈاکٹر شعیب احمد بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ نظامی صاحب نے بے تکلفی سے ان سے کہا کہ آپ کے آبا و اجداد سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ ہیں، لہذا آپ کا بھی فرض بنتا ہے کہ اپنے آبائی سلسلہ کی کوئی علمی خدمت کریں! شعیب احمد صاحب نے ثرت جواب دیا: ”آپ ہی کوئی خدمت تفویض کریں۔“ میں نے ان کے منہ سے بات چینی اور کہا: ”اگر یہ بات ہے تو آپ خواجہ احرار پر میری فارسی کتاب کا اردو ترجمہ کر دیں!“ دونوں نے خوش دلی کے ساتھ اس تجویز کو سراہا۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ اتنی ضخیم کتاب کا اگر ترجمہ کر بھی دیا جاتا تو پاکستان میں کوئی ناشر اس پر سرمایہ لگانے کے لیے تیار نہ ہوتا۔ لہذا اٹلے یہ پایا کہ اس کتاب کا مقدمہ، جو خواجہ احرار کے حالات پر مبنی ہے، اسے اردو میں منتقل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس مقدمہ کے ایک اہم اور مفصل حصے کا ترجمہ ڈاکٹر شعیب احمد نے خوش اسلوبی سے انجام دیا اور باقی ماندہ حصوں کا ترجمہ میں نے خود کیا۔^(۱) اشاعت سے قبل اس

۱- ڈاکٹر شعیب احمد صاحب نے فارسی روایت (طبع تہران)، صفحات ۲۹ تا ۸۲، سطر ۴ کا حواشی سمیت ترجمہ کیا۔ میں نے ص ۲۵ تا ۸۲ اور ص ۸۲، ۵ تا ۹۴ کے علاوہ صفحات ۹۸ تا ۱۱۵ بعض مضامین سے اخذ و ترجمہ کیا اور ملفوظات اور مکتوبات کا ایک انتخاب تیار کر کے اسے اردو میں منتقل کیا۔ ان جزئیات کا اظہار محض مترجمین کی علمی ذمہ داری کے تعین کے علاوہ، اسلوب ترجمہ میں دوگانگی کی وجہ ظاہر کرنا بھی ہے۔

ترجمہ میں وہ تمام ترمیمات اور اصلاحات داخل کر دی گئیں جو میری فارسی کتاب کی اشاعت کے بعد احباب کے تبصروں یا خود اپنے ہی مطالعے کی روشنی میں سامنے آئیں تھیں۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ کتاب کا حصہ میری ۱۹۹۳ء کی تحقیق کا نظر ثانی شدہ اردو ایڈیشن ہے۔ خواجہ احرار کے ملفوظات اور مکتوبات سے ایک انتخاب خود میں نے تیار کیا اور اسے اردو میں منتقل کیا اور موضوع کے تقاضے کے پیش نظر خواجہ احرار کے حالات میں جہاں جہاں ان سے استناد ہو سکتا تھا، کیا اور باقی کو جداگانہ شامل اشاعت رکھا۔ ان تمام ترمیمات، اضافات اور مضامین کے آگے پیچھے ہو جانے کے باعث کئی ایک مقامات پر اردو ترجمے کی ترتیب فارسی روایت (طبع تہران) کے مطابق نہیں رہی۔ محتاط الفاظ میں خواجہ احرار کے اس تذکرہ کو محض ترجمہ نہیں، بلکہ تصنیف و ترجمہ کہا جاسکتا ہے۔ بائیں ہمہ، اس بات کی تاکید ضروری سمجھتا ہوں کہ ترجمہ بھی نص کا بدل نہیں ہو سکتا، لہذا ۹۔ اس کتاب کی فارسی روایت (طبع تہران) کو اب بھی نص کا درجہ حاصل ہے، اسی لیے میں نے زیر نظر تذکرہ میں کوئی فارسی نص یا اقتباس شامل نہیں کیا ہے، یہ خصوصاً طبع تہران میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ محققین سے میری خاص طور پر درخواست ہے کہ انھیں خواجہ احرار کے سلسلے میں اگر میری تحقیق سے استناد کرنا ہو تو وہ فارسی روایت سے کریں۔

جب میں نے فارسی کتاب تیار کی تھی اس وقت میرے ماخذ میں سے چند کتب و رسائل ابھی قلمی صورت میں تھے۔ بعد میں یہ شائع ہو گئے۔ اس ترجمہ میں اب قلمی کی بجائے بعض شائع شدہ ماخذ کا حوالہ دیا گیا ہے جیسے تاریخ رشیدی۔ بعض شائع شدہ معتبر مخطوطات سے استناد اس ترجمہ میں علی حالہ باقی ہے اور اسے مطبوعہ ایڈیشنوں سے بدلنے کی کوشش نہیں کی گئی جیسے خوارق عادات خواجہ احرار، جس کے دو ایڈیشن موجود ہیں۔ البتہ فہرست ماخذ میں ان مخطوطات کے آگے ان کے مطبوعہ ایڈیشنوں کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

فارسی کتاب میں حوالوں اور استناد کا اہتمام، کتب کے نام پر کیا گیا تھا، یہی روش ترجمے میں بھی اپنائی گئی ہے اور اسی نظام کے تحت، فہرست ماخذ بھی ترتیب دی گئی ہے۔ ہر چند ایک جدید طریقہ، مصنف کے نام پر حوالہ دینا بھی ہے، لیکن ہمارے ہاں، قارئین کتاب کے نام سے زیادہ مانوس ہیں، اس لیے مشرقی روایت کی پیروی کی گئی ہے۔

چونکہ خواجہ احرار کی کرامات کا بیان، متداول تذکروں میں مل جاتا ہے اور اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بھی دستیاب ہے؛ لہذا میں نے اپنی اس کتاب میں ان کے خوارق عادات اور کرامات پر الگ سے کوئی عنوان نہیں باندھا۔ خواجہ احرار کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ وسطی ایشیا، جنوبی ایشیا اور ایشیائے صغیر میں اسلامی معارف اور تہذیبی اقدار کا جو چرچا آج تک ہے، وہ ان کے توسط سے سلسلہٴ نقشبندیہ کی ان علاقوں میں آمد سے ہے۔ فیض و کرامت کا جو آفتاب تاشقند و سمرقند کے افق پر چمکا اس کی شعاعیں دخش سے کابل اور سرہند تک پہنچیں اور جنوبی ایشیا کو متور کرتے ہوئے، دہلی سے بغداد تک گئیں اور استنبول کو بقلعہ نور اسلام بنایا۔

میں ان تمام احباب کا تہ دل سے سپاس گزار ہوں جو کسی نہ کسی طرح اس تحقیق کو ترجمہ کو پیش کرنے میں میرے مددگار رہے۔ خاص طور پر ڈاکٹر شعیب احمد، استاد شعبہ فارسی اور نیشنل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور جنہوں نے ترجمہ شدہ مسودہ کے ایک بارگم ہو جانے کے باوجود ہمت نہیں ہاری اور اسے دوبارہ ترجمہ کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر جو۔ این گروس نے خاص اس ترجمہ کے لیے تقریظ لکھی اور میری دسترس سے دور کچھ معلومات مہیا کیں۔ خواجہ احرار اور ان کے مشائخ کے مزارات کی تصاویر کے سلسلے میں مجھے بہت دقت رہی ہے۔ چونکہ خود وہاں جانا مقدور نہ تھا، سو جو آشنا مسافر اس دیار کو جاتا اس سے کہتا کہ وہ بطور خاص وہاں جائے اور تصاویر بنا کر بھیجے۔ چنانچہ میرے کئی غیر ملکی کرم فرماؤں نے وہاں کی تصاویر بنائیں اور مجھے بھیجیں۔ اس مقام پر جاپانی سیاح خاتون سوچیو کوماکی (Sochiyo Komaki)، ایرانی دوست مہندس محمد باقری، سکاٹ لینڈ میں مقیم پاکستانی ڈاکٹر حسن بیگ اور امریکی پروفیسر ڈاکٹر جو۔ این گروس۔

II II II

آخر میں تحدیثِ نعمت کے طور پر ایک بات عرض کرتا ہوں۔ ۱۹۹۲ء سے لے کر اب تک، میں نے اپنی زندگی کے کتنے ہی شب و روز خواجہ احرار کے ذکر و فکر میں گزارے ہیں۔ توے کی

دہائی میں، عالم بیداری میں یہ ذکر و فکر اس قدر مجھ پر غالب تھا کہ عالم خواب میں بھی خود کو یہی کام کرتے ہوئے دیکھتا تھا۔ خواجہ احرار نے اپنے اوائل حال کی ایک کیفیت بتائی ہے کہ ذکر کا غلبہ ان پر اس قدر زیادہ تھا کہ وہ ہوا اور درختوں سے بھی ذکر کی آواز سنتے تھے۔ میں یہ جسارت برگز نہیں کر رہا کہ اپنا موازنہ خواجہ احرار کی کسی باطنی کیفیت سے کروں، یہ تمثیل محض اظہار حال کے لیے ہے۔ جب سے لے کر اب تک یہ کتاب خوش بختی کا ہما بن کر میرے سر پر سا یہ آئین ہے اور میں اس کے معنوی اور مادی فیوض و برکات سے مسلسل بہرہ ور ہو رہا ہوں، جو بالکل خواجہ احرار کی شخصیت کا پرتو ہے کیوں کہ وہ صاحب حال بھی تھے اور صاحب مال بھی۔

اب ایک ہی آرزو ہے کہ سمرقند جاؤں اور آستان خواجہ احرار پر جنین نیاز جھکاؤں اور قبر مبارک پر شاخہ گل کے ساتھ اپنی یہ دو کتابیں بھی رکھوں۔

نقشتم کہ بہ تحفہ نزد آن شاہ
دستم چو تہیست، جان گشایم
وز بہر ثار این جنین لطف
با روح روان روان گشایم

بند و درگاہی

عارف نوشاہی

ادارہ معارف نوشاہی

۶۹ ماڈل ٹاؤن، ہمک، اسلام آباد

جمعہ المبارک، ۲۹ ذیقعدہ ۱۴۲۹ ۲۸ نومبر ۲۰۰۸

نظر ثانی: ۳ مارچ ۲۰۰۹ء

تعارفی و تنقیدی مقالات

مکتوب
 ڈاکٹر جو-این گروس
 پروفیسر، شعبہ تاریخ، وی کالج آف نیوجرسی، نیوجرسی

Dear Arif Naushahi.

Salam. I hope you have been well. Attached please find my preface to your Urdu translation of the *muqaddama* of your book, *Ahwal o Sokhnan-i Khwaja Ubayd Allah Ahrar*. It is indeed a pleasure to write the preface to your outstanding publication. As I looked more carefully at your book I realized even more the great contribution you have made on so many levels - in terms of paleography and historiography, in terms of your wonderful work in editing and commenting on the texts and the variances, and on the organization of information, and your wonderfully useful indices. Thank you!

Please feel free to make an editorial changes to my preface that you see fit, particularly in making the Urdu translation readable and understandable. I tried to be fairly brief in my remarks since you have really said it all in your *muqaddama*. Please let me know if you have received the

attachment successfully. I will be away from Dushanbe from 27 April to 4 May in Zerafshon valley.

Have you received the copies of the Dushanbe letters?

With best wishes,

Ba ehtaram,

Jo-Ann

مکتوب

(ترجمہ)

عزیز عارف نوشاہی

سلام،

مجھے امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ اس خط کے ساتھ اپنا وہ دیباچہ بھیج رہی ہوں جو میں نے آپ کی کتاب احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار کے مقدمہ کے اردو ترجمہ کے لیے لکھا ہے۔ بلاشبہ میرے لیے آپ کی اس دقیق کتاب کے [ترجمہ کے] لیے دیباچہ لکھنا باعث مسرت ہے۔

میں نے آپ کی کتاب کو ایک بار پھر بڑے غور سے دیکھا تو مجھے پہلے سے بھی زیادہ باور ہوا کہ آپ نے [تحقیق کی] مختلف سطحوں پر کس قدر خوب کام کیا ہے یعنی قدیم نسخوں کی دریافت کے علم اور تاریخ شناسی کے نقطہ نظر سے، متون کی شان و ارتدوین، تصحیح، تعلیقہ نگاری اور ان کے اختلافات ضبط تحریر کرنے کے حوالے سے، معلومات کو سلیقے سے جمع کرنے کے حوالے سے، اور آپ کے تیار کردہ حیران کن مفید اشارے۔ ہم آپ کے شکرگزار ہیں۔

آپ کو اختیار ہے کہ میرے اس دیباچہ میں، تدوین کی غرض سے، بالخصوص اس کے اردو ترجمہ کو رواں اور قابل فہم بنانے کے لیے جو مناسب سمجھیں، ترمیمات کریں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے اپنے تبصرہ میں اختصار سے کام لیا ہے، کیوں کہ آپ نے حقیقتاً اپنے مقدمہ میں سب کچھ پہلے ہی کہہ رکھا ہے۔ اگر آپ کو یہ لف [دیباچہ] مل جائے تو مجھے اطلاع کیجیے گا۔ میں ۲۷ اپریل سے ۴ مئی تک دوشنبہ سے باہر، وادی زرافشاں میں رہوں گی۔

کیا آپ کو [خواجہ احرار کے] خطوط کا نسخہ دوشنبہ مل گیا؟

نیک خواہشات کے ساتھ

با احترام

جو-این

PREFACE

2004 AD marks the 600th anniversary of the birth of the esteemed and renowned Naqshbandi *pir* of fifteenth-century *Mawarannahr*, Khwaja `Ubayd Allah Ahrar (1404-1490). Khwaja Ahrar's exemplary spiritual, social, political, and economic role in Central Eurasia distinguishes him as an extraordinary *Sufi shaykh* whose life was devoted to both his inner spiritual journey and training of *murids* and *khalifas*, and his worldly activities intended to uphold the *Shari'ah* and maintain peace and justice in the sovereign domain and among the Muslim populace in the late Timurid period. As scholars and students of Sufism and the social history of Central Eurasia, we are blessed with an unusually broad range of primary sources on the life, sayings, activities, and writings of Khwaja Ahrar. Dr. Arif Naushahi's publication, *Ahwal o Sokhnan-i Khwaja `Ubayd Allah Ahrar*, has significantly advanced our understanding of Khwaja Ahrar and revealed the impressive extent to which his life and activities have been documented.

Previous to the publication of Dr. Naushahi's book, the only published biographical text available on Khwaja Ahrar was the well known *Rashahat-i `ayn al-hayat* of Fakhr al-Din Kashifi. Dr. Naushahi's book makes three earlier and very important hagiographical sources on Khwaja Ahrar available to readers for the first time: *Masmu'at*, by Mir Abd al-Avval Nishapuri (also known as *Malfuzat-i Ahrar*), the anonymous *Malfuzat-i Khwaja Ahrar*, and the *Manaqib-i Ahrar* (also

known as *Khawariq-i `Adat-i Khwaja `Ubayd Allah Ahrar*). Dr. Naushahi's work reveals not only the significance of the *malfuzat* tradition in post-Mongol Central Eurasia, but also the degree to which Khwaja Ahrar's *murids* dedicated themselves to recording and memorializing his life, sayings, and activities. In addition to the three hagiographical sources, Dr. Naushahi's book includes a collection of forty two of Khwaja Ahrar's letters gathered from various literary sources and manuscript collections which were addressed to the Timurid Sultans Abu Sa'id and Ahmad Mirza, to `Abd al-Rahman Jami and `Ali Shir Nava'i at the Timurid court in Herat, and to his *murids*, various *shaykhs*, and close relations. Dr. Naushahi's book, when supplemented with the publication of Khwaja Ahrar's letters from the Tashkent autograph manuscript, *Majmu`a-i murasalat*, the publication of Khwaja Ahrar's *waqfs* and purchase deeds, and other historical and literary sources detailed in this publication, provide us with a close-hand, detailed, and multi-layered perspective on the spiritual, social, economic, and political contributions of Khwaja `Ubayd Allah Ahrar and the legacy that he left behind for future generations.

Dr. Naushahi's meticulous comparative analysis of textual variances between the manuscript sources, specifically the oldest Islamabad GanjBakhsh Library copy of `Abd al-Avval's *Malfuzat- Ahrar*, as compared with four other manuscript copies from Tehran, Islamabad, and Lucknow, and his analysis of the Patna and Istanbul copies of the *Khawariq-i `adat-i Khwaja `Ubayd Allah Ahrar*, contribute greatly to our knowledge of the paleographic aspects of the texts and the

character of their compilation over time. His extensive commentary on the texts and the useful indices will prove useful to scholars for years to come.

It is a special pleasure for me to introduce the Urdu translation of the *Muqaddama* of my colleague Dr. Naushahi's *Ahval o Sukhnan-i Khwaja `Ubayd Allah Ahrar* on the occasion of the 600th anniversary of Khwaja Ahrar's birth. The copious information he provides in this edition about the written sources on Khwaja Ahrar and his descendants, the significance of the manuscript sources, his family background, education, spiritual training, spiritual and worldly activities, his political and economic roles, and the historical record of the Ahrari family in Pakistan and Hind, sheds light on the exceptional career and important legacy of Khwaja `Ubayd Allah Ahrar in Central Eurasia, Pakistan, India, Iran, and indeed, the entire Islamic world.

Jo-Ann Gross

Dushanbe, Tajikistan

April 24, 2004

-
- i. Fakhr al-Din `Ali b. al-Husayn al-Va`iz Kashifi, *Rashahat-i `ayn al-hayat*, ed. `Ali Asghar Mu`iniyan, 2 vols. (Tehran, 1356/1977).
 - ii. Jo-Ann Gross and Asom Urunbaev, *The Letters of Khwaja `Ubayd Allah Ahrar and his Associates* [Persian transcription, English translation and introductory chapters, Persian facsimile of the original manuscript] (Brill, 2002).
 - iii. O.D. Chekhovich, *Samarkandskie dokumenty XV-XVI vv.* [The Samarkand Documents of the 15th-16th Century: Russian translation with Persian transcription and facsimile of the original documents] (Moscow, 1974).

دیباچہ (ترجمہ)

سال ۲۰۰۴ء کو پندرہویں صدی عیسوی میں ماوراء النہر میں سلسلہ نقشبندیہ کے نہایت ذی وقار اور نام و رپر، خواجہ عبید اللہ احرار (۱۴۰۴-۱۴۹۰ء) کے چھ سو سالہ یوم ولادت کا سال قرار دیا گیا ہے۔ وسطی یوروایشیا میں خواجہ احرار کا روحانی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی مثالی کردار انہیں ایک غیر معمولی صوفی شیخ کے طور پر ممتاز کرتا ہے، جن کی زندگی ایک طرف اپنے باطنی روحانی سفر اور مریدوں اور خلفا کی تربیت کے لیے وقف تھی اور دوسری طرف دنیاوی امور میں ان کی دل چسپی محض تیموری سلطنت کے دور آخر میں خود مختار علاقے میں شریعت کی بالادستی قائم کرنے اور مسلم آبادی کو انصاف اور امن مہیا کرنے کے لیے تھی۔

تصوف اور وسطی یوروایشیا کے محققین اور طالب علموں کو اگرچہ خواجہ احرار کی سوانح حیات، ملفوظات، کارناموں اور تصانیف پر اچھا خاصا مواد مل جاتا ہے، تاہم ڈاکٹر عارف نوشا ہی کی کتاب احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار، خواجہ احرار کے بارے میں ہماری تفہیم کو بہت آگے تک لے جاتی ہے اور اس میں خواجہ احرار کے سوانح حیات اور کارناموں کو انتہائی موثر انداز میں مستند طریقے سے اجاگر کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر نوشا ہی کی کتاب سے پہلے، خواجہ احرار کے سوانح حیات پر دستیاب واحد مطبوعہ مآخذ، فخر الدین علی کاشفی کی معروف تصنیف رشحات عین الحیات ہے۔^(۱) لیکن ڈاکٹر نوشا ہی کی کتاب سے قارئین کو پہلی بار خواجہ احرار پر مزید تین بے حد اہم اور قدیم سوانحی مآخذ تک رسائی ممکن ہوئی ہے۔ یہ تین مآخذ ہیں:

مسموعات میر عبدالاول نیشاپوری (جو ملفوظات احرار کے طور پر بھی مشہور ہے)؛
ملفوظات خواجہ احرار کا ایک اور مجموعہ جس کا مرتب نامعلوم ہے؛

مناقبِ احرار (جو خوارقِ عادات خواجہ عبید اللہ احرار کے نام سے بھی مشہور ہے)۔
 ڈاکٹر نوشاہی کی تالیف نہ صرف وسطی یوروایشیا کے مابعد منگول عہد میں ملفوظات نویسی کی
 روایت کی اہمیت کو واضح کرتی ہے، بلکہ اس بات کو بھی عیاں کرتی ہے کہ خواجہ احرار کے مرید کس
 حد تک اپنے شیخ کے واقعات زندگی، ملفوظات اور کارناموں کو قلم بند کرنے اور ان کی یادوں کو محفوظ
 رکھنے کا اہتمام کرتے تھے۔ مذکورہ تین سوانحی مآخذ کے علاوہ ڈاکٹر نوشاہی کی اس کتاب میں خواجہ
 احرار کے ۴۲ رقعے بھی شامل ہیں جو مرتب نے مختلف ادبی مآخذ اور مجموعہ ہائے مخطوطات سے
 حاصل کیے ہیں۔ یہ رقعے تیموری سلاطین ابوسعید اور احمد میرزا، عبدالرحمان جامی، برات میں
 تیموری دربار کے وزیر، علی شیر نوائی اور کچھ دیگر مریدوں، مشائخ اور قریبی رشتہ داروں کے نام
 ہیں۔ ڈاکٹر نوشاہی کی کتاب تاشقند میں محفوظ خواجہ احرار کے خطوط کے خودنوشت نسخے مجموعہ
 مراسلات (مطبوعہ)،^(۲) خواجہ احرار کے وقف ناموں اور بیع ناموں (مطبوعہ)^(۳) اور دیگر
 تاریخی اور ادبی مآخذ کے حوالوں سے مزین ہے اور ہمیں خواجہ عبید اللہ احرار کے روحانی، معاشرتی،
 معاشی اور سیاسی کردار پر براہ راست، منفصل اور ہمہ جہت مواد فراہم کرتی ہے۔

ڈاکٹر نوشاہی نے بڑی باریک بینی سے مخطوطات کے تقابلی اور اختلافی نسخوں کا اہتمام کیا
 ہے، بالخصوص میر عبدالاول نیشاپوری کے مرتبہ ملفوظات احرار کے قدیم ترین نسخہ مخزنونہ کتب
 خانہ گنج بخش، اسلام آباد کا تہران، اسلام آباد اور نکھنوں میں موجود چار دیگر نسخوں سے تقابلی اور
 خوارقِ عادات خواجہ احرار کے پینڈ اور استنبول کے دو نسخوں کے تجزیہ نے، مختلف ادوار میں متون
 کی تدوین کے طریقے اور نسخہ شناسی پر ہماری معلومات پر بے حد اضافہ کیا ہے۔ مزید یہ کہ اس
 کتاب میں شامل متون پر مرتب کی ن غلامہ تعلیقات اور بے حد کارآمد اشاریوں نے اسے بلاشبہ
 مستقبل میں محققین کے لیے مفید بنا دیا ہے۔

مجھے بے حد مسرت ہے کہ میں اپنے دوست ڈاکٹر نوشاہی کی کتاب احوال و سخنانِ خواجہ
 عبید اللہ احرار کے مقدمہ کے اردو ترجمہ کا تعارف، ایسے موقع پر رواری ہوں جب خواجہ احرار کی
 ولادت کی چھ سو سالہ تقریبات منائی جا رہی ہیں۔ اس مقدمہ میں انہوں نے خواجہ احرار اور ان
 کے اخلاف پر دستیاب سوانحی مآخذ پر مفصل معلومات بہم پہنچائی ہیں، قلمی مآخذ کی اہمیت کو واضح کیا
 ہے اور خواجہ احرار کا خاندانی پس منظر، حصولِ تعلیم، روحانی تربیت، دنیوی و روحانی سرگرمیاں،

سیاسی اور معاشی کردار اور بڑے صغیر پاک و ہند میں احراری خاندان کا تاریخی ریکارڈ بیان کرتے ہوئے دراصل وسطی یورڈیشیا، پاکستان، ہندوستان، ایران، بلکہ تمام عالم اسلام میں خواجہ عبید اللہ احرار کے غیر معمولی کردار اور ان کی اہم وراثت پر روشنی ڈالی ہے۔

جو۔ این گروس

دوشنبہ، تاجیکستان

۲۲ اپریل ۲۰۰۲ء

حواشی

- ۱۔ فخر الدین علی بن الحسین الواعظ کاشفی، رشحات عین الحیات، بہ تصحیح علی اصغر معینیان، تہران، ۱۳۵۶ شمسی / ۱۹۷۷ء، جلد ۲
- ۲۔ جو۔ این گروس اور عصام ارونبالیف، خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط [فارسی نقل، انگریزی ترجمہ اور تعارفی ابواب، اصل فارسی مخطوطہ کا عکس]، بریل، ۲۰۰۲ء
- ۳۔ او۔ ڈی۔ چیخوویچ، اسناد سمرقند: ۱۵-۱۶ ویں صدی [روسی ترجمہ، فارسی نقل، اصل اسناد کا عکس]، ماسکو، ۱۹۷۳ء

انتقادی مقالہ

ڈاکٹر نجدت طوسون

ایسوسی ایٹ پروفیسر، البیات فیکلٹی، مرمر ایونیورسٹی، استنبول

حال ہی میں ایک نہایت اہم اور غنیمت کتاب احوال و سخنان خواجه عبید اللہ احرار کے نام سے، جسے پاکستانی محقق ڈاکٹر عارف نوشا ہی نے مرتب، مدون اور تصحیح کیا ہے، ایران کے ایک موقر اشاعتی ادارے، مرکز نشر دانشگاهی (ایران یونیورسٹی پریس)، کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ یہ وسطی ایشیا میں تصوف کی تاریخ کے بارے میں بالعموم اور سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ، خواجه عبید اللہ احرار (م ۸۹۵ھ) کے بارے میں بالخصوص اب تک تصنیف اور طبع ہونے والی سب سے اہم اور تحقیقی کتاب ہے۔ اس کتاب کا ایک حصہ سب سے پہلے ۱۹۹۳ء میں مرتب نے تہران یونیورسٹی کے دانشکدہ ادبیات و علوم انسانی میں ڈاکٹریٹ کے مقالے کے طور پر پیش کیا تھا۔ بعد میں اس پر اضافات کر کے اور چند غمیمے لگا کر موجودہ مبسوط شکل میں شائع کیا ہے۔

مرتب نے اپنے مقدمے کو تین حصوں میں پھیلا یا ہے:

پہلا حصہ خواجه احرار کے سوانح حیات پر بنیادی ماخذ کے تعارف اور ان کے سوانح نگاروں

کے حالات پر مبنی ہے:

دوسرے حصے میں خواجه احرار کے حالات اور تصانیف، اولاد اور خلفاء پر جامع معلومات پیش

کی گئی ہیں:

تیسرے حصے میں خواجه احرار کے ملفوظات کے ایک مجموعے کے جامع میر عبدالاول

نیشاپوری (م ۹۰۵ھ) کے حالات اور ملفوظات کا فارسی متن بہ تصحیح و تحقیق شامل کیا ہے۔ مرتب نے یہ متن معتبر قلمی نسخوں کی بنیاد پر تیار کیا اور اس پر جامع تعلیقات بھی لکھی ہیں۔ تعلیقات کے بعد مرتب نے اپنے فارسی، عربی، ترکی، اردو، انگریزی اور روسی ماخذ کی فہرست دی ہے۔

یہاں تک کہ مواد مرتب کے ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے۔ اس کے بعد اس مقالے کی اشاعت کے وقت تین مزید متون ضمیمے کے طور پر شامل کیے گئے جو خواجہ احرار ہی سے متعلق ہیں۔ وہ متون حسب ذیل ہیں:

- ۱- ملفوظات احرار، مرتبہ محمد امین کرکی،
 - ۲- رُقعَاتِ احرار، خواجہ احرار کے ۴۲ رُقعے، معاصر حکمرانوں، مریدوں اور دوستوں کے نام،
 - ۳- خوارقِ عادات احرار، تصنیف: مولانا شیخ (خواجہ احرار کے مرید)۔
- ڈاکٹر نوشاہی نے ان تین ضمائم کے مقدمے الگ الگ لکھے ہیں جن میں مصنفین کے حالات اور کتابوں کی اہمیت پر تبصرہ شامل ہے۔

آخر میں ایک نہایت ہی جامع اشاریہ یا ایجو علیحدہ علیحدہ تیس مختلف موضوعات پر محیط ہے۔ یہ کسی متن کے موضوعات کے تجزیے کی عمدہ مثال ہے۔

مقدمے کے دوسرے حصے ”احوال و آثار احرار“ میں خواجہ احرار کی حیات، شخصیت، اصل و نسب اور تصانیف پر جو مواد پیش کیا گیا ہے وہ مرتب کی دقیق کاوش کا مظہر ہے، اور اس کے حوالے سے خواجہ احرار کے بارے میں کئی ابہامات رفع ہو گئے ہیں اور ان سے متعلق اہم موضوعات سامنے آئے ہیں۔

خواجہ احرار سے متعلق جو چار فارسی متون پیش کیے گئے ہیں وہ چاروں بنیادی اہمیت اور حیثیت کے حامل ہیں۔ مرتب نے معتبر مخطوطات کی بنیاد پر تصحیح، تقابل اور تحقیق کا کام انجام دیا ہے، اعراب لگائے ہیں اور ملفوظات کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنے کے لیے پیرا گرافوں کو نمبر دیے ہیں۔ تعلیقات کے حصے میں تمام ضروری توضیحات دی ہیں۔ ضمائم میں ملفوظات احرار مرتبہ محمد امین کرکی، خواجہ احرار سے متعلق ایک ایسا ماخذ ہے جو تا حال نامعلوم تھا اور پہلی بار اہل علم کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔

کتاب کے مرتب ڈاکٹر نوشاہی نے کتاب کی تیاری کے لیے ترکی کے سفر کیے اور وہاں کے کتب خانوں کے خزانے مخطوطات سے استفادہ کیا۔ کچھ مخطوطات کے عکس بذریعہ مراسلت ہندوستان اور ازبکستان کے کتب خانوں سے حاصل کیے۔ اس کاوش کے نتیجے ہی میں مجموعہ ہذا کی اشاعت ایسی دل پذیر صورت میں ممکن ہو سکی۔ مرتب کا مخطوطات کے مطالعہ اور مقابلہ میں تخصص

اس مجموعے سے ظاہر و باہر ہے۔ انھوں نے نہ صرف اس کتاب کے ذریعے تصوف، بالخصوص

طریقہ نقشبندیہ کے بارے میں علمی تحقیقات مہیا کی ہیں بلکہ تصوف کے دو سلسلوں احرار یہ و

نوشاہیہ کی جو دوستی اور موڈت صدیوں پہلے شروع ہوئی تھی، اس روایت کو بے حد خوبصورت

طریقے سے آگے بڑھایا ہے۔ مرتب نے نواب زکریا خان صوبہ دار لارہور (۱۱۵۰-۱۱۵۸ھ) کا

یہ قول نقل کیا ہے کہ [بزرگوار پاک و ہند میں] خواجہ احرار کے احفاد بانی سلسلہ نوشاہیہ حضرت حاجی

محمد نوشہ گنج بخش (۱۰۶۳ھ) کے روحانی تصرف میں ہیں (ص ۷۶)۔

ہم اس قیمتی کتاب کی تالیف و تدوین اور اسے اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے پر فاضل

مرتب کو ہدیہ بہنیت پیش کرتے ہیں۔

مجھے اس کتاب سے، اس کی اشاعت سے قبل بھی، ۱۹۹۷ء میں سفر اسلام آباد میں کچھ

استفادہ کرنے کا موقع ملا تھا اور اب اس کی اشاعت کے بعد اسے بالاسٹیغاب پڑھا ہے۔ میں

یہاں کچھ تجاویز، تصحیحات اور اضافات اس خیال کے ساتھ پیش کر رہا ہوں کہ ان سے کتاب کی

موجودہ تحقیقی حیثیت قطعاً متاثر نہیں ہوگی بلکہ آئندہ اشاعت میں اُسران سے استفادہ کیا جائے تو

بہتری کی صورت نکلے گی۔

۱- مقدمے میں اُرخواجہ احرار کے حالات زندگی تاریخی زمانی ترتیب سے پیش کیے جاتے ہیں

جداگانہ طور پر خواجہ احرار کی حیات کے اہم سنیں کا جدول تیار کیا جاتا تو بہتر تھا۔

۲- السمط الجید، تالیف: صفی الدین احمد قشاشی (م ۱۰۷۱ھ) اور تبیان وسائل الحقایق،

تصنیف: کمال الدین حریری زادہ (م ۱۲۹۹ھ) میں خواجہ احرار کے خلفا کی فہرست میں

ایک نام محمد قاضن گجراتی (م ۹۲۰ھ) کا ملتا ہے جو بنیادی طور پر سلسلہ شطاریہ کے فرد

تھے۔ حریری زادہ نے ان کا شجرہ طریقت اس طرح لکھا ہے: محمد غوث ← شیخ ظہور حاجی

حضور ← ہدیہ اللہ اکتا۔ ہدایت اللہ سرمست ← محمد قاضن ← عبید اللہ احرار ← یعقوب

چرخنی۔ (۱) ممکن ہے مذکورہ بالا دونوں مصنفین کو محمد قاضن کے سلسلے میں خواجہ احرار کے

ایک دوسرے خلیفہ، محمد قاضی سمرقندی سے اشتباہ ہوا ہو، پھر بھی میرے خیال میں

ڈاکٹر نوشاہی کو اس سلسلے میں کچھ روشنی ڈالنا چاہیے تھی۔

۳- صفحہ ۶۰ پر بابر بادشاہ کے چند اشعار اُس کی خواجہ احرار سے عقیدت کے ثبوت کے طور پر

پیش کیے گئے ہیں۔ ”درہوای نفس گمرہ عمر ضایع کردہ ایم“ سے لے کر ”خواجگی راماندہ ایم و خواجگی راماندہ ایم“ تک۔ صحیح بات یہ ہے کہ بابر نے یہ اشعار خواجگی احمد کاسانی (م ۹۳۹ھ) کی خدمت میں بھیجے تھے اور خیال ہے کہ لفظ ”خواجگی“ یہاں احمد کاسانی کی طرف اشارہ ہے جن کا یہ لقب بھی تھا، خواجہ احرار مراد نہیں ہیں۔

۳- صفحہ ۷۹ پر خواجہ احرار کی تصنیف فقرات کے ترکی ترجمے بہ قلم مصطفیٰ حسین صادقی کا ذکر ہوا ہے۔ یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ صادقی سے پہلے ایک اور ترجمہ مولانا خضر بیگ (م ۹۲۳ھ) کر چکے تھے جس کا قلمی نسخہ کتب خانہ سلیمانیا، ذخیرہ بغدادی وہی، نمبر ۲۰۴، ورق ۱۵۸-۲۲۲ الف میں محفوظ ہے۔

۵- صفحہ ۸۲ پر کہا گیا ہے کہ احمد کاسانی نے خواجہ احرار کے رسالہ والدیہ کی شرح بابر یہ کے نام سے لکھی تھی۔ بابر یہ دراصل بابر بادشاہ کے بعض اشعار کی شرح ہے، والدیہ کی نہیں۔

۶- ص ۸۲-۸۳ پر والدیہ کے کچھ ترکی تراجم کا ذکر ہوا ہے۔ ان کے علاوہ بھی کچھ تراجم ہیں، جیسے خضر بیگ (م ۹۲۳ھ)، محمد امین تو قادی (م ۱۱۵۸ھ)، محمد رفعت (م ۱۲۶۹ھ) اور خار پوتلو بیگ زادہ علی (م ۱۳۲۲ھ) کے تراجم۔

۷- صفحہ ۹۰ پر کہا گیا ہے کہ خواجہ احرار توحید کے متعلق کوئی رسالہ لکھنا چاہتے تھے جس کی تصنیف کی اطلاع انھوں نے رسالہ فقرات کے مقدمے میں دی ہے۔ میرے خیال میں توحید پر وہ رسالہ خود فقرات ہی ہے، کوئی علیحدہ رسالہ نہیں ہے۔

۸- صفحہ ۳۹۴ پر کہا گیا ہے کہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی، احمد یسوی کے خلیفہ تھے۔ خواجہ غجدوانی، یوسف ہمدانی کے خلیفہ تھے۔

۹- صفحہ ۴۰۸ پر علاء الدین عطار کو اور صفحہ ۴۱۵ پر ان کے بیٹے حسن عطار کو خواجہ بہاء الدین نقشبند کا داماد بتایا گیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ باپ اور بیٹا ایک ہی شخص کے داماد ہوں۔
نوشاہی صاحب نے یہ دونوں باتیں رشحات عین الحیات کے حوالے سے لکھی ہیں۔
دراصل یہ خود رشحات کے مصنف کی غلطی کی وجہ سے ہوا ہے۔ میں اپنی تحقیقات سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ صرف حسن عطار خواجہ بہاء الدین نقشبند کے داماد تھے۔^(۲)
کتاب میں کہیں کہیں کتابت / طباعت کی غلطیاں بھی نظر آتی ہیں۔ مثلاً:

- ۱- ص ۵ پر ایک ترکی نام غلط کمپوز ہوا ہے، صحیح تلفظ اس طرح ہے: احمد اردوگن سویم
(Ahmet Erdogan Savim)
- ۲- ص ۴۳ پر ایک روسی کتاب اور اس کے مصنف کے نام کے املاء میں بھی سہو ہوا ہے۔
- ۳- ص ۴۸ پر اسماعیل قبری کی جگہ اسماعیل قمری ہونا چاہیے۔
- ۴- ص ۵۴ پر ایک گاؤں کا نام سفناق طبع ہوا ہے۔ صحیح املا سفناق (Signaq) ہے۔
- ۵- ص ۷۹ پر حاجی محمد افندی کی بجائے حاجی محمود افندی درست ہے۔
- ۶- ص ۸۳ پر Mecmuast میں ؛ کی جگہ i ہونا چاہیے۔ (Mecmuasi)
- ۷- ص ۸۴ پر حوراسیہ کی جگہ حوراسیہ چھپ گیا ہے۔

حواشی

- ۱ سمط الجید، کتب خانہ سلیمانیہ، ذخیرہ شاہد علی پاشا، استنبول، نمبر ۱۱۹۷، ورق ۳۳ ب؛ بتیان وسائل الحقائق، کتب خانہ سلیمانیہ، ذخیرہ ابراہیم افندی، نمبر ۴۳۰، جلد ۱، ورق ۴۰ ب، قاضی قاضن کے لیے نیز دیکھیے: زہدہ الخواطر، ج ۲، ص ۲۳۶
- ۲ دیکھیے: خوارق عادات خواجہ احرار، طبع نوشاہی، ص ۶۷۰؛ سفینۃ الاولیاء، ص ۸۰؛ مطلوب الطالبین از محمد طالب، نسخہ بیرونی اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ، تاشقند، نمبر ۸۰، ورق ۲۳ الف؛ سلسلہ نقشبندیہ از محمد طاہر خوارزمیا، نسخہ البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اور نیشنل سٹڈیز، تاشقند، نمبر ۶۹، ورق ۲۱۶ الف؛ رشحات عین الحیات، طبع تہران، ج ۱، ص ۱۵۸؛ رشحات عین الحیات، مخطوطہ سلیمانیہ لائبریری، استنبول، ذخیرہ Leleli، نمبر ۱۳۷۵، ورق ۴۹ الف کے حاشیے پر کاتب نے رشحات عین الحیات کے مصنف کی غلطی کی طرف توجہ دلائی ہے اور حسن عطار ہی کو خواجہ نقشبند کا داماد بتایا ہے۔

خواجه احرار پر مآخذ

خواجہ احرار کے سوانح نگار اور خواجہ احرار پر چند قدیم مآخذ کا جائزہ (تاریخی ترتیب سے)

عبدالرحمان جامی: نفحات الانس من حضرات القدس

مولانا جامی اور خواجہ احرار کے تعلقات پر اسی کتاب میں آگے چل کر الگ سے بحث کی گئی ہے، یہاں ہم صرف نفحات الانس کی طرف اشارہ کریں گے جو خواجہ احرار پر اولین اور قدیم ترین مآخذ ہے اور خواجہ احرار کی زندگی ہی میں، محرم اور شعبان ۸۸۳ھ ۱۴۷۸ء میں پایہ تکمیل کو پہنچی تھی۔^(۱)

نفحات الانس، پوری کتاب، وفات یافتہ بزرگان دین کا تذکرہ ہے سوائے ایک زندہ شخصیت کے، اور وہ ہیں خواجہ احرار۔ خواجہ احرار کا تذکرہ شامل کرنے کی وجہ خود مولانا جامی نے بیان کر دی ہے:

”اس عاجز نے جتنا بھی اپنے تئیں غور و فکر کیا، کوئی ایسا جواب نہ پایا جس سے دل مطمئن ہوتا۔ یہ کتاب [نفحات]، جسے لکھنے کا مقصد طبقہ صوفیہ کے معارف کا ذکر کرنا اور ان کے مناقب کی اشاعت ہے، وہ خواجہ احرار کے ذکر سے خالی رہے۔“^(۲)

جامی نے نفحات الانس میں پہلے مختصراً خواجہ احرار کے مقام و مرتبہ اور سلسلہ خواجگان میں ان کے مریدوں کا ذکر کیا ہے، پھر ان کے رسالہ فقرات سے اور خود شنیدہ ملفوظات سے پتہ باتیں نقل کی ہیں، لیکن خواجہ احرار کے کسی قسم کے حالات زندگی درج کرنے کا قطعاً کوئی اہتمام نہیں آیا۔ وہ اس کام کو خواجہ احرار کے حضور گستاخی تصور کرتے تھے۔^(۳) تاہم مولانا یعقوب چرخانی کے حالات میں خواجہ احرار کی ان کے ساتھ ملاقاتوں کا احوال خود خواجہ احرار کی زبانی لکھا ہے۔^(۴) علاء الدین غجدانی اور امیر سید قاسم تبریزی کے حالات میں بھی خواجہ احرار کے بیانات سے

عبدالاول نسبت فقر میں باکمال تھے اور صاحب علم تھے۔ خواجه احرار ان کے علمی اور روحانی مقام کے معترف تھے۔^(۱۳) میر کی وفات اوائل ماہ ذی الحجہ ۹۰۵ھ/۱۵۰۰ء میں ہوئی۔

میر عبدالاول نے خواجه احرار کے ملفوظات جمع کیے، جن کا تفصیلی جائزہ ہم آگے چل کر لیں گے۔ یہاں یہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ملفوظات کا یہ مجموعہ خواجه احرار کے سوانح حیات، افکار اور معاشرتی زندگی کا بہترین معاصر ماخذ ہے اور قدیم ایام سے استعمال ہوتا چلا آ رہا ہے۔

محمد قاضی سمرقندی: سلسلہ العارفین و تذکرۃ الصدقین^(۱۴)

مولانا محمد بن برہان الدین بن خواجه محمد رضا، المشہور محمد قاضی۔ چونکہ ان کے والد قاضی عماد الدین مسکین سمرقندی کے خاص دوستوں میں سے تھے، یہ بھی ”قاضی“ کی نسبت سے معروف ہو گئے حالانکہ یہ کسی منصب قضا پر فائز نہیں تھے۔^(۱۵) تعمیر ممالک کی توراہ خدا کی نلگن لگی اور یہی داعیہ انھیں سمرقند سے خراسان کی طرف لے گیا۔ راستے میں قریہ شادمان میں خواجه احرار سے ملاقات ہو گئی۔ پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا: خراسان! پوچھا: علم کی نلگن ہے یا کوئی اور نلگن؟ اس سے پہلے کے مولانا محمد قاضی جواب دیتے ان کے ہم سفر نعمت اللہ رمانی بول اٹھے: انھیں درویشی کی نلگن زیادہ ہے۔ خواجه احرار نے کہا: تھوڑی دیر رکھے۔ اور اتنا آجہ ر خود اپنے باغ میں چلے گئے اور کچھ دیر کے بعد دور فتنے لائے اور دونوں مولانا محمد قاضی کو دیے۔^(۱۶) ایک رقعہ حضرت سعد الدین کاشغری کے بڑے صاحبزادے خواجه کلان کے نام تھا جس میں مولانا محمد قاضی کے لیے سفارش کی گئی تھی؛ دوسرا خود مولانا قاضی کے لیے تھا، جس میں سلوک نقشبندیہ اور نسبت سلسلہ اختیار کرنے کا طریقہ لکھا تھا۔ شاید مولانا قاضی میں جوانی کا جوش تھا، دوسرے رقعے کی حکمت کو نہ سمجھ سکے اور خراسان جانے کے عزم پر قائم رہے۔ خواجه احرار سے اجازت سفر لی اور آگے بڑھ گئے۔ لیکن راستے میں کچھ ایسے واقعات پیش آنے لگے کہ سفر جاری رکھنا قطعاً محال ہو گیا اور مولانا اٹنے پاؤں واپس آ گئے اور خواجه احرار کی قدم بوسی کی۔ ایک مدت تک خواجه احرار کے ذاتی مطبخ کے مہتمم رہے۔ رفتہ رفتہ خواجه احرار کے انتہائی قریب ہو گئے اور تمام معاملات میں محرم راز ٹھہرے۔ خواجه احرار بھی ان کے حال پر غیر معمولی التفات فرماتے، اس قدر کہ اولاد اور مریدوں کو حسد ہونے لگا۔ مولانا قاضی دل برداشتہ ہوئے اور ایک بار پھر خراسان کا عزم کیا۔ اس بار

۹۳۹ھ/۱۵۳۲ء) نے وادی فرغانہ میں سلسلہ کو بہت رواج دیا۔ (۲۳)

خواجہ احرار کے وصال کے بعد، مولانا قاضی، سمرقند سے تاشقند چلے گئے اور جب تاشقند کے حالات بھی بگڑ گئے تو وہاں سے بخارا کوچ کیا۔ ۹۱۶ھ/۱۵۱۰ء میں قزلباشوں نے خوارزم اور بخارا کے نواح میں شورش برپا کی تو مولانا وہاں سے اندجان اور بعد میں دوبارہ تاشقند آ گئے اور وہیں تاشقند میں ستر سال کی عمر میں ۹۲۱ھ/۱۵۱۵ء میں داعی اجل کو لبیب کہا۔ ”نخل ارمنستان“ نقد خواجہ عبید اللہ اور ”کتی کم شدا ز درویشان عارف“ آپ کی وفات کی تاریخ کے مادے ہیں۔ (۲۴)

مولانا کا جسد تاشقند سے سمرقند لایا گیا اور خواجہ احرار کی پائنتی دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر کا نشان مازم تیرہویں صدی ہجری تک موجود تھا۔ (۲۵)

مولانا کے ایک صاحبزادے قطب الدین احمد نام کے تھے۔ میرزا حیدر دو غلات اور میر علی تبریزی ان کی خدمت میں آئے تھے۔ (۲۶)

سلسلہ العارفین و تذکرۃ الصدیقین

مولانا محمد قاضی ۸۸۵ تا ۸۹۵ھ ۱۲۸۰ تا ۱۲۹۰ء خواجہ احرار کی خدمت میں رہے۔ خود

مولانا نے اس خدمت اور حاضری کا تذکرہ یوں کیا ہے:

”تقریباً بارہ سال تک آنحضرت کے آستانہ پر دیگر ارادت مندوں اور خدمت گزاروں کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ رہا اور خرمن سعادت سے خوشہ چینی کرتا رہا۔ اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق تازہ معارف اور بے حساب نکتے انساب کیے اور آنحضرت کے آثار ولایت اور خصائص کرامت کا مشاہدہ ہوتا رہا۔“ (۲۷)

خواجہ احرار نے اپنی جان، جان آفرین کے حوالے کرنے سے ذرا قبل محمد قاضی کو اشارہ کیا کہ تم کوئی اور چیز لکھو یا نہ لکھو، ہمارے اور خواجہ مولانا (۲۸) کے درمیان جو واقعات پیش آئے، وہ لکھ سکتے ہو۔ (۲۹) خواجہ احرار کی وفات کے بعد مولانا محمد قاضی نے اس اشارے کی تاویل یہ کی کہ خواجہ احرار کے بعض ملفوظات، معارف، حالات، مقامات، کرامات، ان کی ولادت سے وفات تک، قلم بند کر دیے جائیں۔ (۳۰) اس بات کو کئی سال گزر گئے۔ اسی اثنا میں ماوراء النہر

میں بد امنی بھی پھیل گئی جس سے جمعیت خاطر جاتی رہی، دلوں کی آزر دگی بڑھتی گئی اور اس کتاب کی تصنیف مؤخر ہوتی چلی گئی، تا آنکہ ۱۵۰۵ھ/۱۵۰۵ء (۳۱) میں مولانا شیخ (۳۲) کے کہنے پر اس منصوبے پر جو [۸۹۵ھ سے] پیش نظر تھا، کام شروع کیا اور سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین تصنیف ہوئی۔ (۳۳)

یہ کتاب ایک مقدمہ، تین فصل اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ: حق سبحانہ کی معرفت، مرید کو پیر کی ضرورت، شیخ اور مرید کے لیے شرائط اور آداب، ولایت، ولی و خوارق عادات کی اقسام کے بیان میں؛

فصل اول: حضرت احرار کے ابتدائی حالات اور سلسلہ خواجگان؛

فصل دوم: خواجہ احرار کی مجالس میں ان کی زبان حقیقت بیان سے جو حقائق اور لطایف

جاری ہوئے؛

فصل سوم: خواجہ احرار کے خوارق عادات اور کرامات؛

خاتمہ: خواجہ احرار کے اخلاق و اوصاف اور اس ضمن میں صوفیہ کی حکایات۔

مولانا قاضی نے اپنے دیباچے میں اپنی قلمی لغزشوں پر معذرت کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے:

”میرا کردار اس تالیف میں سوائے ترجمانی اور سخن رانی کے اور کچھ نہیں ہے۔

کیوں کہ اس فقیر کی زبان پر جو کچھ جاری ہوتا ہے، وہ فیضان معرفت کا پرتو ہے

اور خواجہ احرار کے چراغ ولایت کی شعاعوں سے لیا گیا ہے۔ پس یہ ضعیف جو کچھ

کہتا ہے وہ درحقیقت انھی کا کہا ہوا ہے۔“ (۳۴)

سلسلۃ العارفین خواجہ احرار کے بارے میں اولین اور معتبر ترین مآخذ میں سے ایک ہے

جو زمانہ تالیف ہی سے تذکرہ نویسوں اور مؤرخوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ مولانا کاشفی نے رشحات

عین الحیات میں اور میرزا حیدر دوغلات نے تاریخ رشیدی میں بار بار اس کتاب کے حوالے دیے

ہیں۔ دوغلات کا کہنا ہے:

”سلسلۃ العارفین ایک بہت ہی عمدہ کتاب ہے جس کی تعریف سے میری زبان

قاصر ہے۔“ (۳۵)

سلسلہ نقشبندیہ احرار یہ کی خانقاہوں میں مشائخ طریقت یہ کتاب پڑھتے تھے، جیسا کہ

یونس محمد صوفی مروی (م ۹۶۱ھ/ ۱۵۵۳ء)، جن کا شجرہ طریقت تین واسطوں سے خواجه احرار تک پہنچتا ہے، ان کی خانقاہ میں یہ کتاب پڑھی جاتی تھی۔^(۳۶)

سلسلہ العارفین اور میر عبدالاول نیشاپوری کے جمع کردہ ملفوظات خواجه احرار کے مضامین میں بہت یکسانیت ہے۔ اگرچہ مولانا محمد قاضی نے میر عبدالاول کے مرتبہ ملفوظات کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا، لیکن یہ بات یقینی ہے کہ مولانا نے اپنی کتاب کی تصنیف کے وقت میر عبدالاول کی کتاب سے مدد لی ہے۔^(۳۷) میں نے احوال و سخنان خواجه عبید اللہ احرار صفحات ۱۲۶-۱۳۹ میں ایک کالم میں ان دو کتابوں میں جو شبابہت پائی جاتی ہے اس کی نشان دہی کی ہے۔

سلسلہ العارفین کا مطالعہ نہ صرف خواجه احرار کے حالات کے لیے بلکہ نویں صدی ہجری / پندرہویں صدی عیسوی میں خراسان اور وسطی ایشیا کے سیاسی، معاشرتی اور روحانی حالات کو سمجھنے کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔

خواجه احرار کے حالات پر دستیاب قدیم مآخذ میں سے اب یہ واحد کتاب ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکی۔^(۳۸) تاہم اس کے مخطوطات بکثرت ملتے ہیں۔ یہاں چند قدیم نسخوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱- مکتوبہ ذیقعدہ ۹۱۵ھ، بقلم امیری بن خواجگی نظامی بخنی، بمقام بخارا، ۳۶۵ ورق۔ یہ نسخہ عبدالحمید پولادی سمرقندی مرحوم کی تحویل میں تھا، انہوں نے پروفیسر باتورخان خلعت پورولی خواجه، ذہین ادبیات فیکلٹی، سمرقند یونیورسٹی کو تحفہ دے دیا۔ پروفیسر خلعت پورولی نے اپنی کتاب خواجه احرار ولی (مطبوعہ تہران، ۱۹۹۷ء) میں اس نسخے کو استعمال کیا ہے۔

۲- البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ ۱۱۳۱۳، ۲۷۶ ورق۔ اس نسخے کی تاریخ کتابت نویں صدی ہجری بتائی گئی ہے!^(۳۹) حالانکہ خود کتاب دسویں صدی ہجری کے اوائل کی تصنیف ہے۔

۳- مکتوبہ ۹۳۳ھ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، آزاد لائبریری، ذخیرہ حبیب بخش، شمارہ H.G.21/75، معمولی نستعلیق، ۲۹۲ ورق۔^(۴۰)

۴- مکتوبہ ربیع الآخر ۹۸۵ھ، کتب خانہ مغنیسا، مغنیسا (Manisa)، ترکی، شمارہ ۱۶۶، بخط نستعلیق، ابتدائی اوراق نہیں ہیں، ورق ۱۰-۳۳^(۴۱)

۵۔ مکتوبہ دسویں صدی ہجری، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ 9730 (۳۲)

۶۔ مکتوبہ دسویں صدی ہجری، گنج بخش لائبریری، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، شمارہ ۵۹۵۱، بخط نسخ، اول و آخر سے قدرے ناقص، ۴۷۴ صفحات، اس کا کاتب نیم خواندہ شخص تھا، اس نے متعدد الفاظ غلط کتابت کیے ہیں۔ (۳۳)

۷۔ کتاب خانہ مجلس شوراے اسلامی، تہران، شمارہ ۱۰۱۲۲، یہ ایک قدیم اور خوش خط نسخہ ہے، لیکن آخری چار ورق جدید الکتابت ہیں اور ان اوراق کی کتابت وہ بید میں ہوئی ہے۔ کاتب نے اپنا نام قلم سے لکھنے کی بجائے اپنی مہر لگا کر واضح کیا ہے جس میں اس کا نام ”محمد الحسینی“ کندہ ہے۔ شاید مہر میں تاریخ بھی کندہ ہے لیکن صاف نہیں پڑھی جاتی۔ البتہ شہر البراءة [شعبان] کی تاریخ ۱۱۳۱ اور دن جمعہ لکھا ہے۔ کاتب نے ایک شعر میں مقام کتابت کی وضاحت کی ہے:

در موضع دہ بید شد این نسخہ تمام

در پای مزار خواجہ ہر دو سرا

وہ بید احراری نقشبندیوں کا مرکز رہا ہے۔ خواجہ احمد کاسانی کا مزار یہیں واقع ہے۔ قیاس ہے کہ کاتب کے سامنے کوئی ایسا نسخہ رہا ہوگا جو خانقاہی تھا۔ اس اعتبار سے اس کی اہمیت دو چندان ہو جاتی ہے۔ اس نسخہ کا عکس آقائے بہروز ایمانی، تہران نے مجھے مرحمت کیا ہے۔

۸۔ خانقاہ کاکوری شریف، ۲۵۲ صفحہ، نسخے پر کوئی تاریخ نہیں ہے لیکن اس پر سمرقند کے شاہی کتب خانے کی مہر ہے جس میں ۱۰۵۹ھ کی تاریخ کندہ ہے۔ (۳۴)

۹۔ مکتوبہ ۱۱۰۲ھ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، آزاد لائبریری، شمارہ U.M.T. 1881۔ (۳۵)

۱۰۔ مکتوبہ ۱۱۲۱ھ، کتابخانہ ملی، بورسہ، ترکی، شمارہ 1469 GENEL، بخط نستعلیق، ۱۹۲ ورق۔ (۳۶) مارچ ۱۹۹۲ء میں بورسہ (۳۷) گیا اور یہ نسخہ دیکھا۔ مجھے چنداں اہم نظر نہیں آیا۔

۱۱۔ مکتوبہ ۱۱۲۳ھ، رضارام پور انسٹیٹ لائبریری، بقلم حاجی اعتبار، شمارہ ۲۳۷۴۔ (۳۸)

۱۲۔ مکتوبہ بارہویں صدی ہجری، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ 10603، ۲۹۹ ورق۔ (۳۹)

۱۳- مکتوبہ بارہویں صدی ہجری، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ 8237/1 (۵۰)

۱۴- مکتوبہ بارہویں صدی ہجری، پبلشرسٹ پبلک لائبریری، خیر پور، سندھ، شمارہ ۲۹۷۷ (ق ا م)، ۷۸ صفحات؟ (۵۱)

۱۵- مکتوبہ ۱۲۷۳ھ، اکیڈمی آف سائنسز آف ترکمنستان، عشق آباد، شمارہ 9333 (۵۲)

۱۶- کابل میوزیم، شمارہ ۷۷، بخط نستعلیق، طلائع نسخہ، آخری ورق ندارد۔ (۵۳)

۱۷- علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، آزاد لائبریری، ذخیرہ سبحان اللہ، شمارہ ۴۲، ۲۹۷۷ (۵۴)

۱۸- حیدرآباد، آصفیہ لائبریری (آندھرا پردیش اسٹیٹ لائبریری)۔ (۵۵)

۱۹- البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ 4452 (۵۶)

۲۰- کتب خانہ سلیمانیا، ذخیرہ حاجی محمد افندی، استنبول، ۲۰۹ ورق، یہ نسخہ میں نے خود دیکھا ہے۔ اول، وسط اور آخر سے ناقص ہے اور اس عبارت سے شروع ہوتا ہے "اولیک کتب فی قلوبہم الایمان و ایدیہم بروح منہ... پس بی شک این طایفہ اندکے۔" اور اس عبارت پر ختم ہوتا ہے: "اعتماد ایشان بر مستب است نہ سبب۔"

۲۱- رضارام پورا اسٹیٹ لائبریری، بلا تاریخ، شمارہ ۱۳۳۸ (۵۷)

سلسلہ العارفین کا ایک انتخاب ذخیرہ حبیب نج، آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، شمارہ H.G.22/81 میں موجود ہے۔ (۵۸)

ترکی ترجمہ

علی زادہ محمد افندی نے سلسلہ العارفین کے پچھلے ترکی میں ترجمہ کیے تھے۔ اس ترجمہ ۵۰ تیرہویں صدی ہجری کا لکھا ہوا مخطوطہ لوس آنجلس یونیورسٹی لائبریری، شمارہ B495 میں موجود ہے۔ (۵۹)

دو غلط فہمیوں کا ازالہ

حافظ مولوی محمد تقی انور علوی کا کوروی خواجہ احرار پر اپنے ایک مضمون اور کتاب (۶۰)

میں ایک شدید غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ لکھتے ہیں:

”مصنفِ رشحات لکھتے ہیں کہ مولینا [محمد قاضی] نے حضرت خواجہ [احرار] کے مناقب میں دو کتابیں تالیف کی ہیں۔ ایک کا نام سلسلۃ العارفین اور دوسری کا تذکرۃ الصدیقین ہے۔ ہر دو کتابیں مطبوعہ نہ ہونے کی وجہ سے نادر الوجود ہیں۔“ (۶۱)

اور دل چسپ امر یہ کہ مزید رقم طراز ہیں:

”راقم الحروف کو وہ دونوں کتابیں حضرت مولینا حافظ شاہ مجتبیٰ حیدر صاحب قلندر قبلہ مدظلہ العالی نے مطالعہ کے لیے مرحمت فرمائیں۔“ (۶۲)

آگے چل کر ”سلسلۃ العارفین“ کو خواجہ احرار کے مناقب پر مولانا محمد قاضی کی تصنیف کا دوسرا حصہ قرار دیتے ہیں۔ (۶۳)

محترم کا کوروی صاحب کی یہ تمام باتیں غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ صاحبِ رشحات نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ مولانا محمد قاضی نے خواجہ احرار کے مناقب پر دو کتابیں لکھیں ہیں، بلکہ یہ کا کوروی صاحب کو کتاب کے نام ”سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین“ میں واو عطف سے دھوکہ ہوا کہ سلسلۃ العارفین کو ایک اور تذکرۃ الصدیقین کو دوسری کتاب سمجھ لیا۔ کتاب ان کے پاس تھی، خود انھوں نے بھی ملاحظہ اور مطالعہ کیا ہوگا کہ یہ ایک ہی کتاب ہے۔ دوسرا یہ ”نادر الوجود“ بھی ہرگز نہیں ہے۔ چند نسخوں کا ذکر تو ہم نے اوپر کر ہی دیا ہے۔ تلاش کرنے سے اور نسخے بھی دستیاب ہو سکتے ہیں۔

کا کوروی صاحب کو مولانا محمد قاضی کے حالات کے سلسلے میں بھی غلط فہمی ہوئی ہے۔ انھوں نے صاحبِ سلسلۃ العارفین کے حالات، ان کے ہمنام عبداللہ المعروف خواجہ مولانا قاضی، جو سمرقند میں قتل کر دیے گئے تھے، (۶۴) کے ساتھ گڈڈ کر دیے ہیں۔ (۶۵) یہ درست ہے کہ عبداللہ المعروف خواجہ مولانا قاضی بھی خواجہ احرار کے مرید تھے، لیکن وہ سلسلۃ العارفین کے مؤلف نہ تھے۔

مولانا محمد قاضی کی دیگر تصانیف

میرزا حیدر دوغلات نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

”ان کی معتبر مفید تصانیف ہیں اور ان کے رسائل اہل طریقت کے لیے دستور العمل ہیں، منجملہ سلسلۃ العارفین، اس کے علاوہ بھی آپ کے رسائل موجود ہیں۔“ (۶۶)

اگرچہ دو غلات نے کسی دوسری تصنیف کا نام نہیں لیا لیکن ان کے رسالہ شرایط سلطنت کے بارے میں چند باتیں لکھی ہیں۔

رسالہ در شرایط سلطنت

میرزا حیدر دو غلات لکھتے ہیں:

”میں نے آپ کی مجالس میں بعض مسائل از روئے گستاخی، پوچھے تھے، وہی مسائل اضافات کے ساتھ آپ نے قلم بند فرمادے۔ لیکن انھیں وہ رسالہ مجھے عنایت فرمانے کی فرصت نہ مل سکی۔ ان کی وفات کے بعد، ان کے خلف الصدق مخدوم زادہ مولانا قطب الدین احمد نے وہ رسالہ مجھے ارسال کیا۔“ (۶۷)

یہ رسالہ آداب سلطنت اور کبیرہ گناہوں کے موضوع پر ہے اور اس میں سلطنت کی شرایط کے بارے میں علما اور صوفیہ کے اقوال ضبط تحریر کیے گئے ہیں۔ دو غلات نے یہ پورا رسالہ تاریخ رشیدی میں داخل کر دیا ہے۔ (۶۸) محمد ہاشم کشمیری نے بھی نسیمات القدس میں اسی رسالہ کا ذکر کیا ہے (۶۹) اور اس کے بعض حصے نقل کیے ہیں۔ (۷۰) ان دو ماخذ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد قاضی نے یہ رسالہ میرزا حیدر دو غلات کے لئے لکھا تھا اور بطور تحفہ درویش اس کے نام معنون کیا تھا۔ لیکن مرکزی کتب خانہ، تہران یونیورسٹی میں اس رسالہ کا جو مخطوطہ میں نے دیکھا ہے (مجموعہ، شمارہ ۵۸۶۱، ص ۱۳۷-۱۵۴) اس میں میرزا حیدر کے نام کی جگہ سلطان ابوالخیر سیونج خواجه بہادر خان (۷۱) کا نام داخل ہے اور لکھا ہے کہ ایک روز مصنف، سلطان ابوالخیر کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ سلطان نے کبائر کے بارے میں سوال کیا۔ مصنف نے فی المجلس تو کچھ جواب نہ دیا لیکن بعد میں یہ رسالہ لکھ کر سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ (۷۲)

آغاز: الحمد لله خص طائفه من عظماء المکاشفہ... اما بعد ہی گوید پای شہادت
زاویہ خمول و گنای محمد ابن برہان الدین الشہر بہ محمد قاضی کہ روزی در مجلس۔

ہرمں اتے نے اپنی فہرست میں رسالہ حضرت مولانا محمد قاضی کا بغیر کسی مزید تعارف کے، ایک قلمی نسخہ کا ذکر انڈیا آفس، لندن، شمارہ ۱۶، اور اوراق ۱۵۴-۱۶۲ میں کیا ہے۔ اس رسالہ کی ابتدا اس عبارت سے ہوتی ہے:

”شکر و سپاس مز خالق را کہ ہر وہ [ہزار] عالم را بیا فرید۔“ (۷۳)

اسٹوری نے تذکرۃ الاولیاء نامی ایک کتاب کو مولانا محمد قاضی سمرقندی کی تصنیف بتایا ہے، جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

گو ای مرغ زیرک حمد مولیٰ

کہ ہست او را سپاس ... (۷۴)

یہ نسخہ ۱۱۸۹ھ میں کتابت ہوا اور اسٹوری نے اسے خانیکوف [Chanykov] کی فہرست، ص ۱۰۰ کے حوالے سے درج کیا ہے۔ (۷۵) مجھے واضح نہیں ہو سکا آیا یہ تذکرۃ الاولیاء، سلسلۃ العارفین سے کوئی مختلف کتاب ہے؟

فخر الدین علی صفی سبز واری کاشفی: رشحات عین الحیات

کاشفی (۷۶)، خواجہ احرار کے معروف اور مستند سوانح نویس ہیں۔ وہ ۲۱ جمادی الاول ۱۲۶۷ھ/۱۳۶۳ء کو سبزوار (صوبہ خراسان، ایران) میں پیدا ہوئے اور ۹۳۹ھ/۱۵۳۲-۳۳ء میں ہرات میں وفات پا کر وہیں سپرد خاک ہوئے۔ (۷۷) وہ پہلی بار اواخر ذیقعدہ ۸۸۹ھ/۱۴۸۲ء میں اور دوسری بار اوایل ربیع الآخر ۸۹۳ھ/۱۴۸۸ء میں خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی مجالس میں شرکت کی۔ ان مجلسوں میں انھوں نے جو کچھ خواجہ احرار کی زبانی سنا، اپنی کتاب رشحات عین الحیات میں جمع کر دیا۔ (۷۸)

رشحات عین الحیات خواجگان نقشبند کا ایک قابل اعتماد اور مروج تذکرہ ہے اور خاص طور پر خواجہ احرار کے حالات کے لیے لکھا گیا ہے۔ مصنف نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ خواجہ احرار کی مجالس میں جو کچھ وہ سنتے، جوں کا توں ضبط تحریر میں لے آتے تھے۔ (۷۹) بعد میں انھیں خیال آیا کہ خواجہ احرار کے ملفوظات اور کلمات کو یکجا کر دینا چاہیے، لیکن مشاغل روزگار کے باعث یہ کام فوراً نہ ہو سکا اور ۹۰۹ھ/۱۵۰۳ء میں اس کی ترتیب و تدوین عمل میں آسکی۔

کاشفی نے رشحات میں خواجه احرار سے جو کچھ سنا وہ تو ضبط تحریر میں لائے ہی، اس کے علاوہ بھی سلسلہ نقشبندیہ کے کچھ معتبر آخذ، جیسے میر عبدالاول نیشاپوری کے جمع کردہ ملفوظات خواجه احرار اور مولانا محمد قاضی کی سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین، ان کے پیش نظر تھے۔ انھوں نے بلا واسطہ اور بالواسطہ وابستگان سلسلہ کی زبانی روایات کو بھی استعمال کیا ہے۔

رشحات ایک ”مقالہ“، تین ”مقصد“ اور ایک ”خاتمہ“ پر مشتمل ہے (۸۰)۔

مقالہ: خواجگان سلسلہ نقشبندیہ کے طبقات کے ذکر میں، از اول تا آخر

مقصد اول: خواجه احرار کے آبا و اجداد اور اقربا کے بیان میں، تاریخ ولادت، بچپن کے

حالات، شمائل و اخلاق و اطوار کا کچھ بیان، ابتدا سے سفر، مشائخ وقت سے ملاقاتیں؛

مقصد دوم: خواجه احرار کے بعض حقائق، معارف، دقائق، لطائف، حکایات اور امثال جو

بلا واسطہ سنے؛

مقصد سوم: خواجه احرار کے بعض عجیب و غریب تصرّفات اور امور جو بطور کرامات ظاہر

ہوئے اور ثقہ لوگوں سے مروی ہیں اور ان کی صحت پابین ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے،

بر ”مقصد“ مزید تین فصول پر مشتمل ہے۔

خاتمہ: تاریخ وفات احرار اور اس دنیا سے آخرت کی طرف انتقال و ارتحال کا ذکر۔

رشحات، صوفیہ کے حلقوں، بالخصوص حلقہ نقشبندیہ میں بہت قابل توجہ اور مقبول کتاب رہی

ہے۔ اس کتاب کے قلمی نسخوں کی کثرت، متعدد اشاعتیں اور کئی عربی، فارسی، ترکی اور اردو شہین

اور ترجمے اس کی مقبولیت کی دلیل ہیں۔ ان سب کا ذکر یہاں ممکن نہیں ہے۔ (۸۱) راقم السطور

یہاں ایک دو باتوں پر اکتفا کرے گا:

رشحات پر دو تکملے لکھے گئے: ایک محمد ہاشم کشمیری کا نسماۃ القدس من حدائق الانس، جس کا

ذکر چند سطور بعد آئے گا؛ دوسرا حیط السجّات فی تنظیم بقیۃ الرشحات، یہ فارسی میں ہے اور ابو محمد

مولانا شیخ محمد صالح زواوی نقشبندی مجتہد دی مظہری کے کسی مرید نے لکھا ہے۔ اسی مرید نے اس

سے پہلے رشحات کا عربی ترجمہ بھی کیا تھا۔ (۸۲) حیط السجّات کا پہلے پہل شیخ محمد مراد قرظانی نزہیل

مکہ نے فارسی سے عربی ترجمہ کیا تھا اور یہ ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹-۹۰ء میں مکہ مکرمہ سے شائع ہوا۔ اس

ترجمہ میں ان مشائخ کے حالات ہیں جو رشحات کے مصنف کی حیات کے بعد، مترجم کے عہد تک

گذرے ہیں۔ شیخ تبحری معرفت ملقب بہ اعتقاد الاسلام کرمانی (۱۲۹۰-۱۳۵۰ھ) نے اسے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں فارسی میں منتقل کیا اور حیط السجات سے موسوم کیا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ نہایت ہی عمدہ نستعلیق خط میں لکھا ہوا، ۷۷ صفحات میں موجود ہے۔ یہی معرفت نے صفحہ ۶۷ پر ترجمہ شروع کرنے کی تاریخ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ اور ختم کرنے کی تاریخ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ بتائی ہے۔ (۸۳)

مولانا شیخ: خوارق عادات احرار

مولانا شیخ، خواجہ احرار کے کبار اصحاب میں سے تھے۔ ان کا نام رشحات عین الحیات (۸۴) اور خوارق عادات احرار کے مقدمہ، نسخہ استنبول، میں ”مولانا شیخ“ آیا ہے لیکن خوارق کے نسخہ پٹنہ میں ”مولانا شیخ احمد“ درج ہے۔ خواجہ احرار نے اپنے دنیاوی کاروبار، جیسے زراعت، کی نگرانی ان کے سپرد کی ہوئی تھی۔ خواجہ احرار کی بھانجی کا عقد مولانا شیخ سے ہوا تھا۔ ان کا ایک بیٹا خواجہ عبدالواحد تھا اور ایک بیٹی تھی جو خواجہ ظہیر الدین المعروف خواجہ خرد بن میر عبداللہ سے بیاہی تھی۔ (۸۵)

مولانا شیخ ان لوگوں میں سے تھے جو خواجہ احرار کی وفات سے ایک روز قبل، ۲۸ ربیع الاول ۸۹۵ھ کو خواجہ احرار کے سرہانے موجود تھے اور خواجہ احرار نے میر عبدالاول، میر عبداللہ، (۸۶) خواجہ کلان اور بعض دیگر خواجگان کی موجودگی میں اپنی وصیت مولانا شیخ کو بتائی تھی۔ (۸۷)

مولانا شیخ، مولانا محمد قاضی سموقدی کے دوستوں میں سے تھے اور مولانا محمد قاضی نے ۹۱۶ھ میں سلسلۃ العارفین انھیں کے کہنے پر لکھی تھی۔ (۸۸)

مولانا شیخ کی وفات کے بارے میں کشمیری کا کہنا ہے کہ، وہ ابوالفتح محمد شیبانی المعروف شاہی بیگ خان کی سلطنت کے آخری دور میں سمرقند میں فوت ہوئے۔ شاہی بیگ کا جلوس ۹۰۵ھ/۱۵۰۰ء میں ہوا اور وہ اوائل شعبان ۹۱۶ھ/۱۵۱۰ء میں شاہ اسماعیل صفوی کے ساتھ محمود آباد مرد جنگ میں مارا گیا۔ مولانا شیخ چونکہ سلسلۃ العارفین کی تصنیف (۹۱۶ھ) کے وقت ابھی زندہ تھے، اس حساب سے ان کی وفات ۹۱۶ھ کے ماہ محرم اور شعبان کے بیچ ہوئی ہوگی۔ آپ احاطہ ملایان، کفشیر میں دفن کیے گئے۔ (۸۹)

خوارق عادات احرار

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے اور ”بہ قامت کہتر و بہ قیمت بہتر“ کا مصداق ہے۔ اس میں ایک جگہ سمرقند میں ۹۱۵ھ / ۱۵۰۹ء میں آگ لگنے کا واقعہ درج ہوا ہے۔^(۹۰) چونکہ شاہی بیگ خان کی حکومت کے آخری ایام تک، مولانا شیخ وفات پا چکے تھے، اس لیے قیاس ہے کہ اس رسالہ کی تصنیف ۹۱۵ اور ۹۱۶ھ کے درمیان ہوئی ہوگی۔

مولانا شیخ، خواجه احرار کے منظور نظر تھے اور رشتہ داری بھی تھی۔ انہوں نے سفر و حضر میں خواجه احرار کو بہت دیکھا تھا اور ان کی زبان سے بہت کچھ سنا تھا۔ چاہتے تھے کہ یہ سب کچھ اسی تاریخی ترتیب کے ساتھ لکھ دیں جس ترتیب سے واقعات پیش آئے۔ لیکن اس کی فرصت نہ ملی اور ان کی وفات کے بعد کسی دوسرے شخص نے مولانا شیخ کی ان یادداشتوں کو جو تحریری صورت میں پہلے سے موجود تھیں، مدقون کیا اور اس پر ایک مختصر دیباچہ لکھا۔

رسالہ خوارق عادات احرار میں اگرچہ باقاعدہ فصول و ابواب یا مضامین کی تقسیم کا اظہار نہیں کیا گیا، لیکن اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا مولانا شیخ چاہتے تھے، اس کی ترتیب ویسی ہی ہے، یعنی خواجه احرار کے بچپن کے واقعات، سلاطین و امرا کے ساتھ روابط، مخالفین، دنیا داری، بطور ولی اللہ ظہور، آبا و اجداد، ہمشیرہ زادوں کا تذکرہ اور ان کی کرامات، خواجه احرار کے صاحب زادوں کے مناقب، خواجه یحییٰ کا واقعہ شہادت، بعض کبار اصحاب کا تذکرہ اور خواجه احرار کی مجالس میں ان کی زبان سے خود مصنف نے جو کچھ سنا۔

مولانا شیخ نے اس میں چشم دید واقعات لکھے ہیں یا خواجه احرار کے مریدوں، ملازموں اور معاصروں سے جو کچھ سنا، وہ تحریر کیا ہے۔

یہ رسالہ بنیادی طور پر خواجه احرار کے ایسے واقعات زندگی پر مشتمل ہے جن سے کسی نہ کسی کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔ لیکن بین السطور خواجه احرار کی زندگی کے اخلاقی، معاشی اور نفسیاتی پہلو بھی زیر بحث آگئے ہیں اور متعدد معاصر مشائخ اور اکابر کا ذکر ہوا ہے۔ تاریخی نکتے بھی بیان ہوئے ہیں۔ کون بادشاہ اور امیر خواجه احرار کا مخالف تھا اور کون معتقد؟ حکمرانوں کا رعیت کے ساتھ سلوک کیسا تھا؟ ماوراء النہر کا سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لیے وہاں امرا کے ہاں کیسی کیسی کشمکش ہوتی؟ یہ سب اس رسالے کے موضوعات ہیں۔

بعد کے تذکرہ نویسوں کی توجہ اس رسالہ پر رہی ہے، جیسا کہ محمد ہاشم کشمی نے
نسمات القدس میں خواجہ احرار کے اصحاب کے تذکرے میں اسی رسالہ سے استناد کیا ہے۔ (۹۱)

رسالہ خوارق عادات احرار کے دو قلمی نسخے میری دسترس میں تھے، ایک کتب خانہ بایزید،
استنبول، (شمارہ ۳۶۲۳)، مکتوبہ ۹۸۲ھ، بقلم میرک، بمقام سمرقند، ۸۲ ورق؛ دوسرا خدا بخش
اورینٹل پبلک لائبریری، پینہ (شمارہ H.L.2480)، بلا تاریخ، ۶۶ ورق، یہ نسخہ ۹۶۹ھ میں
دارالسلطنت کابل میں ”عرض دیدہ“ ہوا، یعنی نسخہ استنبول سے قدیم تر ہے۔ میں نے انھی دو نسخوں
کو سامنے رکھتے ہوئے، اسے مرتب کیا اور خوارق عادات خواجہ عبید اللہ احرار کے نام سے
احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار میں بطور ضمیمہ شائع کیا (صفحات ۵۷۳-۷۰۰)۔

اس کی ایک اور اشاعت مقامات خواجہ احرار: تذکرہ خواجہ ناصر الدین مہدی اللہ احرار
(۸۰۶ تا ۸۹۵ ق) کے نام سے ایک جاپانی فاضل ماسوتو موکاواموتو (Masatomo
Kawamoto) کے اہتمام سے ۲۰۰۵-۲۰۰۴ء میں دو جلدوں میں مؤسسہ مطالعات زبانہا و
فرہنگ ہای آسیا و آفریقا، دانشگاه مطالعات خارجی توکیو کی طرف سے ہوئی۔ ایک جلد میں فارسی
متن، اشاریہ اور جاپانی اور انگریزی زبانوں میں مختصر تعارفی تحریریں درج ہیں۔ ان تحریروں
میں نسخوں کا تعارف، سابقہ اشاعت [تہران] کا ذکر، مصنف کا تعارف اور کتاب کی ترکیب و
ترتیب بیان ہوئی ہے۔ یہ جلد ۱۵۷+xxx صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد اسی کا جاپانی ترجمہ
ہے جس میں مرتب پروفیسر ماسوتو موکاواموتو کے حواشی بھی موجود ہیں۔ یہ جلد ۱۵۵+xxiii صفحات پر
مشتمل ہے۔

پروفیسر ماسوتو موکاواموتو نے اپنی اشاعت میں پانچ قلمی نسخے استعمال کیے ہیں۔ دو وہی ہیں جو
میں نے استعمال کیے تھے، باقی تین، ابوریحان اورینٹل انسٹی ٹیوٹ، تاشقند کے نسخے ہیں۔
شمارہ 8237/1؛ 1883/IV؛ 9730 (آخر الذکر کو طبع ٹوکیو میں بنیاد بنایا گیا ہے)۔

مولانا شیخ نے ایک اور علمی خدمت بھی انجام دی۔ میر عبدالاول نیشابوری نے خواجہ احرار
کے جو ملفوظات جمع کیے تھے، اس کے ایک قلمی نسخہ کی تصحیح کی۔ کتب خانہ گنج بخش، اسلام آباد میں
ملفوظات احرار کا نسخہ (شمارہ ۵۸۶۶) محرم ۹۴۶ھ میں ناصر نامی کاتب نے کتابت کیا، اس کا

تقابل اس نے ایک ایسے نسخے کے ساتھ کیا جو مولانا شیخ کا تصحیح کردہ تھا۔ (۹۲)

عبدالحی حسینی: نسب نامہ احرار یا نسب نامہ حضرت خواجگان (۹۳)

عبدالحی بن ابوالفتح بن میر عبدالماجد بن میر عبدالباسط؛ آپ بابر بادشاہ کے بیٹے بندال میرزا (۹۵۸ھ، ۱۵۵۱ء) کے ہاں ملازم تھے اور اس نے انہیں کمال عزت و احترام سے رکھا تھا۔ (۹۴) عبدالحی کی والدہ، خواجه عبدالہادی بن خواجگان بن خواجه احرار کی دختر کی اولاد سے تھیں۔ (۹۵) عبدالحی کچھ عرصہ ہندوستان میں رہے اور ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء میں اپنے شیخ طریقت خواجه عبدالشہید (م رمضان ۹۸۲ھ/۱۵۷۴-۷۵ء) بن خواجگان بن خواجه احرار کے ساتھ واپس سمرقند چلے گئے۔ (۹۶)

نسب نامہ احرار یا نسب نامہ حضرت خواجگان

مصنف نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ وقت کے تقاضوں کے ساتھ، خواجه احرار کے اخلاف مختلف طبقات میں تقسیم ہو گئے۔ خاندان کے بڑے دنیا سے رخصت ہو گئے اور پسماندگان میں سے کوئی نہیں بس گیا کوئی کہیں؛ کسی کو اپنے نسب کی واقعی خبر نہ تھی اور نہ ہی سلسلہ میں کوئی ایسا شخص باقی رہا تھا جسے ان کے حقیقی نسب کی اطلاع ہو۔ لیکن مصنف چونکہ اکثر مخدوم زادوں اور خواجگان سلسلہ کی رفاقت میں رہا تھا اور ان کی زبانی ان بزرگوں کے شجرے سنے تھے، انہوں نے چاہا کہ یہ سب قلم بند کر دیں تاکہ لوگوں کو بھی ان بزرگوں کے بارے میں علم ہو اور یہ حضرات بھی اپنے آپ اور اپنے آبا و اجداد کو پہچان سکیں۔ (۹۷)

اس رسالہ کی تاریخ تصنیف کا ذکر صراحت کے ساتھ نہیں ہوا۔ مصنف نے اس میں اکبر کے بیٹے دانیال (۹۷۹-۱۰۱۳ھ) کا ذکر ایک زندہ شخص کے طور پر کیا ہے (۹۸) اور ۹۸۲ھ میں اپنی ہندوستان سے سمرقند واپسی کا ذکر کیا ہے۔ (۹۹) تاہم اس میں بعد کے سالوں کے واقعات کا بھی اندراج ہوا ہے، جیسے ۱۰۰۰ھ میں میر جعفر بن زین العابدین میر سلطانی کی وفات (۱۰۰۰)؛ ۱۰۳۰ھ میں خواجه معین الدین بن خواجه خاوند محمود کی مکہ مکرمہ روانگی (۱۰۱۰)؛ ۱۰۸۶ھ میں خواجه محمد یوسف کی وفات (۱۰۲) وغیرہ۔ ظاہر ہے مصنف نے اس قدر طویل عمر نہیں پائی تھی کہ خود ان واقعات کا ذکر

کرتے اور ۱۰۸۶ھ تک بقید حیات رہے ہوں۔ یقیناً یہ واقعات بعد میں کسی نے داخل کیے ہیں۔ اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ محمد ہاشم کشمی جب ۱۰۳۹ھ/۳۰-۱۶۲۹ء میں نسماۃ القدس لکھ رہے تھے تو رسالہ خوارق ان کے مآخذ میں شامل تھا اور ۱۰۸۶ھ کے واقعات بہت بعد کے ہیں۔

مصنف نے اس رسالہ میں خواجہ احرار کے اسلاف اور اخلاف کے مختصر حالات دسویں صدی ہجری کے اواخر تک بیان کیے ہیں اور زیادہ توجہ ان کے مادری اور پدری شجروں اور باہمی رشتہ داریوں کی طرف دی ہے۔ خواجہ احرار کے پسماندگان اور اولاد نے سمرقند سے دوسرے علاقوں (جیسے ہندوستان، کاشغر وغیرہ) کی طرف جو ہجرت اور نقل مکانی کی تھی، اس کے بارے میں بھی اس رسالہ میں مفید معلومات ہیں۔ ان حضرات کے پیشوں، کاروبار اور مختلف ادوار میں خواجہ احرار کے مزار کی سجادہ نشینوں کے بارے میں بھی اطلاعات بہم پہنچائی گئی ہیں۔

نسب نامہ خواجہ احرار کے تکملے

نسب نامہ خواجہ احرار پر دو تکملے بھی لکھے گئے۔ ایک تکملہ میرزا محمد شاہ بخاری نے خواجہ عبدالرحیم ملقب بہ سیف الدولہ عید الصمد خان بہادر دلیر جنگ، صوبہ دار لاهور و ملتان (م: ۹ ربیع الثانی ۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء) کے کہنے پر لکھا۔^(۱۰۳) خواجہ عبدالرحیم کے والد خواجہ عبدالکریم احراری سمرقندی کا سلسلہ ارشاد ہندوستان میں جاری تھا اور یہاں کئی لوگ ان کے مرید تھے۔ میرزا محمد شاہ نے اپنے اس تکملہ میں خواجہ عبدالرحیم کے اخلاف کی باہمی رشتہ داریوں کی نشان دہی کی ہے۔ اس تکملہ کا ایک خاتمہ میرزا نشاط نے نواب ذکریا خان صوبہ دار لاهور (صوبہ داری: ۱۱۳۹-۱۱۵۸ھ) کے حکم پر لکھا۔ اس میں نواب عبدالصمد خان صوبہ دار لاهور کی وفات کا واقعہ اور اس کی اولاد کا بیان ہوا ہے۔^(۱۰۴)

نسب نامہ کا ایک نسخہ گنج بخش لاہوری، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد (شمارہ ۴۹۶) میں ہے۔ اس میں ورق ۱۵۱ تا ۱۵۱۵ عبداللحی کا متن، ورق ۱۵۱ تا ۱۶۵ بخاری کا تکملہ اور ورق ۱۶۵ تا ۱۶۷ نشاط کا خاتمہ درج ہے۔ یہ نسخہ بارہویں صدی کے دو مختلف کاتبوں کا تحریر کردہ ہے۔ دوسرا نسخہ ذخیرہ اسعد افندی، کتب خانہ سلیمانہ، استنبول (شمارہ ۱۶۸۸) کے ایک مجموعہ رسائل میں ہے جسے حافظ صالح بن صنع اللہ ارزنجانی نے ۱۲۴۴ھ میں کتابت کیا۔ اس میں ورق

۱۰۵۳۵۲ عبدالحی کا متن، ورق ۱۰۶ تا ۱۱۱ تکملاً اور ورق ۱۱۱ تا ۱۱۴ خاتمہ درج ہے۔ دونوں نسخوں کے عکس میرے پاس موجود ہیں۔ نسب نامہ احرار تا حال طبع نہیں ہوا ہے۔ تکملوں کے ساتھ اس کی اشاعت مفید ہوگی۔

محمد ہاشم کشمی: نسماۃ القدس من حدایق الانس

محمد ہاشم بن محمد قاسم، بدخشان کے ایک گاؤں کشم کے رہنے والے تھے۔ تقریباً ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ پہلے سلسلہ کبرویہ سے عقیدت رکھتے تھے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں، ۱۰۱۸ھ/۱۶۰۹ء میں ایک خواب دیکھا تو اس کے زیر اثر طریقہ نقشبندیہ کی طرف مائل ہو گئے۔ اپنے وطن کشم سے ہندوستان آئے اور برہان پور جا کر میر محمد نعمان کے مرید ہوئے جو امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی (م ۱۰۳۴ھ) کے خلیفہ تھے۔ حضرت مجدد نے ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء میں کشمی کو سرہند طلب کیا اور اپنی نگرانی میں ان کی تربیت کی اور دو سال تک اپنے پاس رکھا۔ اس کے بعد انھیں اجازت ارشاد دے کر برہان پور رخصت کیا۔ برہان پور میں کشمی نے سلسلہ کی خوب خدمت کی اور وہیں انتقال کیا۔^(۱۰۵) آپ کی تاریخ وفات میں بے حد اختلاف ہے۔ محمد صادق کشمیری نے سال وفات ۱۰۳۱ھ لکھا ہے،^(۱۰۶) حالانکہ کشمی نے ۱۰۳۲ھ میں رسالہ طرق الوصول فی شریعۃ الرسول تصنیف کیا تھا۔^(۱۰۷) بدرالدین سرہندی نے حضرات القدس لکھتے وقت انھیں ”مرحوم“ لکھا ہے۔^(۱۰۸) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے تاریخ وفات ۱۱ رجب ۱۰۳۵ھ لکھی ہے^(۱۰۹) لیکن حوالہ نہیں دیا۔ ہرمن اتے کا کہنا ہے کہ کشمی ۱۰۵۶ھ میں بقید حیات تھے۔^(۱۱۰)

نسماۃ القدس من حدایق الانس

یہ ماوراء النہر، خراسان، ہندوستان کے نقشبندی مشائخ کا اہم تذکرہ ہے جو بڑی تحقیق سے ۱۰۳۹ھ/۳۰-۱۶۲۹ء میں فارسی زبان میں لکھا گیا۔^(۱۱۱) یہ حقیقت میں رشحات عین الحیات کا تکملہ ہے۔ مصنف نے اس میں ایسے رجال کا ذکر کیا ہے جو:

الف: رشحات میں مذکور نہیں ہیں؛

ب: رشحات کی تالیف کے وقت ابھی مشہور نہیں ہوئے تھے؛

ج: رشحات کی تصنیف کے بعد پیدا ہوئے؛

د: رشحات میں بعض حضرات کی اوائل زندگی کے حالات درج ہوئے ہیں، بقیہ حالات نسما ت میں جمع کیے گئے ہیں۔

کشمی نے تاریخ رشیدی، تذکرہ مذکر احباب، نسب نامہ خواجہ احرار تالیف ابوالفتح حسینی وغیرہ سے مدد لی ہے۔

کشمی نے نسما ت کے مقالہ اول کے مقصد دوم میں خواجہ احرار کے بیس ایسے مریدوں کے حالات لکھے ہیں جو رشحات میں مذکور نہ تھے۔ مولانا محمد قاضی صاحب سلسلۃ العارفین کے حالات سب سے مفصل ہیں۔

کشمی نے زبدۃ المقامات میں نسما ت القدس کی تصنیف کا وعدہ کیا تھا (۱۱۲) اور کہا تھا:

”یہ کتاب (زبدہ) ختم ہو جائے تو امید ہے کہ سلسلہ عالیہ [نقشبندیہ] کے دیگر

متاخرین کے حالات بھی لکھے جائیں گے اور وہ درحقیقت اس کتاب (زبدہ) کی

پہلی جلد ہوگی۔“ (۱۱۳)

نسما ت دراصل وہی زبدۃ المقامات کی پہلی جلد ہے۔ نسما ت القدس کے نسخہ اسلام آباد

سے یوں لگتا ہے کہ مصنف ۱۰۳۹ھ میں دونوں جلدوں (نسما ت وزبدہ) میں رجال کے حالات کو

تاریخی ترتیب دے کر، ایک کتاب کی صورت میں لے آئے تھے۔ پھر اسے دو ”مقالہ“ پر تقسیم

کر کے مقالہ اول کو نسما ت القدس اور مقالہ دوم کو مقامات باقیہ احمدیہ کا نام دیا۔ دوسرا مقالہ

زبدۃ المقامات کے نام سے بھی مشہور ہوا۔ کشمی نے خود ہی کہا کہ اگر مقالہ دوم کو الگ کتاب بھی سمجھ

لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱۱۴) لیکن جب کشمی نے ان دونوں مقالات کو یکجا کیا تو اس میں

کچھ معمولی تبدیلیاں کیں۔ مثلاً زبدہ کے کان پوراڈیشن میں ہمیں جو مقدمہ نظر آتا ہے، وہ نسخہ

اسلام آباد میں موجود نہیں ہے۔

نسما ت، دو ”مقصد“ پر مشتمل ہے۔ پہلے مقصد میں مولانا سعد الدین کاشغری کے مریدین

اور دوسرے مقصد میں خواجہ احرار کے متوسلین کے حالات ہیں۔ زبدہ بھی دو ”مقصد“ پر مشتمل ہے،

مقصد اول خواجہ باقی باللہ اور مقصد دوم شیخ احمد سرہندی کے حالات میں ہے۔ لیکن مصنف نے

نسمات کے اختتام پر اور زبدہ کو شروع کرنے سے پہلے، ایک ”مقصد سوم“ خواجه باقی باللہ کے شیوخ کے حالات میں لکھا ہے، جس میں محمد زابد و خوشی، درویش محمد اور مولانا خواجگی کے حالات کا اضافہ کیا ہے۔ زبدہ کے خاتمہ (طبع کان پور) پر مصنف نے چھ رباعیاں خواجه باقی باللہ اور حضرت مجد دالف ثانی کی مدح میں لکھی ہیں۔ لیکن دونوں کتابوں کو یک جا کرتے ہوئے ان رباعیات کی جدسات اشعار کا ایک قطعہ درج کیا ہے جس کا مطلع یہ ہے:

شرح احوال نقشبندان را
نقش بستر بہ نوک ملک صواب

نسمات کے حسب ذیل مخطوطات ہمارے علم میں ہیں:

۱۔ گنج بخش لاہری، اسلام آباد، شمارہ ۱۰۴۷۰، بحظ نستعلیق، ایک مجموعہ رسائل میں جس کا کاتب ملا حبیب اللہ پشوری اور تاریخ کتابت ۱۲۰۲ھ ہے۔ اس میں نسمات اور زبدہ دونوں یکجا ایک کتاب کے طور پر شامل ہیں۔ نسخہ ابتدا سے قدرے ناقص ہونے کی وجہ سے نسمات کے مقدمہ کے کچھ مضامین غائب ہیں۔ اس نسخہ کا عکس میرے پاس موجود ہے۔

۲۔ البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ ۳۸۸، مکتوبہ ۱۲۰۵ھ۔ (۱۱۵)

۳۔ ذخیرہ شیخ عارف حکمت، ملک عبدالعزیز لاہری، مدینہ منورہ، بحظ نستعلیق، بقلم میرزا نعمت اللہ خوقندی، مکتوبہ شعبان ۱۲۳۸ھ، بفرمایش محمد خلیل فاروقی پشوری، برائے احمد عارف بیگ افندی معروف بہ حکمت اللہ بن ابراہیم عصمت اللہ افندی یعنی صاحب ذخیرہ (۱۲۰۱ھ۔ ۱۲۷۵ھ)، بمقام بلدہ قزان، ۱۵۳ ورق۔ اس نسخہ کا عکس پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم کے لطف و کرم اور محبوب حسن واسطی صاحب کی وساطت سے مجھے حاصل ہوا۔

۴۔ ایک نسخہ لندن گراڈ میں ہے (۱۱۶) لیکن مجھے اس کی تفصیلات مہیا نہیں ہو سکیں۔

نسمات کا فارسی متن تا حال نہیں پاپا (۱۱۷)، تاہم اس کا اردو ترجمہ، بقلم سید محبوب حسن واسطی، مکتبہ نعمانیہ، سیال کوٹ سے صفر ۱۳۱۰ھ/۱۹۸۹ء، ۲۹۶ صفحات میں شائع ہوا ہے۔ مترجم کے پیش نظر صرف نسخہ مدینہ تھا۔

زبدۃ المقامات/برکات احمدیہ (یعنی نسمات کا مقلہ دوم) مطبع منشی نول کشور، کان پور سے

۱۳۰۷ھ میں چھپی۔ ایک صدی بعد اسی کا عکس کتابخانہ حقیقت، استنبول نے ۱۴۰۸ھ میں شائع کیا۔

خواجہ احرار پر معاصرین کی تحقیقات

اگرچہ یہاں خواجہ احرار پر قدیم اور اولین مآخذ کا جائزہ لینا مقصود تھا، لیکن حسن ختام کے لیے یہاں چند معاصر تحقیقات کی طرف اشارہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

روسی مورخ الیکزینڈر بولدراف نے خواجہ احرار ولی^(۱۱۸) پر جو تحقیقات کی ہیں ان میں یہ کوشش کی ہے کہ سوویت یونین میں اشتراکی نظام کے زیر اثر خواجہ احرار کی شخصیت جس طرح مسخ کی گئی ہے، اس کی تلافی کی جائے اور ان کا اصل مقام پیش کیا جائے۔^(۱۱۹)

سمرقند یونیورسٹی (ازبکستان) کی ادبیات فیکلٹی کے پروفیسر ڈاکٹر باتورخان خلعت پور ولی خواجہ (پ: ۱۹۳۲ء) نے خواجہ احرار ولی کے نام سے تاجیکی^(۱۲۰) زبان میں کتاب تھینیف کی۔ پہلے پہل یہ روزنامہ آواز، سمرقند (۱۹۹۰ء) اور آواز تاجیک (۱۹۹۱ء) میں قسط وار چھپی تھی۔ بعد میں سمرقند (۱۹۹۲ء) اور دوشنبہ (۱۹۹۳ء) نے کتابی صورت میں شائع ہوئی۔ اس کا ازبکی ترجمہ بھی ۱۹۹۳ء میں سمرقند سے چھپ گیا تھا۔ چونکہ اس کتاب کا تاجیکی ایڈیشن کریلیہ رسم الخط میں ہے، پروفیسر رحیم مسلمانیان قبادیانی نے اسے فارسی رسم الخط میں منتقل کیا اور یہ خواجہ احرار ولی کے نام سے دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران نے ۱۳۷۶ شمسی / ۱۹۹۷ء میں شائع کی۔ ۱۱۴ صفحات کی یہ مختصر کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

۱۔ تاریخی تحقیقات پر ایک نظر؛

۲۔ محمد قاضی اور خواجہ احرار؛

۳۔ حضرت خواجہ احرار ولی کے مختصر حالات زندگی؛

۴۔ خواجہ احرار کے اطوار، آثار اور گفتار؛

۵۔ خواجہ احرار کے نام ور پیروکار اور ”احراری“

فارسی ایڈیشن (تہران، ۱۹۹۷ء) میں خرابی یہ ہے کہ پروفیسر قبادیانی نے، باوجود فاضل

آدمی ہونے کے، موضوع سے عدم واقفیت کی بنا پر اس کتاب میں مذکور اکثر افراد اور کتب کے نام اور اصطلاحات تصوف کو کریلیہ رسم الخط سے فارسی رسم الخط میں منتقل کرتے ہوئے بگاڑ دیا

ہے۔

۲۰۰۷ء میں تاشقند سے روسی زبان میں خواجه احرار پر ایک اہم کتاب شائع ہوئی۔ اس کتاب کی مصنفہ کا نام Kadyrova Mukhlisabony Turgunova ہے۔ اس کتاب کے روسی سرورق کی انگریزی نقل حرفی اور اس کا اردو اور انگریزی متبادل کچھ اس طرح ہے:

Zhitiia Khodja Akhrara: Opytsistemhogo analiza po rekonstuktzii biografii Khodja Akhrara iistorii roda Akhraridov

حیات خواجه احرار: خواجه احرار کی حیات اور ان کے خاندان کی تاریخ کی تشکیل نو کا ایک نظامیاتی جائزہ

The Life of Khoja Ahrar: A Systematic Analysis of the Reconstruction of the Biography of Khoja Ahrar and the History of the Family of Ahrar

اسے (IFEAC) French Institute of Central Asian Studies تاشقند نے شائع کیا ہے۔ یہ ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے ابواب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- ۱- مسموعات میر عبدالاول، حیات خواجه احرار کا اولین مآخذ؛
- ۲- سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین، حیات خواجه احرار کا دوسرا مآخذ؛
- ۳- مناقب نویسی کے آداب اور اصول (رشحات عین الحیات اور مقامات خواجه احرار کی روشنی میں)؛

- ۴- خواجه احرار کے مناقب نویس مصنفین اور ان کا طریق کار (مواد کی یسائیت اور اختلافات)؛

۵- خواجه احرار کا شجرہ؛

۶- اخلاف خواجه احرار کا شجرہ؛

۷- خاتمہ!

۸- فہرست مآخذ

اس کے بعد تین ضمیمے ہیں:

۱- شجرہ نامے!

۲- شجرہ نامے!

۳- بختیار ایم باباجان اف Bakhtiyor M. Babajanov^(۱۲۱) کا مقالہ ”خواجہ

احرار کے حوالے سے ایک صوفی شیخ کا تصور کیا ہے؟“

ضمیمہ کے تیسرے مقالہ سے گمان گذرتا ہے کہ کتاب کی مصنفہ، پروفیسر باباجان اف کی شاگرد ہیں اور یہ ان کی ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے۔^(۱۲۲)

خواجہ احرار پر پہلا مستقل اردو تذکرہ، حافظ مولوی محمد تقی انور علوی کا کوروی کا تصنیف کردہ ہے جو حضرت سلطان الاولیاء خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی کے نام سے کتب خانہ انور یہ تکیہ شریف کاظمیہ، کوروی، ضلع لکھنؤ سے ۱۳۰۶ھ/۱۹۸۶ء، ۱۶۶ صفحات میں شائع ہوا۔ اس تذکرہ کے مآخذ میں سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین، فقرات اور رشحات عین الحیات شامل ہیں۔ یہ تذکرہ حسب ذیل مضامین کا حامل ہے:

۱- لقب ”احرار“ کی تحقیق؛

۲- سوانحی حالات؛

۳- حالات و واقعات (کرامات)؛

۴- واقعہ وصال؛

۵- اولاد بزرگوار، اقوال

II II II

حواشی

- ۱۔ نجات کی تاریخ تصنیف کا تعین ہم نے نسخہ گنج بخش، اسلام آباد، شمارہ ۹۲۶۰ کی بنیاد پر کیا ہے۔ دیکھیے عارف نوشاہی، ”نسخہ نجات الانس از روزگار جہمی“، آئندہ، تہران، سال ۱۰، آبان - آذر ۱۳۶۳ ش، شمارہ ۸-۹، صفحات ۵۸۵-۵۸۸
- ۲۔ نجات الانس، ص ۴۱۰
- ۳۔ ایضاً، ص ۴۱۰
- ۴۔ ایضاً، ص ۴۰۳-۴۰۴
- ۵۔ ایضاً، ص ۴۰۴، ۵۹۲
- ۶۔ یہ کتاب ڈاکٹر کمال ارسلان کا پی ایچ ڈی کا تھیسز تھا۔ انہوں نے اسے مرثب لیا اور قدیم چغتائی رسم الخط (عربی) سے موجودہ رسم الخط میں بدل کر شائع کروایا۔ خوبہ احرار کے حالات صفحات ۲۵۶-۲۵۸ پر ہیں
- ۷۔ نوائی نے اس کتاب میں خوبہ احرار کی مرتبہ، ہمناموں کے ساتھ نامی بے اور رحمت کا سال ۱۹۴۲ء درج کیا ہے (ص ۲۵۷) جو صحیح نہیں ہے۔
- ۸۔ نسب نامہ احرار، ۱۳۲
- ۹۔ > خوبہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط، ص ۲۰۰
- ۱۰۔ رشحات بین المیات، ج ۲، ص ۶۰۷
- ۱۱۔ خوارق عادات احرار، پٹنہ، ۹۵: سلسلہ العارفین، ۶۷-۶۸، رشحات بین المیات، ج ۲، ص ۶۰۳۔
۶۰۷: ملفوظات، بند ۳۳۱، ۶۸۰
- ۱۲۔ ملفوظات، بند ۳۲۷: خوارق عادات احرار، ۶۱
- ۱۳۔ فقرات (نسخہ تاشقند)، ص ۶۰
- ۱۴۔ ان کے حالات کے لیے دیکھیے: سلسلہ العارفین، متعدد صفحات: رشحات بین المیات، ج ۲، ص ۳۷۸، ۶۲۶-۶۳۱: خوارق عادات احرار، پٹنہ، ۶۰، ۵۱: بیان سلسلہ خواجگان، ورق ۹، اور مجموعہ سلسلہ خواجگان نقشبند، ۱۳: سلسلہ الصدیقین، ورق ۱۹۱ اور مجموعہ: تاریخ رشیدی، صفحات ۳۳۹-۳۴۳

خواجه احرار

۳۰۹-۳۱۰، ۳۸۷-۳۸۸؛ جمرات الشوق لاصحاب الذوق؛ رسالہ در بیان احوال حضرت مولانا محمد قاضی، مصنف نامعلوم، جس میں مولانا محمد قاضی کے ایک مرید سے روایات نقل کی گئی ہیں، مخزونہ برٹش میوزیم، شمارہ Add.26267، ورق ۳۷ ب۔ ۴۱ بحوالہ فہرست ریو، ج ۲، ص ۸۵۹؛ لمحات من فحاحات القدس، ۲۳۱-۲۳۲؛ نسماۃ القدس من حدائق الانس، ص ۱۱۵-۱۲۰؛ طبقات شاہ جہانی، ورق ۱۳۵؛ خزینۃ الاصفیا، ج ۱، ص ۵۹۷-۵۹۸؛ مجالس العشاق (مطبوعہ) ص ۲۴۳ (اس اشاعت میں مرثیہ کتاب نے ہر جگہ عبید اللہ کی بجائے عبداللہ لکھا ہے۔)

۱۵۔ مفتی غلام سرور لاہوری کا خزینۃ الاصفیا ج ۱، ص ۵۹۷ میں یہ کہنا درست نہیں کہ مولانا محمد، بادشاہ وقت کی طرف سے منصب قضا پر فائز تھے۔

۱۶۔ تاریخ رشیدی، ص ۳۳۹-۳۴۰ میں دوسرے خط کا متن نقل ہوا ہے اور اسے میں نے اپنی کتاب احوال و سخنان خواجه عبید اللہ احرار، ص ۵۶۲-۵۶۳ میں بھی درج کیا ہے۔

۱۷۔ مولانا محمد قاضی، خواجه احرار کے حلقہ ارادت میں آنے سے پہلے شیخ زادہ الیاس، جو خواجه احرار کے بدترین مخالف تھے، کے پاس بھی گئے تھے۔ جب شیخ زادہ الیاس نے وفات پائی تو تعزیت کے لیے ان کے بیٹے کے پاس گئے۔ دیکھیے: خوارق عادات احرار (پٹنہ) ص ۵۲

۱۸۔ تاریخ رشیدی، ص ۱۳۷، ۳۲۲

۱۹۔ ایضاً، ص ۱۳۶

۲۰۔ ایضاً، ص ۲۴۶

۲۱۔ ایضاً، ص ۳۲۳

۲۲۔ ایضاً، ص ۴۰۹

۲۳۔ مخدوم اعظم احمد کاسانی کو بھی خواجه احرار کی طرح کئی سوانح نویس اور ملفوظات نگار میسر آئے جنہوں نے ان کے سوانح حیات اور ملفوظات پر کتب لکھیں، جیسے دوست محمد فالیز کار بن نوروز محمد الانحسکتی (م ۱۹۷۴ء) کی دو الگ الگ تصانیف سلسلہ الصدیقین و انیس العاشقین (مخطوطہ خلیل الرحمان داودی مرحوم، لاہور) اور تنبیہ الضالین والمضللین (البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، ۳۷۱۱)؛ قاسم بن محمد شہر صفائی بخاری متخلص بہ کاتب کی انیس الطالبین (البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، ۳۹۶۹)؛ حافظ ابراہیم کی مقامات احمد کاسانی پر ایک کتاب جس کا ذکر

جامع القامات میں ہوا ہے؛ ابوالبقا بن بہاء الدین نبیرہ رحمہ اللہ کی جامع القامات (تصنیف محرم ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء، مخطوطہ، گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، شمارہ ۸۳۳)۔ ان کتب میں بعض واقعات خولجہ احرار اور مولانا محمد قاضی سے بھی متعلق ہیں۔ دیکھیے: فہرست مشترک پاکستان، ج ۱۱، ص ۸۸۷۔

B. Babajanov, "Biographies of Makhdum-i A'zam al-Kasani al-Dahbidi.

Shaykh of the Sixteenth Century Naqshbandiya". *Manuscripta*

Orientalia, St. Petersburg, Vol. 5, No. 2, June 1999, pp. 3-8

۲۴۔ تاریخ رشیدی، ص ۳۸۷-۳۸۹؛ خزینۃ الاصفیاء، ج ۱، ص ۵۹۷ میں آپ کی تاریخ وفات غلطی سے ۹۱۱ھ لکھی ہے۔

۲۵۔ سمریہ، ص ۹۶ (طبع اول)؛ ص ۱۸۷ (طبع دوم)

۲۶۔ تاریخ رشیدی، ص ۳۸۸-۳۸۹؛ نسماۃ القدس، ص ۷۰، ۱۳۰۔

۲۷۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴

۲۸۔ مولانا محمد قاضی نے خولجہ مولانا کے بارے میں زیادہ وضاحت نہیں کی۔ بظاہر یہ خولجہ مولانا بن عیاض

الدین ہی ہیں جو خولجہ احرار کے مخالفین میں سے تھے اور ان کے حالات رشحات میں حیات، ج ۲،

ص ۵۳۳-۵۳۹ میں آئے ہیں۔ خولجہ احرار نے یہی بات مولانا شیخ صاحب خورق صاحب احرار سے

بھی کہی تھی کہ تم پیچھ اور نکھو نہ نکھو، میرے اور خولجہ مولانا کے درمیان پیش آنے والے واقعات ظہور

نکھنا۔ لیکن میرزا حیدر دوغلات نے اس کی تعبیر اور طرح سے کی ہے۔ دوغلات، خولجہ احرار کی مساعی

سے ۸۹۰ھ میں، سلطان احمد میرزا، عمر شیخ میرزا اور سلطان محمود خان کے درمیان صلح کروانے کا واقعہ، اس

میں مولانا محمد قاضی بھی شریک تھے، نقل کر چکنے کے بعد سلسلۃ العارفین کے حوالے سے مکتبہ انقیوں

پوشاہ اپنے اپنے لشکروں کی طرف چلے گئے اور خولجہ احرار نے دریائے جہلم کی طرف جا کر، دریا سے

کنارے اپنا منہ تازہ کیا۔ پھر مجھ فقیر | مولانا محمد قاضی | سے مخاطب ہو کر فرمایا ہمارے ان ہارناتے

لکھا جاسکتا ہے۔ مولانا محمد قاضی فرماتے ہیں کہ سلسلۃ العارفین کی تصنیف کا باعث خولجہ احرار کا یہی نام

تھا۔ تاریخ رشیدی، ص ۱۳۵-۱۳۶

۲۹۔ سلسلۃ العارفین، ص ۶

۳۰۔ ایضاً، ص ۶

۳۱۔ سلسلہ العارفین کے نسخوں میں اس کی تاریخ تصنیف، عربی عبارت میں اس طرح لکھی ہے: ”در تاریخ شہ عشر و تسمائے“، لیکن سعید نفیسی نے تاریخ نظم و نثر در ایران، ج ۱، ص ۳۸۳ میں اسے ”تاریخ شہ عشر و تسمائے“ پڑھ کر اعداد میں تاریخ ۹۱۰ھ لکھی ہے۔ سلسلہ العارفین کی تاریخ ۹۱۶ھ قرار دینے میں ایک اشکال یہ ہے کہ رشحات عین الحیات جو ۹۰۹ھ کی تصنیف ہے اس کے مصنف نے سلسلہ العارفین کو بطور ماخذ کیسے استعمال کر لیا؟ اگرچہ یہ اشکال سلسلہ العارفین کی تاریخ تصنیف ۹۱۰ھ مان لینے بھی ہے لیکن مصنفین کے ہاں یہ روایت رہی ہے کہ متعین سال تصنیف کے بعد بھی اپنی کتابوں میں معلومات داخل کرتے رہتے تھے۔

۳۲۔ مولانا شیخ بظاہر وہی خوارق عادات احرار کے مؤلف ہیں۔

۳۳۔ سلسلہ العارفین، ص ۹

۳۴۔ ایضاً، ص ۱۱

۳۵۔ تاریخ رشیدی، ص ۳۸۸

۳۶۔ سراج الصالحین، ص ۲۶۱

۳۷۔ حافظ کاکوروی کا اپنی کتاب خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی (ص ۳۱ حاشیہ) میں یہ کہنا درست نہیں ہے کہ سلسلہ العارفین، مسوعات میر عبدالاول کا ماخذ رہی ہے۔ معاملہ الٹ ہے، اس لیے کہ مسوعات، سلسلہ سے پہلے لکھی جا چکی تھی۔

۳۸۔ اسی نام سے ایک اور کتاب صنع اللہ نعمت اللہی نے بھی لکھی جو بسببی، ۱۳۰۷ھ سے شایع ہو چکی ہے۔

۳۹۔ <فہرست از بکستان>، جلد ۱۰، شمارہ ۹، ۶۹۴۹

۴۰۔ <فہرست علی گڑھ>، ۷۳۱، اس نسخہ کی مانکر و فلم حکیم سیو ظن الرحمان، مہتمم ابن سینا اکیڈمی، علی گڑھ نے اس وقت مہیا کی جب اس کے حصول کی میری ساری کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔ اس کے لیے میں ان ممنون ہوں۔

۴۱۔ فہرست نسخہ ہای خطی... مغنیسا، ص ۳۰۹-۳۱۰

۴۲۔ <فہرست از بکستان>، ج ۸، ش ۵۹۷

۴۳۔ فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ گنج بخش، ج ۴، ص ۲۱۲۵

۴۴۔ خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی، ص ۲۴

- ۴۵۔ مرآت التصوف، ص ۱۲۲
- ۴۶۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانہ بروسہ، ۱۰۸ میں سہوا کاتب کا نام محمد قاضی بن برہان الدین لکھا ہے۔
- ۴۷۔ اب اہل ترکی اس کا تلفظ بورسہ / Bursa کرتے ہیں۔ قدیم علماء بروسہ بھی ہے۔
- ۴۸۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانہ رضا، رام پور، ج ۱، ص ۷۰۴
- ۴۹۔ < فہرست ازبکستان >، ج ۱۰، ص ۲۹۵
- ۵۰۔ ایضاً، ج ۸، ش ۴، ص ۵۹۷
- ۵۱۔ فہرست مشترک پاکستان، ج ۱۱، ص ۸۴۳
- ۵۲۔ نسخہ ہای خطی، دفتر ۹، ص ۲۹۵: شاید یہی نسخہ نمبر 3333 کے ساتھ دفتر ۱۰، ص ۳۵۵ میں مکرر درج ہوا ہے۔
- ۵۳۔ < مخطوطات افغانستان >، ص ۱۳۹
- ۵۴۔ مرآت التصوف، ص ۱۲۲
- ۵۵۔ فہرست کتب عربی وارد و مخزونہ کتب خانہ آصفیہ، ج ۱، ص ۴۴۲
- ۵۶۔ نسخہ انسائیکلو پیڈیا ایرانیکا میں درج مقالہ "احرار" کے مآخذ میں شامل ہے۔
- ۵۷۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانہ رضا، رام پور، ج ۱، ص ۲۹۹
- ۵۸۔ < فہرست علی گڑھ >، ج ۱، ص ۲، ص ۱۰۹۹
- ۵۹۔ نسخہ ہای خطی، دفتر ۱۱-۱۲، ص ۵۴۳
- ۶۰۔ کاکوروی صاحب نے پہلے ایک مبسوط مقالہ "امیر الامراء رئیس الاولیاء، حضرت خواجه عبید اللہ احرار نقشبندی، ایک مطالعہ" عنوان سے لکھا جو ماہ نامہ برہان، دہلی میں تین قسطوں | دسمبر ۱۹۸۴ء، جنوری، ۱۹۸۵ء، فروری ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا۔ بعد میں اسی کو توسیع دے کر کتابی صورت میں کاکوروی سے ۱۹۸۶ء میں شائع کیا جس کا ذکر اپنے مقام پر ہوا ہے۔
- ۶۱۔ برہان، جنوری ۱۹۸۵ء، ص ۱۸: خواجه عبید اللہ احرار نقشبندی، ص ۳۱
- ۶۲۔ وہی حوالہ۔
- ۶۳۔ برہان، جنوری ۱۹۸۵ء، ص ۲۲، خواجه عبید اللہ احرار نقشبندی، ص ۳۳
- ۶۴۔ عبد اللہ المعروف خواجه مولانا قاضی کے حالات کے لیے: حبیب السیر، ج ۴، ص ۲۶۱

- ۶۵۔ برہان، جنوری ۱۹۸۵ء، ص ۲۱؛ خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی، ص ۳۳
- ۶۶۔ تاریخ رشیدی، ص ۲۸۸
- ۶۷۔ ایضاً، ص ۲۸۸-۲۸۹
- ۶۸۔ ایضاً، ص ۳۹۱-۳۹۷
- ۶۹۔ نسماۃ القدس، ص ۹۰
- ۷۰۔ ایضاً، ص ۱۱۹
- ۷۱۔ شاید یہ ابوالخیر بن دولت شیخ بنی شیبانی کی طرف اشارہ ہو جو ۸۳۲ سے ۸۷۳ھ تک ماوراء النہر میں حکمران تھا۔ لیکن مولانا محمد قاضی اس دور میں ابھی مشہور نہیں ہوئے تھے۔
- ۷۲۔ رسالہ در شرایط سلطنت، نسخہ تہران، ص ۱۳۷-۱۳۹
- ۷۳۔ <فہرست انڈیا فانس>، شمارہ 1923/25
- ۷۴۔ <اسٹوری>، ج ۱، ص ۲، ص ۹۶۷، دوسرا مصرع نامکمل ہے۔
- ۷۵۔ محمد تقی دانش پڑوہ نے نسخہ ہای خطی، دفتر ۱۰، ص ۳۲۲ میں اس نسخہ کا اندراج بحوالہ رسالہ *Me'langes Asiaticques* طبع پیرزبرگ، ۱۸۶۴، ج ۵، ص ۲۲۱ (درن۔ خانیکوف، کتابخانہ قیصری) کیا ہے۔
- ۷۶۔ کاشفی کے حالات اور مزید مآخذ کے لیے دیکھیے: احمد گلچین معانی، مقدمہ لطائف الطوائف تصنیف فخر الدین علی صفی سبزواری، انتشارات اقبال، تہران ۱۳۶۲ش، طبع چہارم، علی اصغر معینیان، مقدمہ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۶۵-۹۹؛ نسماۃ القدس (قلمی، گنج بخش)، ص ۹۷، ۱۰۰
- ۷۷۔ ان کے مزار کی حالت، تصویر، لوح مزار کے لیے دیکھیے: رسالہ مزارات ہرات، ص ۱۳-۱۵ (تعلیقات)
- ۷۸۔ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۷-۸
- ۷۹۔ ایضاً، ج ۱، ص ۸
- ۸۰۔ رشحات عین الحیات کا حجم زیادہ ہونے کے باعث، تہران ایڈیشن ۲ جلدوں میں تقسیم ہوا ہے۔ اس طرح کہ ”مقالہ“ پہلی جلد میں اور تین ”مقصد“ اور خاتمہ دوسری جلد میں آئے ہیں۔
- ۸۱۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فہرست مشترک پاکستان، ج ۱۲، ص ۲۲۳؛ فہرست نسخہ ہای خطی بروسر، ص ۴۲؛ <اسٹوری>، ج ۱، ص ۹۶۳-۹۶۶
- ۸۲۔ ہم نے یہ اطلاع حیض السجات کے ایک عکسی صفحہ سے اخذ کی ہے جو نقشی از مولانا خالد نقشبندی و پیروان

طریقہ او میں چھپا ہے۔ حیط السجرات کا اصل قلمی نسخہ نقشی از مولانا خالد... کی مصنفہ مہین دخت معتمدی کے پاس تھا۔

۸۳۔ نقشی از مولانا خالد نقشبندی و پیر وان طریقہ او، ص ۱۶-۱۷: یہی معرفت مصنفہ کے چچا ہیں۔
۸۴۔ رشحات مین الحیات، ج ۲، ص ۶۱۷-۶۲۰: ملفوظات احرار، نسخہ گنج بخش، شمارہ ۵۸۶۶ کے ترقیمہ میں ان کا نام مولانا شیخ آیا ہے۔

۸۵۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۲۵-۱۲۶

۸۶۔ دونوں خواجه احرار کے داماد ہیں۔

۸۷۔ خوارق عادات احرار (پنڈ) ص ۶۱-۶۲

۸۸۔ سلسلہ العارفین، ص ۹

۸۹۔ سلسلہ نامہ ۱۱۴ الف: نسماۃ القدس، ص ۹۶

۹۰۔ خوارق عادات احرار (پنڈ) ص ۵۸، میری قرأت کے مطابق "نہ صدویا زودہ" ہے: لیکن نسخہ استنبوں،

ص ۷۱ اور نسخہ تاشکند (شمارہ 8237/1) میں آگ لگنے کا واقعہ ۹۱۵ھ کا لکھا ہے۔ مقامات خواجه احرار، تصحیح نوکیو، ص ۶۵ میں بھی ۹۱۵ھ ہے۔

۹۱۔ نسماۃ القدس، ص ۱۰۲

۹۲۔ ملفوظات احرار، نسخہ گنج بخش، شمارہ ۵۸۶۶، ص ۲۱۳: "این نسخہ مقابلاً کردہ شدہ نسخہ مصنفہ معتمدیہ و پنشن

مسموع شد کہ تصحیح خدمت مولانا شیخ است کہ از کبار اصحاب حضرت خواجه بوہ اند۔"

۹۳۔ مصنف نے خود اس رسالہ کا کوئی نام متعین نہیں کیا، راقم الطور نے موضوع کی مناسبت سے اس کا نام

نسب نامہ احرار یا نسب نامہ حضرت خواجگان مقرر کیا ہے۔

۹۴۔ نسب نامہ احرار، (نسخہ اسلام آباد) ص ۱۳۰

۹۵۔ ایضاً، ص ۱۳۱

۹۶۔ ایضاً، ص ۶۸-۶۷

۹۷۔ ایضاً، ص ۶-۵

۹۸۔ ایضاً، ص ۱۲۶-۱۲۷

۹۹۔ ایضاً، ص ۶۸-۶۷

- ۱۰۰- ایضاً، ص ۱۳۸
- ۱۰۱- ایضاً، ص ۳۹، نسخہ استنبول، ۱۶۳ الف میں یوں لکھا ہے: ”در سنہ از بندگان حضرت رخصت مکہ گرفتہ“ یعنی سال نہیں لکھا ہے۔
- ۱۰۲- نسب نامہ احرار، ص ۱۱۰
- ۱۰۳- ایضاً، ص ۱۶۵
- ۱۰۴- ایضاً، ص ۱۶۶، ”خاتمہ“ کے مندرجات نسخہ استنبول میں مفصل اور نسخہ اسلام آباد میں مجمل ہیں۔ میرزا نشاط کا نام صرف نسخہ استنبول میں ہے۔
- ۱۰۵- کشمی نے نسماۃ القدس اور زبدۃ المقامات کے دیباچے میں اپنے بارے میں مختصراً لکھا ہے۔ میں نے اسی دیباچے سے استفادہ کیا ہے۔ نیز دیکھیے: محمد اسلم، ”خواجہ محمد ہاشم کشمی“، مضمونہ تاریخی مقالات، ندوۃ المصنفین، لاہور، ۱۹۷۰ء، طبع اول، ص ۱۶۲-۱۷۶؛ اس میں زیادہ تر کشمی کے فارسی دیوان کا تعارف ہے۔ تاریخی مقالات کے دوسرے ایڈیشن، بک ٹاک، لاہور، ۱۹۹۱ء میں یہ مقالہ شامل نہیں ہے۔
- ۱۰۶- طبقات شاہ جہانی (طبقہ عشرہ)، ص ۲۶۔
- ۱۰۷- عارف نوشاہی، ”محمد ہاشم کشمی کے بعض فارسی رسائل کی بازیافت“، فکر و نظر، اسلام آباد، محترم۔
ربیع الثانی ۱۳۱۳ھ، ص ۷۳-۸۶
- ۱۰۸- حضرات القدس، ص ۳۶۸-۳۸۳، سال وفات کی جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔
- ۱۰۹- غلام مصطفیٰ خان، ”خواجہ محمد ہاشم کشمی“، تحقیق، حیدرآباد، شمارہ ۲، سال ۱۹۸۸ء، ص ۳۷
- ۱۱۰- <فہرست انڈیا آفس>، ص ۲۸۹۸
- ۱۱۱- تفصیل کے لیے دیکھیے: فہرست مشترک پاکستان، ج ۱۱، ص ۸۹۱-۸۹۲، منزوی اور <اسٹوری>، ج ۱، ص ۹۸۹ نے تاریخ تصنیف ۱۰۳۱ھ لکھی ہے جو درست نہیں ہے۔ کشمی نے نسماۃ القدس، ص ۵۴ میں مولانا حسین قاشقی [یعنی قاشق تراش] کے حالات میں بصراحت لکھا ہے: ”امروز کہ سال ہزاروی و نہ است“ یعنی اب کہ سال ۱۰۳۹ھ ہے۔ دوسرا یہ کہ نسماۃ القدس، زبدۃ المقامات (سال تصنیف ۱۰۳۷ھ) کے بعد تصنیف ہوئی ہے اور ۱۰۳۱ھ کسی طرح سے بھی سال تصنیف نہیں ہو سکتا۔
- ۱۱۲- زبدۃ المقامات، ص ۱۲-۱۳
- ۱۱۳- ایضاً، ص ۵

- ۱۱۳۔ نسیمات القدس، ص ۱۵۲
- ۱۱۵۔ < فہرست از بکستان >، ج ۳، ش ۲۶۳۳
- ۱۱۶۔ < استوری >، ج ۱، ش ۹۸۹، ۹۹۰
- ۱۱۷۔ ایک پاکستانی طالب علم منیر جہان ملک نے دانشکدہ ادبیات و علوم انسانی، دانشگاہ تہران سے ۷۵-۱۳۷۳ ش / ۹۶-۱۹۹۵ء میں نسیمات القدس کی تصحیح کر کے پی ایچ ڈی مکمل کی۔ ان کے پیش نظر اسلام آباد اور مدینہ کے نسخے تھے۔
- ۱۱۸۔ وسطی ایشیا میں آپ ”خواجه احرار ولی“ کے نام سے معروف ہیں۔
- ۱۱۹۔ رحیم مسلمانیان قبادیانی، ”ادبیات نوتا جیگی“، کیسان فرہنگی، تہران، سال ۹ (دی ماہ ۱۳۷۱ ش)، شمارہ ۱۰، ص ۴۷: اس مقالہ میں بولدروف کی خواجه احرار کے بارے میں تحقیقات کا سرسری ذکر ہوا ہے۔
- ۱۲۰۔ فارسی اس وقت تین ممالک کی سرکاری زبان ہے لیکن تینوں ممالک میں اس کے اپنے نام ہیں: ایران میں فارسی، افغانستان میں دری، تاجیکستان میں تاجیکی۔ بنیادی طور پر یہ ایک ہی زبان ہے، سبھی کا فرق ہے۔ تینوں ممالک کا کلاسیک ادبی سرمایہ بھی مشترک ہے۔
- ۱۲۱۔ بابا جان اف ابوریحان بیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز سے وابستہ ہیں اور اس وقت وسطی ایشیا میں اسلام اور تصوف کی تاریخ کے ماہر تصور کیے جاتے ہیں۔
- ۱۲۲۔ اس کتاب کی اشاعت کے اطلاع کے لیے پروفیسر جو۔ این گروس کا ممنون ہوں۔

احوال خوابہ احرار

خواجه احرار کے آبا و اجداد اور خاندان

خواجه احرار کے آبا و اجداد^(۱) اہل علم و عرفان اور اصحاب ذوق و وجدان میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق اور والدہ کی طرف سے حضرت عمر فاروق سے جا ملتا ہے۔ احرار کے والد کھیتی باڑی کرتے تھے اور غلہ فروخت کرتے تھے۔ انہوں نے زیارت بیت اللہ بھی کی تھی۔^(۲) خواجه احرار کے دادا شہاب الدین شاشی بھی کھیتی باڑی اور تجارت کرتے تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ، خواجه داؤد کی صاحبزادی تھیں۔ خواجه داؤد کے والد رومی کا نام خواجه خاوند طہور اور دادا کا نام عمر باغستانی تھا۔

خواجه احرار کی دو بہنیں تھیں اور دونوں مستجاب الدعوات تھیں۔ ان میں سے ایک باب، چین کی اولاد میں سے خواجه عماد الملک سے منسوب تھیں، اور دوسری بہن کی نسبت خواجه احرار کے چچا زاد خواجه اسحاق کے بیٹے سے ملتی ہے۔^(۳)

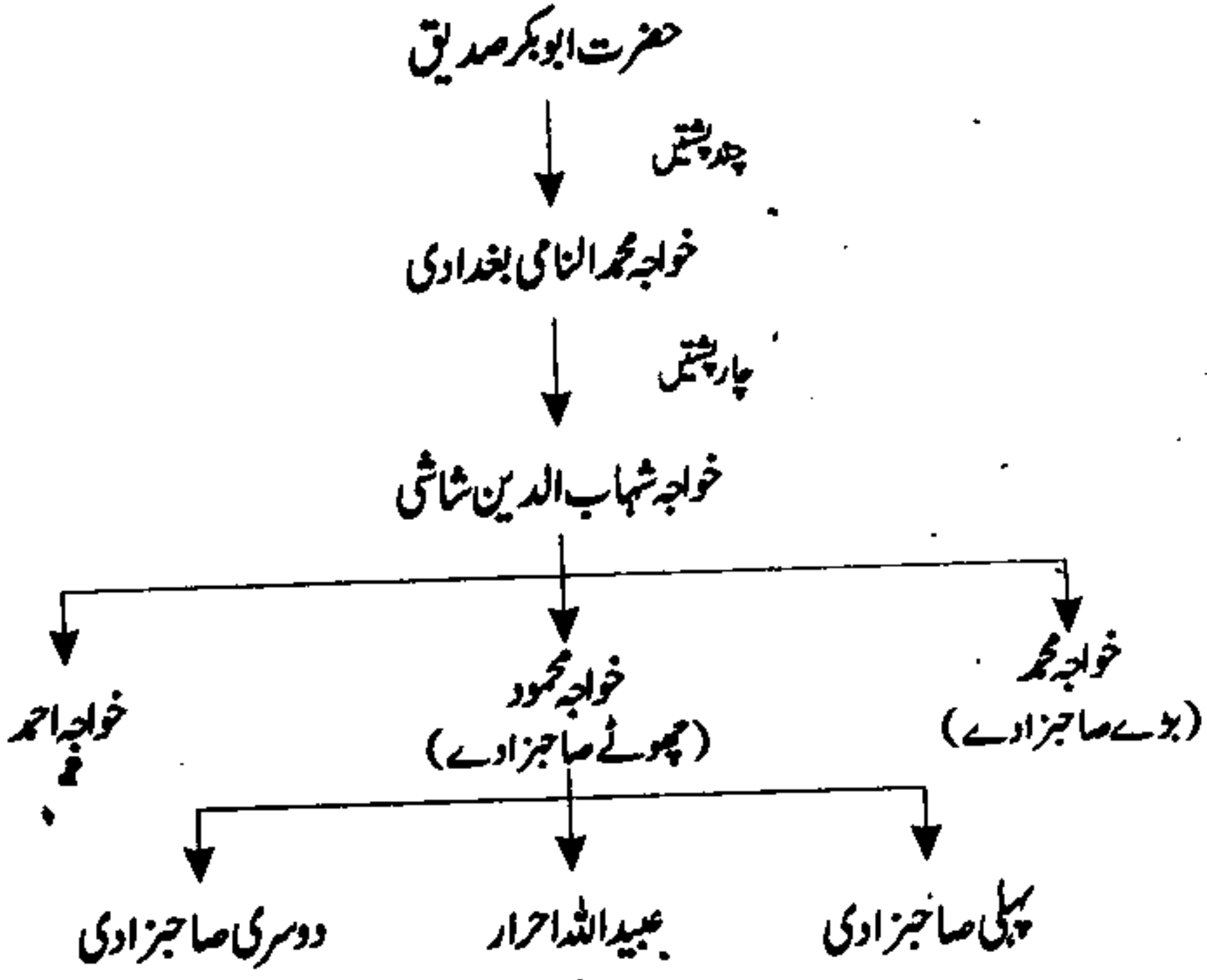
ولادت اور جاعے پیدائش

ناصر الدین عبید اللہ احرار،^(۴) رمضان ۸۰۶ھ، مارچ ۱۲۲۰ء میں تاشقند کے ایک گاؤں باغستان میں پیدا ہوئے۔^(۵) بچپن ہی میں بعض بزرگوں نے پیشین گوئی کر دی تھی کہ خواجه احرار آگے چل کر بہت مقام و مرتبہ پائیں گے۔^(۶)

جب خواجه احرار کا ماوراء النہر میں اثر و رسوخ بڑھا تو ان کے عقیدت مندوں نے انہیں حضرت رسول اکریمؐ کی اس حدیث کے مصداق قرار دیا^(۷) جس میں آپؐ نے فرمایا ہے:

يُخْرِجُ رَجُلًا مِنْ وَرَاءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ بْنُ حِرَاثٍ، عَلِيٌّ

والد کی طرف سے سلسلہ نسب



والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب

عبداللہ بن عمر فاروق

↓ سولہ پستیں

عمر یا غستانی

↓

خاوند طہور

↓

خواجہ داؤد

↓

خواجہ احرار کی والدہ

↓

خواجہ احرار

مَقْدِمَتِهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مَنْصُورٌ يُوَطَى. اَوِيْمُكُنْ. لآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
مَكَّنْتَ قُرَيْشٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ ... نَبِيِّ الْحَرِّ۔^(۸)

خواجہ احرار نے اپنی ابتدائی زندگی باغستان میں گزاری۔^(۹) پھر ۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء میں سلطان ابوسعید (حک: ۸۵۵-۸۷۲ھ) کی درخواست پر تاشقند سے سمرقند چلے گئے اور دو سال تک وہیں رہے۔ اہل سمرقند پہلے سے ان کی آمد کے منتظر تھے۔^(۱۰)

تاشقند: خواجہ احرار کا مقام پیدائش

ماضی میں ایرانی، تاشقند^(۱۱) کوچ اور عرب شاش اور بنگلٹ کہتے تھے، جو شاید بیٹھ کی تصحیف ہو۔^(۱۲) یہ شہر دریائے سیحون (سیردریا) کے شمال مشرق میں واقع ہے اور قرون وسطیٰ میں ماورائے سیحون کے بڑے اور خوشحال ترین اور عظیم ترین علاقوں میں شمار ہوتا تھا۔ ساتویں صدی ہجری میں سلطان محمد خوارزم شاہی کی لشکر کشی کے نتیجے میں اس شہر کا ایک حصہ برباد ہو گیا۔ پھر منگولوں کے حملے میں باقی ماندہ شہر بھی ویران ہو گیا۔ لیکن یہ شہر زیادہ عرصہ تک ویران نہ رہا اور بڑی تیزی سے اس کی ویرانی کے آثار ختم ہو گئے اور جب آٹھویں صدی ہجری میں امیر تیمور اور اس کے لشکر کی یہاں آئے تو یہ کافی اہمیت کا حامل شہر بن چکا تھا۔ اب یہ شہر ازبکستان میں واقع ہے اور ۱۹۳۰ء سے اس ملک کا دار الحکومت چلا آ رہا ہے۔^(۱۳)

سمرقند: خواجہ احرار کا مسکن و مدفن

سمرقند وسطی ایشیا کا قدیم ترین شہر ہے۔ یہ شہر، شہر افراسیاب (تیسرا چوتھا ہزارہ قبل مسیح) کے مقام پر آباد ہوا اور بخارا کے شرق میں ڈیڑھ سو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ شہر دریائے سندھ کے جنوبی ساحل سے زیادہ دور نہیں اور سطح مرتفع پر آباد ہے۔ ماوراء النہر کے دیگر شہروں کی طرح سمرقند کی تباہی بھی ۶۱۶ھ / ۱۲۱۹ء میں منگولوں کے حملوں کے نتیجے میں ہوئی۔ اس کے باوجود ۷۷۱ھ / ۱۳۶۹ء میں امیر تیمور نے اسے اپنا دار الحکومت قرار دیا اور عظیم عمارتیں تعمیر کروائیں اور شہر کو ایک تازہ شکل دی۔ شہر میں مساجد اور سرائیں تعمیر کروائی گئیں۔ چین کے سفیر کلاوینخو نے ۸۰۸ھ / ۶-۱۳۰۵ء میں وہاں بعض عظیم الشان عمارتوں کو قائم دیکھا اور سمرقند کی عظمت کو اپنے

مولد اشبیلیہ کا ہم پلہ قرار دیا (Emhassy, 169...)۔ ۱۳۲۳ھ/۱۹۲۵ء میں سمرقند، ازبکستان کا دار الحکومت بنا، لیکن پانچ سال بعد تاشقند نے اس کی جگہ لے لی۔ پرانا سمرقند شہر کے مشرقی حصے میں اپنی تنگ اور پڑ پٹی گلیوں کے ساتھ موجود ہے، اور امیر تیمور اور اس کے جانشینوں کے ادوار میں وسطی ایشیا میں تعمیر ہونے والی عمدہ ترین عمارتوں کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔^(۱۳)

خواجہ احرار کے خدو خال / شکل و شباہت

خواجہ احرار ”نہایت با زعب اور نورانی شخصیت کے مالک“ تھے۔^(۱۵) طاقت ور تھے۔ ہرات میں تھے تو گشتی کے مقابلوں میں حصہ لیتے تھے^(۱۶) اور حمام میں پندرہ سولہ افراد کی مالش کرتے تھے۔^(۱۷)

بعض ماخذ میں اُن کی بنائی جانے والی تصویر کا ذکر ملتا ہے۔ مولانا شیخ لکھتے ہیں کہ سلطان محمد رومی [بظاہر محمد دوم، فاتح، حکم ۸۶۶-۸۵۵ھ] نے روم سے ایک مصور سمرقند بھجوایا جس نے احرار کی تصویر بنائی اور روم لے گیا۔^(۱۸) اس تصویر کا اب کوئی سراغ نہیں ملتا۔ لیکن خدا بخش لائبریری، پٹنہ کے ایک مرقع (نمبر ۲۰۰۵) میں احرار کی ایک اور خیالی تصویر موجود ہے۔^(۱۹) اس تصویر میں دائیں طرف ایک نوجوان لڑکا، جس کی عمر چودہ سال کے قریب ہے اور بائیں طرف ایک بوڑھا شخص سفید داڑھی والا ہاتھ میں عصا لیے کھڑا ہے۔ تصویر کے نیچے یوں تحریر ہے: ”خواجہ احرار و ملا عبد الرحمن جامی“، اگر دائیں طرف کی تصویر کو احرار اور بائیں طرف والی کو عبد الرحمن جامی یا اُس کے برعکس سمجھ لیں تو دونوں صورتوں میں یہ خلاف حقیقت ہے کیونکہ تاریخی اعتبار سے جامی اور احرار کے درمیان عمروں کا فرق صرف گیارہ سال کا ہے، جبکہ مذکورہ تصویر میں دونوں کے درمیان ساٹھ سال سے کم کا فرق نہیں لگتا۔ بظاہر مصور جامی اور احرار کی تواریخ و ولادت سے بے خبر ہے۔

خواجہ احرار کی ایک اور تصویر مجالس العشاق، خطی، گنج بخش لائبریری، اسلام آباد (نمبر ۷۳۰) میں ملتی ہے۔ اس تصویر میں، جو باون ویں مجلس میں بنائی گئی ہے، خواجہ احرار سیاہ داڑھی اور بالوں کے ساتھ صحت مند نظر آ رہے ہیں اور مولانا حاجی محمود جلد ساز کی دکان میں کتابیں ملاحظہ کر رہے ہیں۔ اسی لوح کے ایک اور منظر میں خواجہ احرار، حاجی محمود کے شاگرد مولانا شیخ ابوسعید جلد ساز کو کتابیں پکڑا رہے ہیں۔

خواجہ احرار کی ایک تصویر برٹش میوزیم میں اٹھارہویں صدی عیسوی کے ایک مغل مخطوطہ (MS. 1974-617-010 (2)) میں بھی موجود ہے، جسے > خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط < کے سرورق پر شائع کیا گیا ہے۔

ابتدائی تعلیم

خواجہ احرار نے ابتدائی تعلیم کا آغاز تاشقند کے ایک مکتب سے کیا۔ آپ کے خالور ماموں ابراہیم شاشی نے آپ کی تعلیم میں بھرپور کوشش کی۔ وہ خواجہ احرار کو گھر پر بھی پڑھاتے تھے۔^(۲۰) بعد میں انھیں ۸۲۸ھ / ۱۴۲۵ء میں مزید تعلیم کے لیے سمرقند لے گئے لیکن احرار باطنی مشاغل میں اس درجہ منہمک ہو چکے تھے کہ ظاہری علوم کے حصول کو جاری نہ رکھ سکے۔^(۲۱) جب بھی ان کے خالور ماموں نے حصول تعلیم پر زور دیا، خواجہ احرار بیمار پڑ گئے۔ یہاں تک کہ ایک بار احرار نے اپنے خالور ماموں سے کہہ دیا: ”میں اس سے زیادہ نہیں پڑھ سکتا۔ اگر آپ نے مزید اصرار کیا تو میں مر جاؤں گا“،^(۲۲) اور پڑھنا چھوڑ دیا۔ ان کی کل تعلیم، نحو کی کتاب مصباح^(۲۳) کے ایک دو ورق سے زیادہ نہ تھی۔

لیکن خواجہ ابولیشی جیسے سمرقند کے عالم اس بات کے معترف تھے: ”ہم جانتے ہیں کہ آپ (احرار) نے علوم ربی بہت کم پڑھے تھے [لیکن] کم ہی کوئی دن ایسا ہوتا تھا کہ آپ تفسیر قاضی^(۲۴) سے کوئی ایسا اشکال ہمارے سامنے نہ لائیں اور ہم سب اس کے حل سے عاجز نہ آ جائیں۔“^(۲۵) اور حقیقت بھی یہی ہے کہ خواجہ احرار کی تحریروں سے قطعاً احساس نہیں ہوتا کہ وہ کم پڑھے لکھے اور درس سے گریز کرنے والے تھے کیونکہ آپ کے آثار میں علمی اور ادبی نکلتے اتنے وافر ہیں کہ انسان کثرت مطالعہ سے ہی انھیں سمجھ سکتا ہے۔ آپ کو علم طب اور تعبیر خواب کا بھی درک تھا۔^(۲۶) خواجہ احرار نے بچپن میں حضرت عیسیٰ کو خواب میں دیکھا۔ انھوں نے خواجہ احرار سے کہا، ”میں آپ کی تربیت کروں گا۔“^(۲۷)

سوانح حری

مولانا محمد قاضی نے احرار کے انداز کتابت کے بارے میں لکھا ہے:

”آپ [احرار] جب قلم پکڑتے تو لمحہ بھر کو توقف کرتے اور پھر لکھنے لگ جاتے۔ ایک روز اس مجموعے کے محترم، خادم [محمد قاضی] سے فرمایا ”کچھ پتا ہے کہ میں لکھنے سے پہلے توقف کیوں کرتا ہوں؟ وجہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو آپ سے خالی کروں اور خود کو حق تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کے سامنے رکھ دوں۔ [اس کے بعد] بے اختیار میرا قلم جاری ہو جاتا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے اسے کوئی اور چلانے لگتا ہے۔ پس جو لکھا جاتا ہے وہ میرا لکھا نہیں ہوتا۔ اور یہ جو تم دیکھتے ہو کہ کوئی شخص میرے خط کے مضمون سے تجاوز نہیں کرتا اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ ورنہ میرا خط کوئی یا قوت مستعصمی [جیسا نہیں]۔ یہ تو خط شکستہ ہے جسے لوگ مشکل سے پڑھتے ہیں۔“ (۲۸)

احرار کے دستیاب خطوط سے اس امر کی تائید ہوتی ہے۔ آپ کا خط بمشکل پڑھا جاتا ہے۔

بزرگ صوفیہ سے ملاقاتیں

خواجہ احرار کے ترک تعلیم کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ماوراء النہر کے بزرگوں اور صوفیہ سے ان کا شوقِ ملاقات تھا۔ آپ بائیس سال کی عمر میں حصول علم کے لیے تاشقند سے سمرقند گئے۔ دو سال بعد وہاں سے بخارا چلے گئے۔ بخارا سے خراسان تشریف لے گئے اور مرو کے راستے ہرات میں داخل ہوئے اور وہاں چار سال قیام کیا۔ پھر بلخ، شبرغان اور چغانیان کے راستے ہلغو گئے، پھر ہرات لوٹ آئے اور مزید ایک سال ہرات میں گزارا۔ اور وہاں سے ۲۹ سال کی عمر میں اپنے وطن تاشقند لوٹے۔ (۲۹) خواجہ احرار نے ان اسفار کے دوران اور دیگر کئی اسفار میں، جو ان کی زندگی کے ماہ و سال پر پھیلے ہوئے ہیں، کئی جلیل القدر مشائخ اور اکابرِ طریقت سے ملاقاتیں کیں۔ یہاں ان بزرگوں کے نام بہ ترتیب حروف تہجی لکھے جاتے ہیں اور خواجہ احرار کی ان سے ملاقات کی کیفیت مختصراً بیان کی جاتی ہے: (۳۰)

• شیخ برہان الدین آبریز: احرار نے آپ سے سمرقند میں ملاقات کی۔ (۳۱)

• شیخ بہاء الدین عمر: ہرات میں اپنے قیام کے دوران خواجہ احرار ہفتے میں دو تین بار ان کی ملاقات کو جاتے اور رات کو وہیں قیام کرتے تھے۔ اگرچہ مشائخ خراسان میں شیخ بہاء الدین عمر کے طور طریقے آپ کو سب سے زیادہ پسند تھے، لیکن ان کی بعض عادات پر

تفہیم بھی کرتے اور اکثر کہتے تھے کہ برائی کی روک تھام اور شریعت کی ترویج کے لیے شیخ بہاء الدین عمراتی کوشش نہیں کرتے جتنی کرنی چاہیے، اور عوام کے اہم امور جن لوگوں کے ذمے لگاتے ہیں وہ لوگ اس قابل نہیں ہوتے۔ (۳۲)

مولانا حسام الدین پارسا: علاء الدین عطار کے خلیفہ تھے۔ احرار نے ان سے بلخ میں ملاقات کی۔ پارسا کی خواہش تھی کہ احرار ان کے مرید ہو جائیں لیکن احرار نے ایسا نہ کیا اور ان سے صرف نقشبندی سلسلے کی تلقین حاصل کی۔ (۳۳)

قاضی حسام الدین بخاری شاشی فرزند حمید الدین شاشی: خواجہ احرار نے ان سے بخارا میں ملاقات کی اور ان میں جمعیت خاطر کی فراوانی پائی۔ (۳۴)

شیخ خادم: شیخ داؤد کے خلیفہ تھے۔ شہر سبز کے نواحی گاؤں قریہ گنیش خانہ میں خواجہ احرار سے ملاقات کی۔ (۳۵)

درویش احمد سمرقندی: جامع مسجد ہرات میں وعظ کرتے تھے اور احرار کو آپ کا وعظ بہت پسند تھا۔ آپ ان کی مجلس وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ ایک بار زین الدین خوانی نے درویش احمد سمرقندی کی تکفیر کرتے ہوئے انھیں ممنوع المنہر قرار دیا تو خواجہ احرار نے ان کی مدد کی اور انھیں ایک دوسری مسجد میں جگہ دلوا دی۔ (۳۶)

زین الدین خوانی: خواجہ احرار کی ان کے ساتھ ہرات میں کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ احرار شیخ بہاء الدین عمر کے مقابلے میں خوانی سے کم عقیدت رکھتے اور فرماتے تھے، خوانی بھی دفع منکرات کے لیے اپنا اثر و رسوخ استعمال نہیں کرتے۔ (۳۷)

سید زین العابدین: شیخ اسحاق ختلانی کے مرید تھے۔ خواجہ احرار نے ہرات میں ان سے ملاقات کی اور ان سے سید محمد نور بخش قاینی کی مہدویت کے بارے میں استفسار کیا۔ (۳۸)

شیخ سراج الدین پیر مسی خلیفہ بہاء الدین نقشبند۔ (۳۹)

سعد الدین کاشغری: سمرقند اور ہرات میں خواجہ احرار کا ان کے پاس متواتر آنا جانا بہت اور دونوں کے درمیان بے تکلفانہ دوستانہ مراسم قائم تھے۔ (۴۰)

مولانا شمس الدین محمد: خواجہ احرار نے ان سے صنوبر درہ میں ملاقات کی اور ایک ہفتہ تک ان کی مجلس وعظ میں شریک رہے۔ (۴۱)

سید عاشق: خواجہ احرار سمرقند میں آپ کی مجلس وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ (۴۲)

علاء الدین عجد والی: خواجہ احرار نے ان سے بخارا میں ملاقات کی اور چالیس دن تک آپ کی خدمت میں رہے۔ (۴۳)

خواجہ عماد الملک: خواجہ احرار کی ہمیشہ ان کے عقد میں تھیں۔ (۴۴)

شیخ عمر ماتریدی: علاء الدین عطار کے مریدوں میں سے تھے۔ (۴۵)

سید قاسم تبریزی: خواجہ احرار نے سمرقند اور خراسان کے دیگر شہروں میں کئی بار ان سے ملاقات کی۔ احرار ابتدا میں ان کے مرید ہونا چاہتے تھے لیکن جب ان کے مریدوں کو خلاف شرع حرکات کرتے دیکھا تو ارادہ بدل دیا۔ احرار فرماتے تھے: ”میں نے اپنی زندگی میں حضرت سید قاسم تبریزی سے بڑا آدمی نہیں دیکھا۔ میں مشائخ وقت میں سے جس کے پاس بھی جاتا تھا ایک نسبت ظاہر ہوتی تھی اور کیفیت پیدا ہو جاتی تھی جو بالآخر ختم ہو جاتی تھی، لیکن سید قاسم کی صحبت میں وہ نسبت ظاہر ہوتی تھی جسے آخر الامر اختیار کرنا پڑتا۔“ (۴۶)

خواجہ احرار فرماتے تھے:

”امیر قاسم کی صحبت سے اٹھ کر جانا کسی کو پسند نہ تھا۔ لیکن وہ خود لوگوں کو زیادہ دیر اپنے پاس نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ مجھ فقیر (خواجہ احرار) سے کبھی نہیں کہا کہ اٹھ کر چلے جاؤ۔ میں ان کے ہاں بہت آتا جاتا تھا۔ ہر دو تین دن کے بعد ایک بار ضرور جاتا، لیکن ہر روز نہ جاتا۔ ایک دفعہ امیر قاسم سمرقند آئے ہوئے تھے اور میں بیمار تھا۔ مدرسہ مولانا قطب الدین میں مولانا سعد الدین کاشغری میرے پاس آئے اور کہا کہ امیر قاسم سمرقند آئے ہوئے ہیں، کیا انھیں ملنے نہیں جاؤ گے؟ میں نے کہا: مجھ میں چلنے کی طاقت نہیں ہے، آپ چلے جائیں۔ کچھ روز بعد مجھ میں ہمت آگئی اور میں خانقاہ شیخ ابواللیث پہنچا۔ امیر قاسم حمام پر آئے ہوئے تھے۔ امیر قاسم جس پاکی پر سوار ہو کر آئے تھے اس کا ایک کہاں غایب ہو گیا۔ اس کی جگہ میں نے پاکی کا وہ پایہ اٹھالیا۔ مجھ پر بوجھ پڑا تو میری کمر دوہری ہو گئی۔ نزدیک تھا کہ میری ناک زمین سے جا لگتی۔ اسی اثنا میں میں نے کوئی نیک تصویر ذہن میں پختہ کیا تو مجھ میں ہمت آگئی۔ میں سیدھا ہو گیا اور ان کی پاکی مدرسہ امیر شاہ ملک

تک پہنچائی۔“ (۴۷)

• شیخ کمال الدین اقبانی: خواجہ احرار نے آپ سے ”ذکر اذہ“ کی درخواست کی تھی۔ (۴۸)
 • مولانا محمد تابا دکانی: زین الدین خوانی کے خلیفہ تھے۔ احرار نے ۸۶۶ھ/۱۴۶۲ء میں سمرقند میں آپ سے ملاقات کی تھی اور تصوف و عرفان کے متعلق سوالات پوچھے تھے۔ (۴۹)
 • مولانا مسافر: ترک مشائخ میں سے تھے۔ شاہزادیہ میں وہ اور خواجہ احرار ایک حجرہ میں رہے تھے۔ (۵۰)

• خواجہ مسافر خوارزمی: بہاء الدین نقشبند کے مرید تھے۔ خواجہ احرار کے بخارا سے مرو اور ہرات کے پہلے سفر میں وہ بھی احرار کے ہمراہ تھے۔ (۵۱)

• مولانا نظام الدین خاموش خلیفہ علاء الدین عطار: سمرقند اور تاشقند میں خواجہ احرار نے کافی وقت ان کی صحبت میں صرف کیا۔ (۵۲)

• یعقوب چرخنی: خواجہ احرار کے مرشد طریقت تھے۔ ان کا ذکر بعد میں آئے گا۔

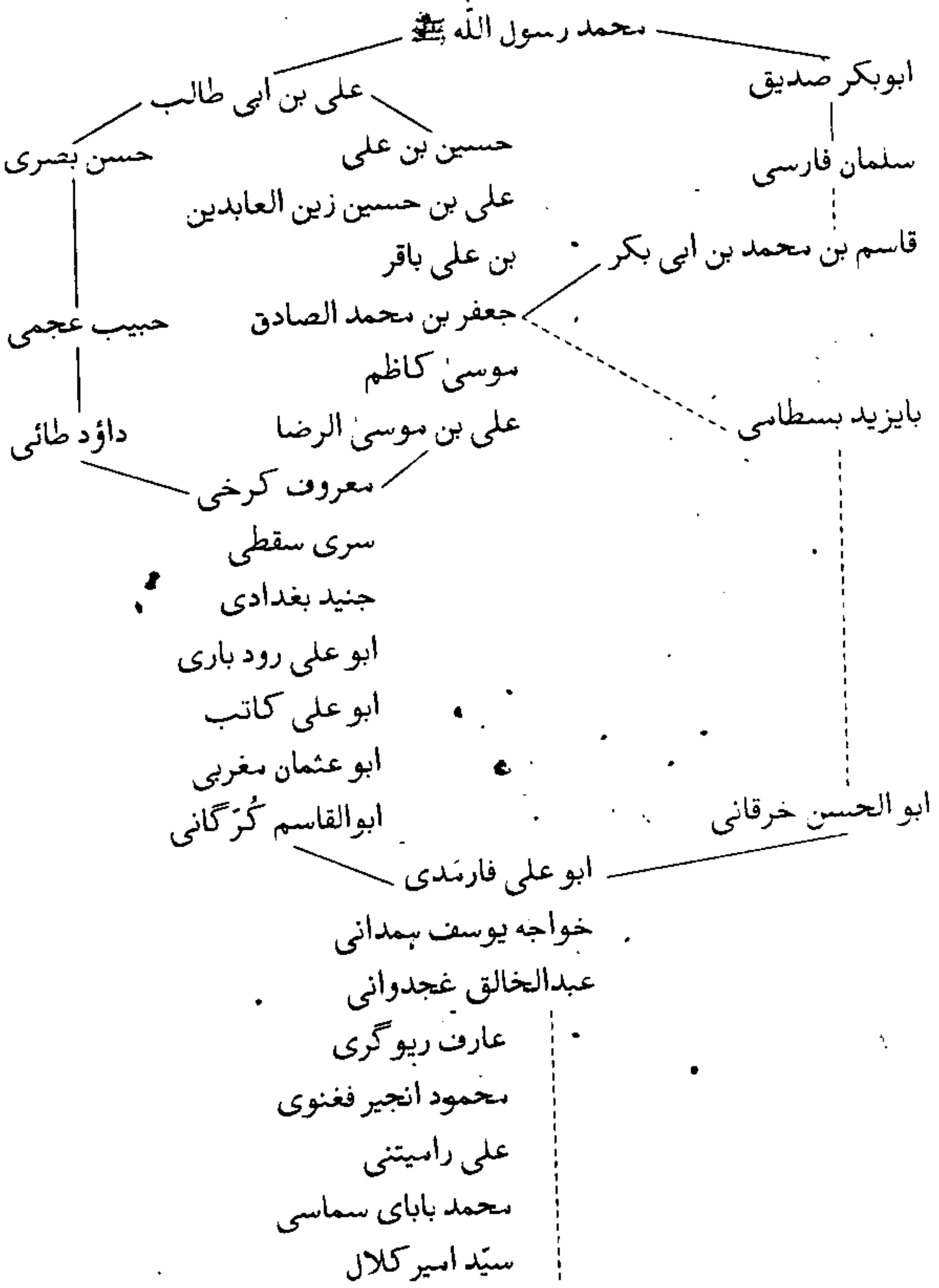
ایک دفعہ خواجہ احرار نے فرمایا تھا:

”میں اس رستے [طریق صوفیہ] پر ان کی کتابوں کے ذریعے نہیں چلا بلکہ مجھے یہ راستہ ان کی خدمت سے ملا، کیونکہ ان معززین کی خدمت کی تاثیر یہی ہے۔“ (۵۳)

سلسلہ نقشبندیہ سے وابستگی

خواجہ احرار نے سلسلہ نقشبندیہ کی تربیت مولانا یعقوب چرخنی (۵۴) سے لی تھی۔ خواجہ احرار تقریباً ۸۳۲ھ/۱۴۲۹ء میں ہرات سے ہلغتو گئے اور یعقوب چرخنی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بیعت کی اور آپ سے سلسلہ نقشبندیہ کی تربیت حاصل کی۔ یعقوب چرخنی حضرت بہاء الدین نقشبند کے خلفا میں سے تھے اور علوم ظاہری و باطنی پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ آپ غزنہ (افغانستان) کے ایک گاؤں چرخ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ۵ صفر ۸۵۱ھ پر ۲۲ اپریل ۱۴۴۷ء کو انتقال فرمایا۔ آپ کی آخری آرام گاہ جمہوریہ تاجیکستان کے شہر دوشنبہ کے ایک مضافاتی گاؤں لنین کالجوز میں ہے۔ آپ کے علمی کارناموں میں تفسیر قرآن کریم (پارہ ۲۹، ۳۰)، نائیہ، ابدالیہ، انبیہ، شرح اسماء الحسنیٰ اور حورائے زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ (۵۵)

خواجہ اجرار کا شجرہ طریقت نقشبندیہ (۵۶)



بہاء الدین نقشبند

یعقوب چرخ

خواجہ اجرار

وضاحت: سیدھی لائن [—] جسمانی اور براہ راست رابطے کو ظاہر کرتی ہے اور نقطہ

دار لائن [.....] ارواحانی نسبت اور ہم عصر نہ ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔

عبادات اور باطنی احوال

خواجہ احرار کی جبین سعادت آثار سے بچپن ہی سے رشد و سعادت کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ (۵۷) اٹھارہ سال کی عمر میں ہی ان پر ”ذکر“ اس قدر حاوی تھا کہ ہوا اور درختوں سے بھی

ذکر سنائی دیتا تھا۔ تاشقند کے ایک مال دار شخص محمد جہانگیر نے ایک دفعہ اپنے ہاں ایک دعوت کا اہتمام کیا اور سمرقند سے گویے اور سازندے بلوائے اور محفل منعقد کی۔ خواجہ احرار اپنے ایک

دوست کی رفاقت نبھانے کے لیے تقریب والے مقام کے قریب تک گئے تو انھیں وہاں سے گانے والوں اور عود و چنگ کی آوازیں، سب ذکر کی آوازیں معلوم ہوتی تھیں اور وہ ذکر کے سوا

کچھ نہیں سنتے تھے۔ (۵۸) اپنے قیام ہرات کے دوران خواجہ احرار اعتکاف بیٹھتے اور چلہ کانتے

رہے۔ (۵۹) ان کا عقیدہ تھا کہ اپنے اسلاف عمر باغستانی اور ابو بکر قفال شاشی اور سلسلہ نقشبندیہ

کے بزرگوں خصوصاً عبدالخالق غجدوانی کی روحانی استعانت ان کے شامل حال ہے۔ خواجہ احرار نے اتنی باطنی قوت حاصل کر رکھی تھی کہ فرماتے تھے: ”جس نے میرے ساتھ جھگڑا کیا، مغلوب ہوا

اور ناکامی کا منہ دیکھا۔“ (۶۰) انھوں نے ایک بار اپنی اسی قوت سے استفادہ کرتے ہوئے مولانا

نظام الدین خاموش کے قدم اکھاڑ دیے تھے۔ (۶۱) وہ کشف صدور پر بھی ملکہ رکھتے تھے، لیکن اپنے مکاشفے اور معائنے کو ہمیشہ لفظ ”خواب“ سے تعبیر کرتے تھے۔ (۶۲)

آپ سے بے شمار کرامات منقول ہیں (۶۳) لیکن آپ ہمیشہ اپنے دہقان ہونے پر فخر

کرتے تھے، عارف ہونے پر نہیں۔ گویا ایک طرح سے آپ نے اپنی عارفانہ کیفیت، دہقانی کے پردے میں چھپا رکھی تھی۔ آپ اپنے مریدوں سے فرماتے تھے:

”جو ہماری صحبت اور ہم نشینی سے براہ راست اور نقد نفع پائے، اس کو مبارک ہو۔

لیکن، اگر کوئی اس انتظار میں رہا کہ ہم سے اسے کچھ ملے گا تو وہ بے کار اپنا وقت

ضائع کر رہا ہے۔ ہم دہقان آدمی ہیں اور دہقانی کے علاوہ ہمارے پاس کچھ

نہیں۔“ (۶۴)

اخلاقی اوصاف

خواجہ احرار کی تصانیف اور ان کے مریدوں سے منقول احوال کے مطالعہ سے ہم پر خواجہ کے نمایاں اوصاف اور عادات کے جو باب روشن ہوئے ہیں، (۶۵) ان میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کی غم خواری

خواجہ احرار کے نمایاں ترین اخلاقی اوصاف میں سے ایک، اپنے عہد کے مسلمانوں سے ہمدردی، دلسوزی اور غم خواری ہے۔ آپ مظلوم مسلمانوں کی مدد کو پیری مریدی اور تبلیغ کے کام پر ترجیح دیتے تھے اور فرماتے تھے:

”اگر ہم پیری مریدی کرتے تو اس عہد میں کسی پیر کو کوئی مرید نہ ملتا، لیکن ہمارے ذمے یہ کام لگایا گیا ہے کہ ہم مسلمانوں کو ظالموں کے شر سے محفوظ رکھیں۔“ (۶۶)

اس مقصد کے لیے وہ اپنے عہد کے بادشاہوں کے ساتھ اپنے روابط اور ہم نشینی کو استعمال میں لاتے تھے اور یہ بات بعض ظاہر بین علما کے لیے تعجب کا باعث تھی۔ احرار علما کی اس غلط فہمی کے جواب میں فرماتے تھے:

”وہ شخص جس کی بات کو حکام اور سلاطین سنتے ہوں اور اس کی درخواست پر مسلمان، ظالموں اور ستم گروں کے ظلم سے نجات حاصل کر لیں اور اس کے سبب سے جابروں کے طور طریقے بدل جائیں، تو کیا اس کے لیے جائز ہے کہ مسلمانوں کو ظالموں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے اور خود پہاڑ کی کھوہ میں پر جا کر عبادت میں مشغول ہو جائے؟“ (۶۷)

بہن! آپ ہر وقت مسلمانوں کی پریشانیوں اور ان کے حل کے متعلق سوچتے رہتے تھے (۶۸) اور لوگوں کے کام کروانے کے لیے حکام کو خط لکھتے تھے (۶۹) اور خود عملی طور پر ان کی مالی امداد کرتے تھے۔ (اس کی تفصیل خواجہ احرار کی جائداد کے ضمن میں آئے گی۔) ۲

فرماتے تھے، میں نے میرزا سلطان ابوسعید سے ایک درویش کے سلسلے میں سفارش کی کہ اس کے ٹیکس معاف کر دیے جائیں۔ سلطان نے کہا: میرے لیے کسی کو مال اور جاگیر بخشنا اس کا ٹیکس معاف کرنے سے آسان ہے۔ میں نے پوچھا: کیوں؟ کہنے لگا: ایک آدمی کا ٹیکس معاف کرنے سے باقی رعایا پر ظلم ہوتا ہے اور اس کا بوجھ اور مصیبت دوسرے لوگوں پر پڑتا ہے۔ میں نے کہا: یہ بوجھ، جس کا تم ذکر کر رہے ہو، کیا خدا اور رسول کے فرمان سے ہے یا تمہارا پیدا کیا ہوا ہے؟ تم شریعت کے خلاف لوگوں پر ٹیکس نہ لگاؤ تا کہ کسی پر ظلم نہ ہو۔ (۷۰)

مریدوں پر شفقت

خواجہ احرار کی اپنی مریدوں پر شفقت اور مہربانی کی کوئی حد نہ تھی۔ خود تکلیف اٹھاتے اور خدام اور اصحاب کے لیے فراغت اور راحت کا سامان مہیا کرتے۔ ایک دفعہ اوائل بہار میں اپنے خادموں اور مریدوں کے ساتھ علاقہ کش جا رہے تھے۔ راستے میں شام ہو گئی اور ناچار رات پہاڑ کی وادی میں گزارنا پڑی۔ ملازمین خواجہ احرار کے لیے خیمہ ساتھ لے گئے تھے۔ خیمہ نصب کیا گیا۔ شام کی نماز کے بعد بارش شروع ہو گئی۔ خواجہ احرار نے فرمایا اس خیمے کی طہارت میں مجھے شک ہے، میں یہاں نہیں رہوں گا، آپ لوگ یہاں رہیں۔ اور اس بات پر بہت زور دیا۔ حکم کے مطابق مریدین وہیں اسی خیمے میں رہے۔ ساری رات بارش ہوتی رہی اور سیلاب آ گیا۔ جب صبح ہوئی اور نماز فجر پڑھ لی تو خواجہ احرار نے بعض خاص اصحاب سے یوں فرمایا: ”مجھے شہ مآر ہی تھی کہ میں خیمہ میں رہوں اور اصحاب بارش میں بھگتتے رہیں۔“ خیمے کی طہارت کے بارے میں آپ نے جو فرمایا وہ سب سنا تھا تا کہ اصحاب کو تکلف نہ ہو۔ (۷۱)

اسی طرح ایک مرید نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ وہ خواجہ احرار کے ساتھ گرمیوں کے موسم میں ”بواورد“ نامی فارم (کھیت) پر گیا۔ مزارعین اور خادمین حضرت کے لیے ایک بڑا خیمہ ساتھ لائے تھے۔ جب چاشت کا وقت ہوتا اور موسم بے حد گرم ہو جاتا تو حضرت گھوڑا طلب فرماتے اور کہتے ”میں کھیت کی طرف جا رہا ہوں، دیکھوں وہاں کیا کام ہوا ہے“ اور یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہوتے اور بیابان کی طرف چلے جاتے۔ اس فارم میں چند روز قیام رہا۔ ہر چاشت کو حضرت اسی طرح گھوڑے پر سوار ہو کر نکل جاتے۔ آخر معلوم یہ ہوا کہ حضرت یہ چاہتے تھے کہ مزارعین اور

خادمین آسودہ خاطر ہو کر خیمے میں سوئیں اور آرام کریں، اس لیے وہاں سے چلے جاتے تھے۔ کام کاج نہیں ہوتا تھا۔ بڑا ورد کی چراگاہ میں صرف اس قدر سایہ تھا کہ حضرت اپنا سر اس سائے تلے رکھ پاتے اور باقی بدن دھوپ میں رہتا۔ صرف ساتھیوں کے آرام کی خاطر مسلسل چند روز خود یہ مشقت اور بے آرامی برداشت کی۔ (۷۲)

مریدوں کی عزت نفس کا اتنا خیال رہتا کہ آپ سوال کرنے سے پہلے ہی ان کی مرادیں پوری کر دیتے تھے۔

سادگی

خواجہ احرار نے زندگی کا آغاز غربت اور تنگ دستی سے کیا تھا۔ جن سالوں (۸۲۸-۸۳۳ھ / ۱۴۲۵-۱۴۳۰ء) میں آپ ہرات میں تھے آپ کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ آپ کی دستار سے چیتھڑے لٹک رہے ہوتے۔ نہ کھوڑا، نہ کوئی اور سواری۔ لوگوں کی خدمت کرتے تھے۔ سال بھر ایک ہی رقبہ، جس کی روٹی باہر نکل رہی ہوتی، پہن کر گزارہ کرتے۔ تین سال تک ایک ہی بوتل اور ایک ہی جوڑا موزے پہنے۔ (۷۳) شاہزیہ کے قیام کے دوران ایک سردیوں میں آپ کے کپڑے اتنے تنگ اور ناکافی تھے کہ آپ کے جسم کا نچلا آدھا حصہ گرم نہ ہوتا تھا۔ (۷۴) پھر جب آپ خوشحال ہو گئے تب بھی آپ نے سادگی کا دامن نہ چھوڑا۔ خوشحالی کے دور میں، ایک دن سمرقند کی مسجد میں نماز پڑھی، باہر آئے تو جو تے گرم ہو چکے تھے۔ وہیں سے پرانی چیزوں کے بازار گئے اور پانچ عدلی [سکے کا نام] میں ایک معمولی جوٹا خرید لیا اور تقریباً دو ماہ تک پہنا۔ وہ اپنا موازنہ اس پیر کے ساتھ کرتے تھے جس نے ۸۷۶ھ / ۱۴۷۱ء میں سونے کی تاروں سے آراستہ جوٹا خریدا تھا۔ خواجہ احرار نے اس سے پوچھا کہ جوٹا کتنے میں خریدا ہے؟ اس نے جواب دیا، تیس دینار میں۔ خواجہ احرار کو ناگوار گزارا اور بولے: ”اتنے پیسوں میں تو غریبوں کو بہت سی دال روٹی کھلائی جاسکتے۔“ (۷۵)

بذلہ سخی

آپ بعض اوقات اپنے مریدوں اور قریبی لوگوں کے ساتھ مزاح بھی کرتے تھے۔ آپ

کے ملازمین اور اصحاب میں سے ملا حسین ترک اور ملا لطف اللہ، خواجہ احرار کو لطیفے سناتے تھے اور جب کبھی آپ پر انقباض طاری ہوتا تو لطیفہ گوئی کے ذریعے آپ کی طبیعت کی بشاشت کا سامان کرتے تھے۔ (۷۶)

میر عبدالاول نے خواجہ احرار کی اپنے مریدوں کے ساتھ بعض پر مزاح باتیں نقل کی ہیں۔ (۷۷) مثلاً ایک دن ایک نہایت عمر رسیدہ عورت، جو کریمہ شکل اور بد صورت بھی تھی، خواجہ احرار کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ خواجہ نے کہا: ”کوئی کام ہو تو بتائیں؟“ بڑھیانے جواب دیا: ”کام کوئی نہیں، میں تو آئی ہوں کہ آپ کا حسن و جمال دیکھوں۔“ خواجہ احرار اپنے ایک مرید کی طرف دیکھ کر ازراہ مذاق کہنے لگے: ”ہم کیا دیکھیں؟“ (۷۸) آپ نے یہ بات اتنی آہستہ ہی کہ عورت نہ سن پائے۔

ایک دفعہ آپ کی طبیعت کھلی ہوئی تھی تو مہربانی فرماتے ہوئے ایک مرید سے پوچھا: ”جب تمہاری منگنی ہوگی تو کس طرح کی بیوی پسند رو گے؟“ مرید کہنے لگا: ”سبز شیرینی۔“ حضرت متبسم ہوئے اور فرمایا: ”تم نے غلط کہا، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ چھ دنوں بعد شیرینی ختم ہو جاتی ہے اور صرف سبزی رہ جاتی ہے۔“ (۷۹)

خواجہ احرار کے دیگر اوصافِ تمیزہ میں یہ روں کی عیادت، (۸۰) اوقاف کا کھانا کھانے سے اجتناب، (۸۱) احترامِ سادات، (۸۲) وقت کے ضیاع سے گریز (۸۳) اور مہمان نوازی (۸۴) کا بھی خاص طور پر ذکر کیا جاسکتا ہے۔

کتاب دوستی اور شعر خوانی

خواجہ احرار صاحب مطالعہ تھے اور شعر خوانی کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ کبھی ساری ساری رات مطالعہ میں مصروف رہتے۔ (۸۵) ۸۸۳ھ تا ۱۳۷۸ء میں سمرقند کے بعض علما، فضلا اور دانشور مدرسۃ الغریب میں اکٹھے ہوئے اور عطار کی مثنوی جو اہر الذات کو محض اس بنیاد پر جلا دیا کہ اس میں تفصیل حضرت علیؑ ابن ابی طالب بہت زیادہ ہے اور کاتب نسخہ کے لیے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا اور اس کا لہر اور حانداد تباہ کر دی۔ جب خواجہ احرار کو اس واقعہ کا پتا چلا تو اس کے قتل کے فتوے کی راہ میں حائل ہو گئے۔ (۸۶) شعر و سخن سے وابستگی آپ کی کتابوں اور ملفوظات سے ہویدا ہے۔

دوسروں کے شعر پڑھتے تھے، مریدوں کو لکھ کر دیتے تھے۔ (۸۷) میر عبدالاول نے بہت واضح طور پر لکھا ہے کہ خواجہ احرار کو کس طرح کے اشعار اور مصرعے بہت زیادہ پسند تھے اور وہ انہیں بار بار پڑھتے تھے۔ (۸۸) کبھی دوسروں کے اشعار میں اپنے ذوق کے مطابق تصرف بھی لیتے (۸۹) اور اس کی تاویل و تشریح کرتے۔ (۹۰)

آپ کو سب سے زیادہ مثنوی معنوی پسند تھی۔ (۹۱) مولانا روم کے فضائل و مناقب اپنے اصحاب کے سامنے بیان کرتے تھے۔ (۹۲) اس کے باوجود احرار کی زندگی پر لکھی جانے والی کتابوں میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ آپ خود بھی شاعر تھے۔ (۹۳)

کاشفی لکھتے ہیں:

”آپ [احرار] کے ہاتھ میں قصیدہ تاسیہ فارضیہ پر شیخ سید فرغانی کی عربی شرح، حضرت خواجہ محمد ماسا کے خط مبارک میں لکھی ہوئی موجود تھی کہ آپ نے فرمایا، میں اس کتاب کو خوبصورت نسخ میں لکھوانا چاہتا ہوں تاکہ سفر کے دوران ہمیشہ اپنے پاس رکھوں۔ اہل مجلس میں سے جو بھی اچھا لکھ سکتا ہے، لکھ کر مجھے دکھائے۔ جس کا خط مجھے اچھا لگے گا میں اسے نقل کرنے کے لیے دوں گا۔ (۹۴)

چونکہ کاشفی کا خط بہت اچھا تھا، انھوں نے خواجہ احرار کے لیے یہ کتاب نقل کر دی۔

مجلس العشاق کے مصنف نے اکثر بزرگوں کا کوئی نہ کوئی منظور نظر تراش کر اس کے ساتھ اس بزرگ کے عشق کے قصے بیان کیے ہیں۔ اس کتاب کی باون ویں مجلس خواجہ احرار سے متعلق ہے، جس میں مصنف نے مولانا محمود مجلد کے شاگرد مولانا شیخ ابوسعید مجلد کے ساتھ خواجہ احرار کے تعلق خاطر کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ”آپ اکثر اوقات دکان پر آتے، بیٹھتے اور کتابیں دیکھنے کے بہانے باتیں کرتے اور دکان پر موجود کتابیں اکٹھی کر کے گھر لے جاتے تھے۔“ (۹۵) باقی کہانی اسی کتاب میں منقول ہے۔ (۹۶) ہمارا مقصد اس اقتباس سے خواجہ احرار کی کتاب دوستی بیان کرنا ہے۔

خواجہ احرار کے مناقب دوسرے بزرگوں کی زبانی

خواجہ علاء الدین غجدانی نے فرمایا: ”خواجہ عبید اللہ ہمارے پاس مکمل آئے اور ہمارے

پاس سے مکمل گئے۔، (۹۷)

ایک اور جگہ فرمایا، ”یہ خواجہ عبید اللہ نہیں ہیں، بلکہ یہ خواجہ بہاء الدین ہیں، جن کا دنیا میں دوبارہ ظہور ہوا، ہزار گنا زیادہ کمالات کے ساتھ۔“ (۹۸)

خواجہ ابو نصر پارسی نے خواجہ احرار کو سمرقند کا صاحب اور مالک کہا ہے۔ (۹۹)

معین الدین اسفزاری نے احرار کو غوث روزگار قرار دیا ہے۔ (۱۰۰)

بدر الدین سمرہندی نے احرار کو قطب وقت اور نویں صدی کا مجدد دیکھا ہے۔ (۱۰۱)

بہرام سقا بخاری اور مولانا خالد نیشابندی نے ان کی توصیف میں نظمیں کہی ہیں۔ (۱۰۲)

خواجہ احرار اور زراعت

خواجہ احرار کے آبا و اجداد کھیتی باڑی کرتے تھے، انہوں نے بھی یہی پیشہ اختیار کر لیا۔ بچپن میں اپنے والد کا ہاتھ بناتے تھے۔ (۱۰۳) جب آپ ۸۳۵ھ تا ۱۲۳۲ء میں ہرات سے تاشقند واپس آئے تو کسی کے ساتھ مل کر زراعت اور کھیتی باڑی میں لگ گئے۔ (۱۰۴) کھیتی باڑی شروع کرنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ نے ہرات میں مشاہدہ کیا تھا کہ بعض مشائخ امرائی امداد اور نذرانوں کے محتاج رہتے تھے اور اوقاف سے روٹی کھاتے تھے۔ احرار اس امر کو مشائخ کے شایان شان نہیں سمجھتے تھے۔ (۱۰۵) آپ دوسروں کو بھی زراعت اور محنت مزدوری کی ترغیب دیتے تھے۔ (۱۰۶) آپ فرماتے تھے کہ اللہ نے ان کی دولت میں [زراعت کی وجہ سے] برکت ڈالی ہے۔ جب آپ تاشقند میں تھے تو تاشقند میں راج اوزان اور پیمانوں کے حساب سے تیس من گندم چھ ماہ میں حاصل ہوتی تھی۔ سمرقند میں جس گندم کی پیداوار کا تخمینہ ہزار من ہوتا وہ چودہ یا پندرہ سو من بنتی تھی۔ (۱۰۷) باوجود اس کے کہ بعض اوقات پیداوار سے زیادہ اخراجات اٹھ جاتے تھے پھر بھی سال کے آخر تک گندم کا وافر ذخیرہ موجود رہتا تھا۔ آپ اپنے کارداروں [مزارعین] سے محمولات کا حساب کتاب کرتے تھے۔ ہر کاردار ہزار من سے چالیس ہزار من تک غلات جمع کرتا تھا۔ (۱۰۸) محض سمرقند کی زمینوں سے اسی ہزار من غلہ سمرقند کے پیمانے سے، عشر کی مدد میں سلطان احمد میرزا کو ادا کیا جاتا تھا۔ (۱۰۹) ۸۹۳ھ تا ۱۲۸۸ء میں آپ کی ملکیت میں تیرہ سو سے زیادہ کھیت تھے۔ (۱۱۰) مولانا جامی نے اپنی مثنوی یوسف وزلیخا میں اس امر کی طرف اشارہ بھی کیا

ہے:

ہزارش مزرعی در زیر کشت است
کہ زادِ رفتن را بہشت است (۱۱۱)

خواجہ احرار کی جائدادیں (۱۱۲)

خواجہ احرار کی زندگی کے حساس ترین موضوعات میں سے ایک ان کی بے پناہ جائداد ہے۔ یہ بات بظاہر کسی ایسے شخص کی زندگی سے کوئی خاص مطابقت نہیں رکھتی جو تصوف و عرفان کی راہوں کا مسافر ہو۔ یہی وہ تضاد ہے جس نے آپ کے بعض معاصرین کو آپ کی مخالفت پر ابھارا تھا۔ (۱۱۳)

کاشفی، خواجہ احرار کی جائداد کے بارے میں لکھتے ہیں:
”آپ کی دولت و ثروت، غلہ و اناج، مال مویشی اور زمین و جائداد بے حد و حساب اور اندازے سے باہر تھی۔“ (۱۱۴)

آپ کی جائداد زرعی زمینیں، مکانات، دکانیں، کارخانے، مدرسے، مسجدیں اور خانقاہیں وغیرہ، تاشقند سے سمرقند تک بھنے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ کابل میں بھی آپ کی وقف جائدادیں تھیں۔ (۱۱۵) یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ تمام جائدادیں خواجہ احرار نے خود خریدی تھیں یا ان کے معتقدین نے ان کے نام وقف کی تھیں۔ جیسے سلطان احمد میرزا، جنھوں نے تیس دیہات آپ کے نام وقف کیے تھے۔ (۱۱۶) خواجہ احرار کی اوقاف کی امداد اور حکام کے وظائف سے بیزاری اور ذلت نہ سہنے کی صفت نے انھیں ان دنیوی امور کی طرف لگایا تھا۔

خواجہ احرار کی تمام آمدن کے سارے مصارف کو آپ کے اس ارشاد میں تلاش کیا جاسکتا ہے:

”مجھ میں کوئی عیب نہیں سوائے اس کے کہ میں دنیا کماتا ہوں۔ اگر دیدہ بصیرت گرد و غبار ہوں سے پاک ہو تو دیکھا جاسکتا ہے کہ اس طرح مال کمانا حقیقتِ طریقتِ خواجگان پر دال ہے..... کیونکہ ان کے تمام اموال فقرا پر خرچ ہوتے تھے۔“ (۱۱۷)

جب خواجہ احرار کے ایک ملازم نے آپ سے غلے کی فراوانی کا راز پوچھا تو آپ نے فرمایا:
 ”ہمارا مال فقرا کے لیے ہے۔ اس طرح کے مال کی یہی خاصیت ہوتی
 ہے۔“ (۱۱۸)

خواجہ احرار نے مسلمانوں کی بھلائی اور انھیں حکومتی مالیات کی ادائیگی سے مبرا کرنے کے لیے کئی
 بار کثیر رقمیں حکومتی خزانے میں جمع کروائی تھیں۔ جس کی چند مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں
 ایک بار سلطان احمد میرزا کا خزانہ خالی ہو گیا تھا اور وہ ”دویازدہ“ ٹیکس لگانا چاہتا تھا۔ خواجہ
 احرار نے سلطان کے لیے دس ہزار تھنہ سفید مدد کی مد میں بھجوا دیا (۱۱۹) اور رعیت کو اس ٹیکس سے بچا
 لیا۔

عمر شیخ میرزا، مسلمانوں پر ٹیکس لگانا چاہتا تھا۔ خواجہ احرار ذاتی طور پر تاشقند گئے اور اڑھائی
 لاکھ دینار محض اس لیے ادا کیے کہ مسلمان اس ٹیکس کے بوجھ سے ایک سال تک آزاد ہو جائیں۔
 آپ نے دوسری مرتبہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے سات ہزار دینار اس کے پاس
 جمع کروائے۔ (۱۲۰)

ایک دفعہ خواجہ احرار کو اطلاع ملی کہ قزاق، خان اور سلاطین اکٹھے (تاشقند کو!) تاخت و
 تاراج کرنا چاہتے ہیں۔ خواجہ احرار نے ان کی تسکین، مسلمانوں کے جان و مال اور عزیزوں، رشتہ
 داروں کی سلامتی کی غرض سے اپنی خاص حلال کمائی میں سے پچاس ساٹھ ہزار دینار انھیں بھجوائے
 اور خط لکھا کہ آپ اس خیال سے باز رہیں۔ (۱۲۱)

ایک بار اربابوں نے تاشقند پر چڑھائی کی اور مسلمانوں کے اہل و عیال اور بچوں کو قیدی بنا
 لیا۔ خواجہ احرار تاشقند گئے اور ہزار تھنہ اپنے ان لوگوں کو دیا جنہوں نے مسلمانوں کو رفقہ کر رکھا تھا
 تاکہ قیدیوں کو چھوڑ دیں۔ (۱۲۲)

مولانا محمد قاضی لکھتے ہیں کہ ایک بار احرار نے مجھ سے اپنی اس خواندگی کا اظہار کیا۔ وہ آٹھ
 عمر میں اپنے بزرگوں کے مزار پر بھوک سے ستائے ہوئے ترکستانیوں کو خوب پیٹ کر رحمان
 کھلائیں۔ اس زمانے میں ترکستان کے لوگ قحط کے ہاتھوں مجبور ہو کر شاش آئے تھے۔ ہر روز
 سات بھینزیں ذبح کی جاتی تھیں اور سات سوروئیاں پکائی جاتی تھیں، اور شاش کے نواتی دیہاتوں
 میں جو خر بوزہ فروخت ہونے سے بچ جاتا وہ سب کا سب خرید کر غریبوں کو کھلا دیا جاتا تھا۔ (۱۲۳)

خواجہ احرار اپنے قریبی لوگوں کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ ان کا پیسہ خرد برد کریں۔ میر عبدالاول کی رائے اس سلسلے میں قابل ذکر ہے، فرماتے ہیں:

”آپ نے اپنے اعزہ و اقربا کے لیے محض ضرورت کی حد تک کچھ مال مقرر کر رکھا تھا اور ان پر زیادہ عنایات و رعایات روا نہیں رکھتے تھے۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ حد سے زیادہ مال و دولت، جو سرکشی اور استغنا کا باعث ہوتا ہے، ان لوگوں کو حاصل ہو۔“ (۱۲۳)

خواجہ احرار کے اسفار

خواجہ احرار نے اپنی زندگی میں بہت سفر کیے۔ خاص طور پر ابتدائی زمانے میں جب آپ مختلف بزرگوں سے ملاقات کا ارادہ رکھتے تھے، تب آپ نے ماوراء النہر اور خراسان کے کئی علاقوں کی سیاحت کی۔ آپ نے ۸۸۰ھ / ۱۲۷۵ء میں بادشاہ کو خط لکھا اور سفر حج کی اجازت چاہی (۱۲۵) لیکن بادشاہ اور علمائے دین نے آپ کو سفر کی اجازت نہ دی۔ (۱۲۶) ممانعت کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور یوں بھی کوئی عذر شرعی مانع نہیں تھا، سوائے اس کے کہ سمرقند کے علمائے یہ محسوس کیا ہو کہ خواجہ احرار کی وطن میں موجودگی ستم رسیدہ مسلمانوں کی تقویت کا باعث ہے۔ دوسری طرف شاہ سمرقند کی بادشاہت بھی خواجہ احرار کی حمایت سے مشروط تھی اور یہ دونوں فریق نہیں چاہتے تھے کہ خواجہ احرار سفر حج پر چلے جائیں، جو ظاہر ہے طویل مدت پر محیط ہوگا۔ خواجہ احرار کبھی پیدل سفر طے کرتے تھے (۱۲۷) جس سے پاؤں میں چھالے پڑ جاتے تھے، (۱۲۸) اور کبھی گھوڑے اور یا لکی پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ (۱۲۹) ذیل میں آپ کے بعض اسفار کا ذکر شہروں کے ناموں کی بھی ترتیب سے کیا جا رہا ہے۔

✽ بخارا: احرار بائیس سال کی عمر میں [۸۲۸ھ] مولانا حسام الدین اور علاء الدین غجدوانی سے ملنے بخارا گئے۔ (۱۳۰)

✽ بلخ: ہرات سے براستہ شبرغان و علیاباد، بلخ کا سفر کیا۔ (۱۳۱)

✽ تاشقند/شاش: تاشقند احرار کی جائے پیدائش تھا۔ بعد میں احرار سمرقند نقل مکانی کر گئے اور وہاں سے تاشقند تشریف لاتے تھے۔ ذیقعد ۸۸۸ھ / ۱۲۸۳ء میں شیخ خاوند طہور

کے مزار پر حاضری دی؛ (۱۳۲) ایک دفعہ فرکت - تا شقند گئے؛ (۱۳۳) ایک اور سفر بھی کیا؛ (۱۳۴) آخری سفر کا بھی حال ملتا ہے۔ (۱۳۵)

چغانیان: خولجہ احرار یعقوب چرٹی سے ملنے کے لیے چغانیان گئے۔ (۱۳۶)

دشت عباس: احرار ۸۹۰ھ ۱۴۸۵ء میں دشت عباس میں تھے۔ (۱۳۷)

نوگروی: زیارات مزارات کے لیے ریوگری کا سفر کیا۔ (۱۳۸)

سامی: زیارات مزارات کے لیے سامی گئے۔ (۱۳۹)

سمرقند: خولجہ احرار ۸۲۸ھ ۱۴۲۵ء میں حصول علم کی خاطر تاشقند سے سمرقند چلے گئے، (۱۴۰) کچھ عرصہ سمرقند میں مولانا قطب الدین کے مدرسے میں رہے؛ (۱۴۱) اور

۸۵۵ھ ۱۴۵۱ء میں سمرقند نقل مکانی کر گئے۔ (۱۴۲)

شاہزحیہ: خولجہ احرار کی مولانا مسافر سے شاہزحیہ میں ملاقات ہوئی تھی۔ (۱۴۳)

شبرغان: خولجہ احرار جب ہرات سے پٹنجا جا رہے تھے تو شبرغان سے گذر ہوا۔ (۱۴۴)

شکر قشلاق: خولجہ احرار ۸۷۰ھ ۱۴۶۵-۶۶ء میں وہاں گئے۔ (۱۴۵)

سنوگرد/سنوجرد: خولجہ احرار کی مولانا شمس الدین محمد سے ملاقات ہوئی۔ (۱۴۶)

علیاباد: خولجہ احرار علیاباد کے راستے ہرات سے پٹنجا گئے۔ (۱۴۷)

غجدوان: خولجہ احرار زیارت مزارات کے لیے وہاں گئے۔ (۱۴۸)

قاراب: خولجہ احرار زیارت مزارات کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ (۱۴۹)

فرکت: خولجہ احرار ۸۹۴ھ ۱۴۸۹ء میں وہاں تھے۔ (۱۵۰) ایک بار تاشقند سے فرکت گئے۔ (۱۵۱)

کاسان: خولجہ احرار نے اس سفر میں مولانا محمد قاسمی کے مرید احمد کاسانی کے ظہور کی پیشین گوئی کی تھی۔ (۱۵۲)

کش: زیارات مزارات کے لیے وہاں گئے۔ (۱۵۳)

مرغینان: خولجہ احرار، یونس خان، عمر شیخ اور سلطان احمد میرزا کی صلح سروانے وہاں گئے۔ (۱۵۴)

مرو: خواجہ احرار کا پہلا سفر بخارا سے مرو کا تھا۔ مرو کا دوسرا سفر ۸۷۲ھ/۶۸-۱۳۶۷ء میں سلطان ابوسعید سے ملاقات کی غرض سے تھا۔ (۱۵۶)

نسف: خواجہ احرار نواحِ نسف کے صحرا میں گئے۔ (۱۵۷) زیاراتِ مزارات کے لیے آپ وہاں گئے۔ (۱۵۸) نسف کے علاقے میں خواجہ احرار اسہال کی بیماری کا شکار ہوئے۔ (۱۵۹)

نیشاپور: زیاراتِ مزارات کی غرض سے وہاں گئے۔ (۱۶۰)

وابکن: زیارتِ مزارات کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ (۱۶۱)

ہرات: خواجہ احرار کا پہلا سفر ہرات ۸۲۸ھ/۱۳۲۵ء میں تھا اور آپ نے وہاں پانچ سال تک قیام کیا۔ (۱۶۲) احرار مقابر ہرات کی زیارت کے لیے ماہ صفر ۸۶۵ھ/۱۳۶۰ء میں وہاں گئے۔ (۱۶۳)

بلغتو: خواجہ احرار ہرات سے بلغتو گئے۔ (۱۶۴)

بلا واسطہ مریدان

یہاں خواجہ احرار کے صرف بلا واسطہ مریدوں کے اسماء، حروفِ تہجی کی ترتیب سے لکھے جاتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیگر کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ (۱۶۵)

ابوسعید اوہبی (۱۶۶)

مولانا اسماعیل شمسی ثالث (۱۶۷)

مولانا اسماعیل شروانی چہارم، ۹۳۳ھ/۱۵۲۷ء میں مکہ میں فوت ہوئے اور آپ کی قبر وہیں ہے۔ (۱۶۸)

مولانا اسماعیل فرقتی اول، فرزند سیف الدین مناری (۱۶۹)

مولانا اسماعیل قمری دوم (۱۷۰)

امین الدین (۱۷۱)

سید بابا خواجہ (۱۷۲)

برہان الدین خٹلانی متوفی ۸۹۳ھ/۱۴۸۸ء (۱۷۳)

- ♦ خواجہ تاج الدین کوسوئی کاشغری (۱۷۴)
- ♦ مولانا جعفر متوفی ۸۹۳ھ ۱۴۸۸ء (۱۷۵)
- ♦ مولانا جلال الدین حافظ (۱۷۶)
- ♦ مولانا حاجی فٹھی (۱۷۷)
- ♦ شیخ حبیب نجارتا شقندی (۱۷۸)
- ♦ مولانا سید حسین تاشقندی (۱۷۹)
- ♦ ملا حسین ترک مطایبہ گو (۱۸۰)
- ♦ بابا حیدر سمرقندی، متوفی ۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء، مدفون استنبول (۱۸۱)
- ♦ خاوند شاہ (۱۸۲)
- ♦ مولانا خراسانی (۱۸۳)
- ♦ شیخ زادہ خلیل اللہ خواجگی (۱۸۴)
- ♦ درویش سقا (۱۸۵)
- ♦ درویش محمد بخاری (۱۸۶)
- ♦ درویش محمد سرپلی (۱۸۷)
- ♦ سلطان احمد (۱۸۸)
- ♦ مولانا شہاب الدین (۱۸۹)
- ♦ میر عبدالاول نیشاپوری متوفی ۹۰۵ھ ۱۵۰۰ء (۱۹۰)
- ♦ عبدالکریم، خواجہ احرار کے بھانجے (۱۹۱)
- ♦ عبداللہ المعروف مولانا زاوہ اتراری، خواجہ احرار کی زندگی میں ہی حرمین شریفین اور شام کا سفر کیا اور دمشق میں وفات پائی۔ (۱۹۲)
- ♦ عبداللہ المعروف خواجہ مولانا قاضی، سمرقند میں قتل ہوئے۔ (۱۹۳)
- ♦ مولانا عبداللہ سرپلی (۱۹۴)
- ♦ امیر عبداللہ یمنی (۱۹۵)
- ♦ مولانا عبدالوہاب سمرقندی فرزند میر عبدالغفار طباطبائی (۱۹۶)

- ♦ مولانا زادہ مولانا عثمان (۱۹۷)
- ♦ علی تاشقندی (۱۹۸)
- ♦ مولانا سید علی عماری کردی، مقتول ۹۲۵ھ/۱۵۱۹ء (۱۹۹)
- ♦ عماد الدین، خواجہ احرار کے کاغذ گرتھے۔ (۲۰۰)
- ♦ عم زاد احرار، (۲۰۱) آپ کے بنی اعمام میں سے ہم مولانا عبدالوہاب کو جانتے ہیں۔ (۲۰۲)
- ♦ شیخ عیان کازرونی (۲۰۳)
- ♦ فخر الدین علی کاشفی صاحب رشحات عین الحیات، متوفی ۹۳۹ھ/۳۳-۱۵۳۲ء (۲۰۴)
- ♦ شیخ فیضی بخارایی، ۹۳۸ھ/۱۵۳۱ء سے پہلے ناگور گئے اور وہیں وفات پائی۔ (۲۰۵)
- ♦ مولانا قاسم، متوفی ۶ ذی الحجہ ۸۹۱ھ/۱۳۸۶ء (۲۰۶)
- ♦ میر قباد ہروی (۲۰۷)
- ♦ مولانا خواجہ کوہی خراسانی (۲۰۸)
- ♦ لطف اللہ ختلانی (۲۰۹)
- ♦ محمد امین بلغاری، ۸۹۷ء سے ۹۰۲ھ/۱۳۹۲-۱۳۹۷ء کے درمیانی عرصہ میں فوت ہوئے اور تبریز میں مدفون ہیں۔ (۲۱۰)
- ♦ محمد زاہد وحشی (۲۱۱)
- ♦ محمد زعفرانچی (۲۱۲)
- ♦ ملا محمد شیرازی، خواجہ ضیاء الدین اور خواجہ صدر الدین ترکہ کے اصحاب میں سے تھے لیکن کچھ عرصہ تک خواجہ احرار کی ملازمت میں بھی رہے۔ (۲۱۳)
- ♦ مولانا محمد قاضی سمرقندی، صاحب سلسلۃ العارفین، متوفی ۹۲۱ھ/۱۵۱۵ء (۲۱۴)
- ♦ خواجہ مصطفیٰ رومی (۲۱۵)
- ♦ مولانا موسیٰ (۲۱۶)
- ♦ مولانا زادہ احراری ← عبداللہ
- ♦ مولانا شیخ (۲۱۷)

- ♦ ناصر الدین اتراری (۲۱۸)
- ♦ مولانا نجم الدین (۲۱۹)
- ♦ بابا نعمت اللہ بن شیخ محمود نخجوانی مشہر بہ شیخ عنوان، متوفی ۹۲۰ھ ۱۵۱۳ء (۲۲۰)
- ♦ نور الدین تاشقندی، متوفی ۸۴۰ھ ۱۴۳۶-۳۷ء (۲۲۱)
- ♦ مولانا ہلال (۲۲۲)
- ♦ ہندو خواجہ ترکستانی (۲۲۳)
- ♦ پہلوان ہندو (۲۲۴)
- ♦ دیگر عقیدت مند

۱۔ علی طوسی معروف بہ مولانا علی عمران (وفات درمیان ۸۷۷-۸۸۵ھ ۱۴۷۳-۱۴۸۰ء) (۲۲۵)

۲۔ عبداللہ الہی سماوی حنفی (۱۹۶۱ھ)؛ سہ ماہی (ملاقہ شتیبہ Kutayya) میں پیدا ہوئے۔ قسطنطنیہ کے مدرسہ زریک میں تدریس کرتے تھے۔ سمرقند کا سفر کیا اور خواجہ احرار سے ملاقات ہوئی اور احرار سے ذہر کا طریقہ پوچھا اور آپ ہی کے حکم پر روم و ہرات کے علاقوں میں چلے گئے۔ مشائخ خراسان کی زیارت کی، جن میں جامی بھی شامل تھے۔ یونان کے ایک مقام Vardar Yenicesi (موجودہ تلفظ Yiannitsa) پر وفات پائی۔ (۲۲۶)

۳۔ عبدالرحمن جامی ہروی (۸۱۷-۸۹۸ھ)

جامی نے پہلی بار ۸۶۸ھ ۱۴۶۵ء کو خاص طور پر احرار کی زیارت کے لیے سمرقند کا سفر کیا۔ (۲۲۷) ۸۷۲ھ ۱۴۶۷ء میں سلطان ابوسعید کے دل میں حراق اور آذربائیجان کی فتح کا خیال پیدا ہوا تو وہ مرو گیا اور حصول برکت و سعادت کے لیے اس نے سمرقند سے خواجہ احرار کو اور ہرات سے مولانا جامی کو بلوایا تھا۔ ان دونوں بزرگوں کے درمیان تیسری ملاقات یہاں مرو میں ہوئی تھی۔ (۲۲۸) ان دونوں کے درمیان طویل ترین اور اہم ترین ملاقات ۲۲ ربیع الآخر ۸ جمادی الاول ۸۸۳ھ ۱۴۷۹ء کے درمیان تاشقند میں ہوئی اور چند شب و روز غیہ معمولی گفتگو میں اور علی پائے کی مجالس منعقد رہیں۔ (۲۲۹) اسی ملاقات میں مولانا جامی نے ابن عربی کی فتوحات مکیہ کے بعض مشکل مقامات حل کرنے کے لیے خواجہ احرار سے مدد لی اور خواجہ احرار کی

نکتہ یابی کو سراہا۔ (۲۳۰) خواجہ احرار بھی ان کا احترام کرتے تھے اور آپ کے علمی اور روحانی مرتبے کا اعتراف کرتے تھے اور ”جب بھی خواجہ [احرار] کو کوئی علمی نوعیت کی مشکل پیش آتی، فوری طور پر بڑی رغبت سے اس جامع جمیع فنون کتاب سے رجوع فرماتے جو حضرت [جامی] کے تراش قلم کا نقش جاودانی ہے۔“ (۲۳۱) خواجہ احرار کی جامی کے ساتھ محبت و عقیدت ان دور قعوں سے بھی واضح ہوتی ہے جو انھوں نے جامی کو لکھے تھے۔ (۲۳۲) غرض یہ کہ ”مولوی [جامی] کی جناب خواجہ [احرار] کے ساتھ بڑی حسن عقیدت تھی اور بھر پور رابطہ برقرار تھا۔“ (۲۳۳)

جامی نے اپنی تصانیف میں بارہا خواجہ احرار کو سراہا ہے۔ مثلاً:

انشائے جامی: اس کتاب کے ابتدا میں جامی کے گیارہ خطوط ”مخدومی، ارشاد مآبی خواجہ عبید اللہ مد اللہ تعالیٰ ظلال ارشادہ“ کو لکھے گئے موجود ہیں۔ یہ تمام خطوط محبت اور عقیدت سے لبریز ہیں۔ چوں کہ خواجہ احرار سے دوستی بھی تھی، ایک خط میں لکھتے ہیں:

”آج میں نے قلم اٹھایا اور سوچا کہ چند باتیں ایسی، جو یار یاروں کو اور دوستدار دوستداروں کو لکھتے ہیں، لکھوں، لیکن مجھے آپ کی طرف سے بھلا دیے جانے کی شکایت اور بے التفاتی سے لاحق ہونے والی پریشانی کی حکایت کے سوا کچھ نہیں سوچھا۔ آپ کی طرف سے نہ سلام، نہ پیغام، کیا میں اس تجاہل کا سبب آپ کی مہر و محبت ہی کا تقاضا سمجھوں یا کاغذ اور قلم سے گریز؟

کئی داشتہ آن گمان کہ شادم کنی
کاری چو زمانہ زبر مرادم کنی
با آنکہ بہ یادت گذرانم ہمہ عمر
عمر گذرانی تو کہ یادم کنی

جو ہوا سو ہوا، اب آپ سے گزارش ہے کہ ماضی کے برخلاف، ہمیشہ ایک خط لکھ کر اس احقر کو مشرف کیا کریں اور اپنی فرصت کے مطابق، اپنے حالات سے آگاہی فرمایا کریں، تاکہ اس شکستہ خاطر کو تسلی حاصل ہو۔

نی دولت آنکہ دیدہ رویش نگرد
نی قوت پا کہ رہ بہ کویش سپرد

ای کاش رساند خنی قاصد از او
با یک دو نفس بہ گفتگویش گذرد (۲۳۳)

دیوانِ جامی: نو شعروں کی غزل، جس کا مطلع ہے:

پیرانہ سر کشیدم سر در رہ سگانت
موی سپید آدم جاروب آستانت

خواجہ احرار کے لیے کہی گئی ہے۔ (۲۳۵) جامی نے احرار کی مدح میں ایک قصیدہ، ایک قطعہ اور سات بند پر مشتمل ایک ترکیب بند بھی کہہ رکھا ہے۔ (۲۳۶)

سلسلہ الذہب: دفترِ اول میں جامی نے ۶۵ اشعار پر مشتمل ایک نظم جس کا عنوان ہے، ”اس بیان میں کہ عرفا اور کاملین کو کثرتِ ملاحظہ صورت، مشاہدہٴ سر وحدت سے دور نہیں کرتی“، اس میں انھوں نے سلطان ابوسعید کے خواجہ احرار کے مرو میں استقبال کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مطلع یوں ہے:

۱۷ خواجہ بندگان کار آگاہ
قبیۂ مقبلان عبید اللہ (۲۳۷)

اور اس کے فوراً بعد ۱۳۹ اشعار پر مشتمل ایک نظم ”حضرت خواجہ اور آپ کے اصحاب کے بعض اوصاف و اخلاق کے بارے میں“ ہے، جس کا مطلع ہے:

زودہ اصحاب و خواجہ حلقہ بہ ہم
چون نکلین اند حلقہ در خاتم (۲۳۸)

”اعتقاد نامہ“ جو کہ سلسلہ الذہب کے دفترِ اول میں شامل ہے، جامی نے خواجہ احرار کے صاحبزادے کی فرمائش پر لکھا تھا۔ (۲۳۹)

تحفۃ الاحرار: جامی نے یہ مثنوی خواجہ احرار کے نام منسوب کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

تحفۃ الاحرار لقب دادمش
تحفہ بہ احرار فرستادمش (۲۴۰)

اس میں سولہ اشعار ”در دعای دادخواہی جناب ارشاد پناہی خواجہ ناصر الدین عبید اللہ

تعالیٰ ظلال ارشادہ علی مفارق الطالبین الی یوم الدین“ کے زیر عنوان ہیں۔ مطلع یوں ہے:

بند | زد بہ جہان نوبت شاہنشی
کوکہ فقر عبید اللہی (۲۳۱)

۱۶۳
کتاب دیباچہ

یوسف وزلیخا: خواجہ احرار کی مدح میں ۳۵ اشعار اس عنوان کے تحت ہیں، ”تبرک بستن بہ ذکر خواجہ ای کہ بہ مقتضای ”عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة“ ذکر اور سرمایہ استزال رحمت نور شہود است و پیرایہ استخلاص از زحمت ظہور وجود“۔ مطلع یہ ہے:

کتاب فقر را دیباچہ راست
سواد نوک کلک خواجہ ماست (۲۳۲)

خردنامہ اسکندری: خواجہ احرار کی مدح میں ۳۵ اشعار درج ذیل عنوان کے تحت موجود ہیں، ”درد عای دولت خواہی جناب ولایت ارشاد پناہی عبید اللہی لازالت ایام بقا نہ مصونہ عن التناهی و مأمونہ من اصابۃ الدواہی“۔ مطلع ہے:

بہ فصل ازل ہر کرا ہمر ہی ہست
دل روشنش ہم پڑ و ہم تہی است (۲۳۳)

فحات الانس: اس کتاب کے بارے میں پہلے بات ہو چکی ہے۔

۴۔ خواجہ عزیز اللہ بوز جانی (م ۲۷ ربیع الثانی ۹۰۲ھ / ۱۴۹۶ء)، مولانا سعد الدین کاشغری کے مرید تھے اور خواجہ احرار کی صحبت میں بھی رہے تھے۔ (۲۳۴) روضۃ الریاضین اور رشحات القدس شرح فحات الانس کے مصنف درویش علی بوز جانی آپ ہی کے مرید ہیں۔

۵۔ میر حسین بن معین الدین میدی (م ۹۰۹ھ / ۱۵۰۳ء) آپ کی منشآت میں آپ کا ایک خط خواجہ احرار کے نام موجود ہے جس میں ان سے روحانی مدد طلب کی گئی ہے۔ (۲۳۵)

۶۔ سید احمد بخاری حسینی (م ۹۲۲ھ / ۱۵۱۶ء استنبول)۔ ابتدا میں خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد میں انھی کے حکم پر شیخ عبداللہ الہی سماوی کے حلقہ ارادت میں چلے گئے۔ (۲۳۶)

۷۔ سید احمد (مدفون سمرقند)۔ شیخ کمال الدین کے مرید تھے لیکن خواجہ احرار کی صحبت میں بھی جاتے رہے۔ (۲۳۷)

۸۔ حسامی خوارزمی۔ رند آزاد اور قلندر مشرب تھے، خواجہ احرار کے ساتھ ملاقاتیں تھیں۔ (۲۳۸)

۹۔ کمال الدین عبدالرزاق سمرقندی صاحب مطلع سعدین و مجمع بحرین کو بھی خواجہ احرار کے ساتھ ملاقات کی خواہش تھی۔ (۲۳۹)

۱۰۔ محمود سندھی، جن کی عمر ۱۲۰ سال سے متجاوز رہی اور زین الدین خوانی اور قاسم انوار کے ہم صحبت تھے، سمرقند میں خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ (۲۵۰)

جب فضل اللہ نجفی (م ۹۲۸ھ ۱۵۲۲ء) بغناق کے علاقے میں گئے تو خواجہ احرار کے بعض درویش تاشقند سے ان کے ہمراہ تھے۔ (۲۵۱)

”آداب و شرائط شیخ و مرید“ کے نام سے ایک رسالہ، جو احرار کے ہی کسی مرید کی تصنیف ہے، کتاب خانہ رضا، رام پور (ہند) میں موجود ہے۔ (۲۵۲)

متفرق احراری

بعض قدیم ماخذ میں بہت سے ایسے لوگ ملتے ہیں جن کے ناموں کے ساتھ ”احراری“ نسبت لکھی ہے اور یہ یقیناً خواجہ احرار کی وجہ سے ”احراری“ ہیں۔ لیکن ابھی اس امر کی تحقیق نہیں ہو سکی کہ احرار کے ساتھ ان لوگوں کی نسبت صلہی سے یا طریقہ سے ہے۔ چونکہ یہ تمام لوگ صاحبان علم و فضل ہیں لہذا ان کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔

۱۔ اجری دیوانہ بلخی، تذکرہ عرفات العاشقین کے مؤلف تقی الدین بلیانی نے ۱۰۲۳ھ میں ۱۶۱۵ء میں آگرہ میں ان سے ملاقات کی اور ان سے جو اشعار سنے وہ اپنے تذکرے میں نقل کیے۔ (۲۵۳)

۲۔ خواجہ بہاء الدین (۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱ء کے لگ بھگ حیات تھے) مؤلف رسالہ ارقام نجوم۔ (۲۵۴)

۳۔ رحمت اللہ بگ بن شیخ اسلام خواجہ احراری (۱۲۱۳ھ/۱۷۹۸ء میں حیات تھے)۔

رشحات عین الحیات، خطی، کتاب خانہ اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ ۱۳۹ کے کاتب ہیں۔ (۲۵۵)

۳۔ سلطان خواجہ شیخ الاسلام سمرقندی متخلص بہ ادا (م ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۳ء)، صاحب دیوان، خطی، کتاب خانہ اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ ۸۲۰۰۔ (۲۵۶)

۵۔ خواجہ عبید اللہ بن محمد باقی زاہدی، مؤلف زاد المعاد، فارسی، خطی، پبلشرسٹ پبلک لائبریری، خیر پور، سندھ، شمارہ ۶، ۲۹۷ (ع ب ی)۔ (۲۵۷)

۶۔ عمر خواجہ (۱۲۵۷ھ میں حیات تھے)، امیر خسرو کے خمسہ کے کاتب، خطی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ ۷۷۷۔ (۲۵۸)

۷۔ محمد علی خواجہ سمرقندی (۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء میں حیات تھے)، مجموعۃ الشعرا کے کاتب، خطی، کتاب خانہ اکیڈمی آف سائنسز آف تاجیکستان، دوشنبہ، شمارہ ۱۵۳۰۔ (۲۵۹)

خواجہ احرار کا سیاسی کردار؛ بادشاہوں اور اُمرا کی ان سے ارادت مندی

ماوراء النہر میں خواجہ احرار کا روحانی اثر و رسوخ اور بے شمار جائداد اس علاقے میں ان کے بھرپور سیاسی کردار کا باعث تھا۔ ارباب اقتدار کے لیے ناگزیر ہو گیا تھا کہ وہ خواجہ احرار کی حمایت اور خوشنودی حاصل کریں۔ خواند میر لکھتے ہیں:

”خواجہ ناصر الدین عبید اللہ اپنے جاہ و خشم اور دولت و جائداد کی فراوانی میں ماوراء النہر کے تمام اکابر اور ترکستان کے تمام مشائخ میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ آپ کا آستانہ بادشاہی و سروری کا نشان بن گیا۔ آغاز میں ترکستان سے اختتامِ حدودِ عراق و آذربایجان تک کے سلاطین عصر اور اُمراے عہد آپ کے بھرپور عقیدت و ارادت رکھتے تھے اور جو بات بھی آپ سے سنتے تھے اسے دُرّ مکنون کی طرح زیور گوشِ ہوش بنا لیتے اور آپ کی بات سے انحراف کی مجال نہ رکھتے تھے۔“ (۲۶۰)

آپ کے ہم عصر حکمران آپ سے قربت حاصل کرنے کے لیے آپ کے مریدوں کا وسیلہ بھی اختیار کرتے تھے اور اپنے اہم عرایض کے لیے انھیں استعمال کرتے تھے۔^(۲۶۱) ذیل میں ہم تاریخی ترتیب کے ساتھ معاصر بادشاہوں اور امرا کے ساتھ خولجہ احرار کے روابط اور تعلقات کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

شاہرخ (حک: ۸۰۷-۸۵۰ھ / ۱۴۰۵-۱۴۴۷ء)

جس زمانے میں خولجہ احرار برات میں مقیم تھے (۸۴۸-۸۴۳ھ / ۱۴۲۵-۱۴۳۰ء) تب انھیں شاہرخ کی حکومت کی وجہ سے فراغت اور جمعیت خاطر حاصل تھی۔ جب شاہرخ کے پوتے ابوالقاسم بابر بن بایسنقر نے سمرقند کا محاصرہ کیا (شوال ۸۵۸ھ / ۱۴۵۴ء) اور خولجہ احرار سمرقند میں سلطان ابوسعید کا ساتھ دے رہے تھے، اس حساس موقع پر بھی بابر کے مقابلے میں خولجہ احرار نے اس کے دادا کے حقوق کا پاس رکھتے ہوئے، بابر اور ابوسعید کے درمیان صلح کروادی۔^(۲۶۲)

ابوسعید (حک: ۸۵۵-۸۷۳ھ / ۱۴۵۱-۱۴۶۹ء)

ماوراء النہر کے بادشاہوں میں ابوسعید، خولجہ احرار کا سب سے بڑھ کر فرمانبردار تھا۔
عبدالواسع نظامی لکھتے ہیں:

’دنیا کے بادشاہوں میں کوئی بھی خولجہ (احرار) کا اتنا معتقد نہیں تھا جتنا کہ سلطان سعید۔ جب بھی آپ کی طرف سے اس کو کوئی رقعہ پہنچتا، چوم کر دستار میں رکھ لیتا اور اپنی ذات کو بھول جاتا۔‘^(۲۶۳)

ابوسعید امور مملکت میں ہمیشہ خولجہ احرار سے مشورہ کرتا تھا اور کبھی فرط عقیدت سے پیدل ان کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ چل کر نیاز مندی کا اظہار کرتا۔^(۲۶۴)

ابوسعید اور خولجہ احرار کے تعلقات کا آغاز اس خواب کی وجہ سے ہوا جو ابوسعید نے دیکھا تھا۔ اس خواب کے بعد ابوسعید، خولجہ احرار کی تلاش میں لگ گیا اور آخر تاشقند میں انھیں پا لیا۔^(۲۶۵) جب سلطان نے ۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء میں خولجہ احرار کی دعا سے سمرقند فتح کیا تو خولجہ احرار کو تاشقند سے اس شہر میں منتقل کر لیا۔^(۲۶۶)

♦ ابوالقاسم بابر نے ۸۵۸ھ/۱۴۵۳ء میں سمرقند پر حملہ کیا۔ ابوسعید نے مقابلے کے لیے خواجہ احرار سے مدد کی درخواست کی اور آپ سے اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ خواجہ احرار نے شہر کی حفاظت کا منصوبہ پیش کیا۔ ابوسعید کے سپاہی اور سمرقند کے عوام چالیس دن تک بابر کے لشکر کے سامنے ڈنے رہے۔ آخر کار خواجہ احرار کی کوششوں سے یہ جنگ صلح پر منتهی ہوئی اور سمرقند ابوسعید ہی کے زیر نگیں رہا۔ (۲۶۷)

♦ ۸۶۲ھ/۱۴۵۸ء میں بلخ پر لشکر کشی کے موقع پر خواجہ احرار سے خروج کی اجازت مانگی۔ (۲۶۸)

♦ ۸۶۵ھ/۱۴۶۱ء میں امیر نورسعید نے سلطان ابوسعید کے خلاف بغاوت کر دی۔ خواجہ احرار نے اس کو نصیحت کی کہ ابوسعید کی اطاعت کرے۔ (۲۶۹)

♦ ۸۶۷ھ/۱۴۶۳ء میں ابوسعید نے قلعہ شاہزئیہ کا محاصرہ کیا۔ نورسعید، میرزا محمد جوگی اور قلعہ میں محصور دیگر افراد نے خواجہ احرار سے مدد مانگی۔ خواجہ احرار سمرقند سے شاہزئیہ گئے اور ابوسعید کو قسم دی کہ وہ محصور افراد کو قتل نہ کرے۔ ابوسعید نے خواجہ احرار کی قسم قبول کر لی اور محصورین کی جان بخشی کی۔ (۲۷۰)

♦ ابوسعید نے عراق اور آذربائیجان پر لشکر کشی سے پہلے مشورے کے لیے خواجہ احرار کو سمرقند سے مرد بلا یا۔ (۲۷۱) جب خواجہ احرار مرد پہنچے تو سلطان نے آپ کے استقبال اور تعظیم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ وہ روزانہ آپ سے مشورہ کرتا۔ مسلسل کئی روز کے مشوروں کے بعد ابوسعید نے عراق پر چڑھائی کر دی۔ (۲۷۲) اسی لشکر کشی کے دوران اوزن حسن بیگ ترکان کے ہاتھوں ابوسعید گرفتار ہوا اور ۲۲ رجب ۸۷۳ھ/۱۴۶۹ء کو آذربائیجان میں قتل کر دیا گیا۔ (۲۷۳)

بخارا کے خراج کی معافی

۲۳ صفر ۸۶۵ھ/۱۴۶۰ء کو خواجہ احرار بخارا سے تیموریوں کے دارالحکومت ہرات گئے۔ سلطان ابوسعید نے آپ کا دلہانہ استقبال کیا اور خواجہ احرار نے جو چاہا اس نے قبول کیا۔ چنانچہ بخارا کا خراج، جو بڑی بھاری رقم تھا، احرار کی درخواست پر بالکل معاف کر دیا گیا اور ابوسعید نے وعدہ کیا کہ وہ تمام مفتوحہ علاقوں کا خراج معاف کر دے گا اور برائیوں کا قلع و قمع کرے گا۔ (۲۷۴)

ماوراء النہر کے خراج کی معافی

ایک دور میں، شاید ۸۷۲ھ - ۶۸ - ۱۳۶۷ء میں، خولجہ احرار ابوسعید سے ملنے مرو گئے تھے۔ خولجہ احرار کے صاحبزادے خولجہ یحییٰ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ سلطان نے نیاز مندی کے اظہار اور خولجہ احرار کے مطالبے پر ماوراء النہر کا خراج معاف کر دیا جس سے کافی رقم وصول ہوتی تھی۔ (۲۷۵)

مالیات وغیرہ کی معافی

خولجہ احرار بعض مظلوم افراد کے اخراجات اور خراج وغیرہ کی معافی کے لیے بھی بھیجے بھار ابوسعید و سفارش کرتے رہتے تھے اور اسے یاد دہانی کرواتے رہتے تھے کہ تم نے رعایا پر جو ٹیکس عائد کر رکھے ہیں وہ خلاف شریعت ہیں اور میری سفارش کے بغیر ہی تمہیں لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے۔ (۲۷۶)

احمد میرزا بن ابوسعید (حک: ۸۷۲-۸۹۹ھ)

میر خواند کے مطابق ابوسعید سے بنے بھی اپنے والد کی روایت کی پیروی کرتے ہوئے حضرت خولجہ احرار کی فرمان برداری سے انحراف جاز نہیں سمجھتے تھے اور ہمیشہ یہ کوشش کرتے کہ خولجہ احرار کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رہے۔ (۲۷۷) چنانچہ احمد میرزا نے علاؤ قرشی کے تیس بیہات خولجہ احرار کے لیے بطور نذر وقف کر رکھے تھے۔ (۲۷۸) اس عہد کا اہم ترین واقعہ اور خولجہ احرار کے سیاسی اثر و رسوخ کی ایک مثال، سلطان احمد میرزا، عمیر شیخ اور سلطان محمود کے درمیان صلح کروانا ہے۔ ۸۹۰ھ - ۱۳۸۵ء میں عمیر شیخ نے محمود کے ساتھ مل کر شاہزادیہ پر چڑھائی کی اور سلطان احمد نے بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ہمراہ شاہزادیہ کا رخ کیا اور خولجہ احرار کو اپنے ساتھ لے گیا۔ چالیس روز تک دونوں لشکر آمنے سامنے رہے۔ آخر کار خولجہ احرار کی ثالثی سے ان کے درمیان صلح ہوئی۔ صلح نامے کے مطابق میرزا سلطان احمد نے تاشقند سلطان محمود کے حوالے کر دیا۔ (۲۷۹)

خولجہ احرار نے ۸۸۵ھ - ۱۳۸۰ء سے کچھ پہلے مرغینان جا کر یونس خان (۸۸۱-۸۹۲ھ) اور عمیر شیخ اور سلطان احمد کی صلح کروائی تھی۔ (۲۸۰)

بظاہر ۸۸۰ھ / ۱۴۷۵ء میں احرار نے سلطان احمد سے ”دہ یازدہ“ ٹیکس کی معافی کا کہا تھا۔ (۲۸۱)

حسین بایقرا (حک: ۸۷۲-۹۱۲ھ / ۱۴۶۸-۱۵۰۶ء)

سلطان ابوسعید کی حکومت کے خاتمے کے بعد اُس کے دربار کے چند خواص سمرقند سے ہرات چلے گئے اور بایقرا سے انعام و اکرام پایا۔ لیکن سمرقندی فوجیوں میں سے چند مشاہیر ایسے بھی تھے جو اپنا مال اسباب اور خویش قبیلہ ہرات میں چھوڑ کر بایقرا کی اجازت کے بغیر ہی واپس سمرقند لوٹ آئے اور خواجہ احرار سے درخواست کی کہ وہ سلطان سے ان کے خویش قبیلے کی منتقلی کی سفارش کریں۔ خواجہ احرار نے مولانا جامی کو ایک سفارشی خط لکھا۔ چونکہ سلطان، مولانا جامی کا بے حد عقیدت مند تھا، لہذا اُس نے سب کو سمرقند واپسی کی اجازت دے دی۔ (۲۸۲)

خواجہ احرار کے ساتھ بایقرا کی عقیدت مندی کا واضح ثبوت اس خط سے بھی ملتا ہے جو اُس نے خواجہ احرار کو لکھا تھا جس میں اس افواہ کی تردید کی گئی ہے کہ بایقرا نے خواجہ احرار کے ایک معتقد خاص علاء الدین مولانا کی توہین کی ہے۔ اس خط میں بایقرا لکھتا ہے:

”جب سے میرا آپ سے رشتہ ارادت و عقیدت قائم ہوا ہے، آپ کی خوشنودی کے لیے میری تمام تر کوشش یہی رہی ہے کہ علاء دین ہو اور ظالمانہ رسموں کا بوجھ عوام الناس کے کندھوں سے اتارا جائے۔“ (۲۸۳)

احرار کی وفات کے موقع پر بایقرا نے اپنے ایک ملازم کے ہاتھ سلطان احمد میرزا کو تعزیت نامہ بھجوایا اور رسم پر سہ ادا کی۔ (۲۸۴)

امیر علی شیر نوائی (۸۴۱ یا ۸۴۲-۹۰۶ھ / ۱۴۳۸ یا ۱۴۴۰-۱۵۰۰ء)

سلطان حسین بایقرا کا یہ دانش مند وزیر خواجہ احرار سے بے پناہ عقیدت رکھتا تھا اور آپ سے خط و کتابت کرتا تھا۔ اس نے اپنے نام خواجہ احرار کے خطوط ایک مرقع میں جمع کیے (جس کا ذکر خواجہ احرار کے خطوط کے ضمن میں ہوا ہے)۔ نوائی نے احرار کو ”قطبِ وقت“ قرار دیا ہے (۲۸۵) اور آپ کے حالات زندگی نسایم الحجۃ میں بیان کیے ہیں (جس کا ذکر پہلے گذر چکا

(ہے) اور خواجہ احرار کی وفات کا مادہ تاریخ ”خدا برین“ نکالا ہے۔ (۲۸۶)

ظہیر الدین محمد بابر (۸۸۸-۹۳۷ھ/۱۴۸۳-۱۵۳۱ء)

ہندوستان کا پہلا مغلیں حکمران: اگرچہ خواجہ احرار کی وفات کے وقت اس کی عمر آٹھ سال تھی اور بظاہر خواجہ احرار سے ملاقات بھی نہیں تھی لیکن اپنے اجداد کی سنت کے مطابق خواجہ احرار اور ان کی اولاد سے ارادت رکھتا تھا اور ۹۰۶ھ ۱۵۰۰ء کی فتح سمرقند و خواجہ احرار کی معنوی برکت کا نتیجہ سمجھتا تھا۔ اس نے ۹۰۶ھ سے کچھ عرصہ پہلے خواجہ احرار کو خواب میں دیکھا کہ انھوں نے اس کو فتح سمرقند کی بشارت دی ہے۔ (۲۸۷) ۸ ربیع الاول ۹۳۵ھ ۱۵۲۸ء کو خواجہ احرار کے رسالہ وادیہ کا ترکی میں ترجمہ کیا (جس کا ذرا خواجہ احرار کی تصنیف میں ہوگا)۔

بابر خواجہ احرار کے پوتوں کو اپنے ہمراہ کا بل اور آگرہ لے گیا تھا۔ (دیکھیے: عنوان ”احرار“ بڑھئی پیک و ہند میں“)

سلطان محمد دوم فاتح (حک: ۸۵۵-۸۶۶ھ/۱۴۵۱-۱۴۶۲ء)

یہ بادشاہ غالباً نہ طور پر خواجہ احرار سے عقیدت رکھتا تھا۔ ایک بار اس نے خواجہ منہ سنی رومی (۲۸۸) کے ہاتھ دس ہزار تھنیاں اور محمل و مخواب اور فرنگی ریشمی پیرے کے کئی جوڑے خواجہ احرار کی خدمت میں بھجوائے تھے۔ خواجہ احرار نے یہ نذر قبول کی اور اسے عام بھلائی کی قمیصات مثلاً پل قرشی وغیرہ پر خرچ کیا۔ سلطان محمد نے تحائف کے ساتھ ایک مصوٰر بھی بھجوا یا تھا جس نے خواجہ احرار کی تصویر بنائی اور سلطان کے لیے روم لے گیا۔ (۲۸۹)

امرا کی خواجہ احرار سے عقیدت مندی

سلطان یونس خان (م ۸۹۲ھ/۱۴۸۷ء): (۲۹۰) عبدالقدوس و اما محمد حیدر میرزا: (۲۹۱)
امیر درویش محمد ترخان (۲۹۲) اور عبدالعلی امیر بخارا (۲۹۳) خواجہ احرار سے ارادت رکھتے تھے۔
حاکم بلخ احمد مشتاق ماوراء النہر کے لوگوں کے اموال لوٹ کر اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ خواجہ احرار

نے اس کو خط لکھا کہ لوگوں کے مال و متاع واپس کر دے۔ (۲۹۳)

ملک الشجار عماد الدین محمود گادان (۸۰۸-۸۸۶ھ / ۱۳۰۵-۱۳۸۱ء) جو اصل میں گیلان کا رہنے والا تھا، ہندوستان چلا گیا اور بہمنیان دکن کے دربار میں منصب صدارت پر فائز ہوا۔ وہ بھی خواجہ احرار کا ارادت مند تھا اور آپ کو عقیدت بھرے خطوط لکھتا تھا۔ (۲۹۵) محمود گادان مولانا جامی سے بھی عقیدت رکھتا تھا اور ان کے درمیان خطوط اور کتابوں کا تبادلہ ہوتا تھا۔ (۲۹۶)

خواجہ احرار کے مخالفین اور معترضین

خواجہ احرار معاشرے میں اپنے مقام و مرتبہ اور روحانی قدر و منزلت کی وجہ سے بعض معاصرین کے حسد و عناد کا شکار بھی رہے۔ سلطان ابوسعید جو کہ آپ کا حامی تھا، اس کے قتل (۲۲ رجب ۸۷۳ھ / ۱۳۶۹ء) کے بعد کئی لوگ خواجہ احرار کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ (۲۹۷) یہ مخالفت خواجہ احرار کی موت کی خواہش (۲۹۸) اور قتل کے ارادے تک جا پہنچی۔ (۲۹۹) آپ کے مخالفین نے یہ سلسلہ خواجہ احرار کے صاحبزادوں اور دیگر متعلقین تک جاری رکھا۔

ابوسعید کے بیٹے سلطان محمود میرزانے جب سمرقند کا محاصرہ کیا تو خواجہ احرار نے اس کو خط لکھا اور اسے اس کام سے باز رہنے کی تاکید کی۔ (۳۰۰) محمود بداعتقاد شخص تھا اور خواجہ احرار کو خفیف کرتا رہتا۔ (۳۰۱) خواجہ احرار اور محمود کے سوتیلے بھائی سلطان احمد میرزا کی وفات کے بعد سمرقند محمود کے زیر نگیں آ گیا (۸۹۹ھ / ۱۳۹۴ء) اور اس نے خواجہ احرار کے متعلقین کے ساتھ سختی شروع کر دی۔ چنانچہ اس کے ظلم و ستم اور سختیوں کا یہ سلسلہ خواجہ احرار کے اخلاف تک جا پہنچا۔ اس نے احرار کے ملازمین اور مزارعوں پر بے پناہ ٹیکس لگا دیے۔ (۳۰۲)

بے حد معمولی حیثیت کے لوگ اور سمرقند کے بعض ”شیخ الاسلام“ بھی خواجہ احرار پر تنقید کرتے تھے۔ مثلاً:

ایک قلندر کا اعتراض

ایک دن خواجہ احرار داتا گنج، جو کہ آپ کی ملکیت ہے اور سعد سمرقند میں واقع ہے، جا رہے

تھے۔ ایک قلندر راستے میں آپ سے ملا اور کہا: ”اے دنیا دار! کتنی دنیا جمع کرو گے؟“ (۳۰۳)

ایک واعظ کا اعتراض

خواجہ مولانا، جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا، کے مریدوں میں سے ایک، نعمت واعظ اپنی مجلس واعظ میں احرار کی غیبت کرتا تھا اور آپ کے متعلق نامن سب اشعار پڑھتا تھا۔ (۳۰۴)

بنو

بہاء الدین عمر کے صاحبزادے کی تنقید

ایک روز ہرات میں ایک محفل میں ہرات کے کئی امرا اور اکابر جمع تھے۔ شیخ بہاء الدین عمر کے بیٹے (۳۰۵) نے اپنی برتری اور آپ [احرار] کی تحقیر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت خواجہ احرار نے ہمارے شیخ [بہاء الدین عمر] کی بہت جستجوئی۔ (۳۰۶)

شیخ زادہ الیاس کا اعتراض

شیخ زادہ الیاس ساکن کوہ تون، خواجہ احرار کی تجارت اور کھیتی باڑی کو خلاف شریعت سمجھتے تھے۔ انھوں نے امیر درویش محمد خان کو خواجہ احرار کے خلاف رپورٹ دی۔ (۳۰۷) الیاس نے بیٹے ابوالحسن کہتے تھے: ”ملک کی تباہی کا سبب خواجہ احرار ہیں، وہ مغلوں کو ولایت [سمقند] تک لائے اور مسلمانوں کی مال و دولت اور اہل و عیال سب ایسی ہی اور تاخت و تاراج کا شکار ہوئے۔“ (۳۰۸)

خواجہ مولانا سمرقندی (م ۸۷۶ھ / ۱۴۷۶ء) کی دشمنی

خواجہ احرار کے ایک شدید مخالف سمرقند کے خواجہ مولانا نامی شخص تھے۔ (۳۰۹) ان کے اجداد سمرقند کے ”شیخ الاسلام“ کے منصب پر فائز تھے۔ ان کے اپنے بھی مرید تھے۔ وہ خواجہ عبدالملک بن خواجہ ابوالنصر پارسا کے خالو ماموں تھے۔ خواجہ احرار کو حقارت سے ”شیخ روستائی“ (دیہاتی ملانہ) کہتے تھے۔ (۳۱۰) ان کا دعویٰ تھا کہ ان کی کرامات خواجہ احرار کی کرامات سے زیادہ ہیں۔ (۳۱۱) وہ لوگوں کو نصیحت کرتے تھے: ”غلاظت کے اس کیڑے [احرار] کو چھوڑ دو جس

کی ساری ہمت دنیا جمع کرنے پر لگی ہوئی ہے۔“ (۳۱۲) خواجہ مولانا نے ایک بار عبدالرزاق نامی ایک بدنام اور پیشہ ور ڈاکو کو کثیر اجرت کے عوض خواجہ احرار کے قتل پر لگایا۔ لیکن یہ شخص اس انتہائی اقدام سے سیدے ہی رفق رہ گیا اور اس نے اعتراف کیا کہ ”تین بار آپ [احرار] اکیلے میرے سامنے آئے۔ میں نے ہزار کوشش کی کہ تیرہ شمشیر نکال کر آپ کا کام تمام کر دوں مگر ایسا نہ کر سکا۔“ (۳۱۳)

آخری وقت تک خواجہ مولانا نے خواجہ احرار کی مخالفت ترک نہیں کی۔ بس جان کنی کے عالم میں مولانا محمد مہمانی کے توسط سے احرار سے کوتاہیوں کی معذرت کی اور کہا: ”ہم نے جو کچھ کیا نفس کی ترغیب پر کیا۔“ احرار نے آپ کی غلطیوں کو نظر انداز کیا۔ (۳۱۴)

تاشقند کے ایک اور شیخ بھی احرار کے مخالف تھے۔ (۳۱۵)

بارتھولڈ کا تجزیہ

روسی مورخ بارتھولڈ [V.V. Barthold] نے احرار کے بارے میں جو تجزیہ پیش کیا ہے وہ مادی نقطہ نظر سے ہے۔ بارتھولڈ کا کہنا ہے:

”شیخ آسمانی [احرار] نے سمرقند کی معاشرت کو انحطاط کے پست ترین درجہ تک پہنچا دیا۔ ماوراء النہر کی نام ور شخصیات اور دانش ور وطن چھوڑ کر ہرات چلے گئے۔ وسطی ایشیا کے تصوف کا دوسرا نام، تہذیب اور معاشرت کی دشمنی ہے۔“ (۳۱۶)

اعتراضات کے جوابات

سلطان محمود نے سمرقند پر دھاوا بول دیا تھا اور خواجہ احرار ”ولی سمرقند“ ہونے کے ناطے اپنے آپ کو اس امر کا پابند سمجھتے تھے کہ اس غارت گری کو روکیں۔ محمود کی دشمنی کا سبب یہی تھا۔ جب اس نے سمرقند پر قبضہ کر لیا تو خواجہ احرار کے خدشات درست ثابت ہوئے اور اہل سمرقند محمود اور اس کے اراکین حکومت کے ظلم و ستم سے بلبلا اٹھے۔ اور اس کے زوال کی دعائیں مانگنے لگے۔ (۳۱۷)

بعض علما اور مشائخ کا خواجہ احرار کی ثروت اندوزی پر اعتراض اُس صورت میں بجا ہو سکتا تھا اگر انھوں نے اس دولت کا غلط استعمال کیا ہوتا۔ آپ نے اپنی اعلیٰ و قف کر رکھی تھیں۔ (۳۱۸) انھوں نے تو اپنے خویش قبیلے کو بھی اجازت نہ دی کہ وہ ان کے مقام و مرتبہ سے غلط فائدہ اٹھائیں۔ خواجہ احرار نے ان کے لیے نہایت معمولی وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ (۳۱۹) خواجہ احرار کی جائداد کی بحث میں یہ بات ہو چکی ہے کہ آپ اس طرح اپنا مال مظلوم مسلمانوں اور غربا پر خرچ کرتے تھے اور وہ خود نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔

خواجہ احرار کو لاحق امراض

خواجہ احرار اپنی زندگی میں کئی بار مختلف بیماریوں کا شکار ہوئے۔ مثلاً جب آپ سمرقند میں مدرسہ قطب الدین میں تھے (۸۲۸ھ - ۱۳۲۵ء کے ٹک بھگ) تو آپ کا سینہ کا شکار ہوئے (۳۲۰) اور بظاہر وہیں آپ پر کھانسی کا شدید حملہ بھی ہوا۔ (۳۲۱) ۸۲۸ھ - ۱۳۲۵ء کے اس ماس خواجہ احرار بخارا میں مدرسہ مبارک شاہ میں تھے کہ چالیس دن تک آشوب چشم کا شکار رہے۔ (۳۲۲) جب آپ ہرات سے بلخ جا رہے تھے تو راستے میں شہر مان اور بلخ کے درمیان آپ کے پاؤں میں شدید آبدی نکل آئے۔ (۳۲۳) طاعون کی پہلی وبا ۸۴۰ھ - ۱۳۳۶ء میں نیے رنگ کا ایک بڑا دانہ آپ کے بائیں پہلو میں نکل آیا لیکن آپ کے ایک مرید بامنا نور الدین [قاسم] تاشقندی نے آپ کی بیماری اپنے میں جذب کر لی اور اپنی جان خواجہ احرار پر قربان کر دی۔ (۳۲۴) خواجہ احرار کا وصال اسہال کے مرض سے ہوا تھا۔ (۳۲۵)

خواجہ احرار کے آخری ایام (۳۲۶)

خواجہ احرار ماہ محرم ۸۹۵ھ - ۱۳۸۹ء میں سنہ کے ملائے میں مارضہ اسہال میں مبتلا ہوئے۔ روز بروز مرض میں شدت آتی گئی اور ضعف جاری ہونے لگا۔ اسی سال میں رنج و غم، بدھ کو سمرقند کے کفشیر والے گھر سے ”وہ کمان گران“ کو روانہ ہوئے۔ راستے میں باغ قوچیان میں قیام کیا اور جمعرات کی شب وہاں گذاری۔ جمعرات کی صبح دوبارہ سفر کمان گران شروع کیا لیکن شدت ضعف کے سبب مصر میں، جو بظاہر سمرقند کے نزدیک ایک گاؤں ہے، رات گذاری اور

جمعہ کی صبح کو پھر کمان گران کی طرف چل نکلے۔ رات کو وہاں پہنچے اور سات دن تک وہاں رہے۔

وصیت نامہ

خواجه احرار نے ۲۸ ربیع الاول ۸۹۵ھ / ۱۳۹۰ء بروز جمعرات اپنی اولاد، اخلاف، دامادوں (میر عبدالاول اور میر عبداللہ) اور رسالہ خوارقِ عاداتِ احرار کے مؤلف مولانا شیخ کی موجودگی میں اپنی وصیت زبانی بیان کی اور کہا:

”ہم نے تہیہ کر رکھا تھا کہ رباط میر میں ایک سرے بنوائیں گے۔ اینٹوں وغیرہ کا انتظام ہو چکا تھا۔ مزید یہ کہ جو زمین مسجد نگارین کے سامنے خریدی گئی تھی وہاں مدرسہ تعمیر کروائیں گے جس میں درسِ تفسیر و حدیث و فقہ ہوگا اور امام غزالی کی تصانیف پڑھائی جائیں گی۔ پچاس ہزار دینار کی زرعی زمین خرید کر اسے مسجد بازار سوزن فروشان کے لیے وقف کر دیا جائے تاکہ اس کے مدرس، موالی، امام اور موذن کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے اور اگر مرمت کی ضرورت ہو تو مرمت کی جائے اور وہ تمام زرعی زمینیں جن سے ہماری زندگی میں غلہ جمع کر کے ہمارے پاس لایا جاتا تھا اس مدرسے کے لیے وقف کر دی جائیں۔ جس طرح ہماری زندگی میں اس کے ثمرات ہمیں پہنچتے تھے، بعد از وفات بھی اس کا اجر و ثواب ہمیں ملتا رہے۔ ان باتوں پر عمل کیا جائے۔“ (۳۲۷)

وفات

خواجه احرار جمعہ، ۲۹ ربیع الاول / ۱۹ فروری ۱۳۹۰ء کو جنوبی سمرقند میں دامنِ کوہ میں واقع دہ کمان گران میں عشا کی نماز کے وقت واصل بہ حق ہوئے۔ (۳۲۸)

احمد میرزا شاہ سمرقند اور اس کے حکومتی اراکین جو جمعے کو آپ کی بیمار پرسی کے لیے کمان گران گئے تھے، ہفتے کو آپ کا جسد مبارک پاکی پر رکھ کر سمرقند لے آئے اور اسی دن عوام و خواص نے احاطہ ملایان میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ (۳۲۹)

مدفن

آپ کو اخطہ ملایان کے باہر خواجہ کفشیر، سمرقند میں دفن کیا گیا۔ اسی موقع پر آپ کی اولاد نے آپ کی قبر مبارک پر ایک عظیم عمارت کی بنیاد رکھی اور اسے بہترین شکل میں تعمیر کروایا۔ (۳۳۰) آپ کے مزار کے آس پاس آپ کے اخلاف، خدفا اور سمرقند کے دیگر علمائے قبور ہیں۔ (۳۳۱) آپ کے مزار کی سجادگی نسل بہ نسل آپ کی اولاد میں منتقل ہوتی رہی ہے۔ (۳۳۲)

مرثیے اور قطعاتِ توارخ و وفات

آپ کے معاصر شعرا مولانا جامی اور علی شیر نوائی نے آپ کی وفات پر مرثیے اور قطعاتِ تاریخ کہے۔ (۳۳۳) متاخر شعرا نے بھی قطعاتِ تاریخ و وفات کہے ہیں۔ (۳۳۴) یہاں مولانا جامی کا ایک مرثیہ نقل کیا جا رہا ہے۔

ماتم او رخنہ در سور سمرقند او قلند
از سمرقند و بخارا بس کہ سیل اشک رفت
دو داین آتش ہمہ اطراف ترستان گرفت
اٹل ترند ہر حصاری کز صبوری داشتند
چون چشید این چاشنی را بیچ چون تعجیف خویش
تیز گوشان ہری را از سماغ این خبر
گوئی امروز از بخارا رفت شاہ نقشبند
کشتی خوارزمیان را رخنہ در جیمون قلند
شد جہان تاریک بر بادام پشمان نچند
موی ز داین سیل اندوہ آن حصار از بیخ کند
تبخ شد بر عیش سازان تلخی بس ناپسند
سینہ باشد چاک و دلہار ریش و جانہا دردمند

در عراق و فارس ہم چون فاش برد داین حدیث

محنت و اندوہ شان خواہ گذشت از چون و چند (۳۳۵)

سلطان حسین بایقرانے آپ کی وفات پر ایک تعزیت نامہ لکھا۔ (۳۳۶)

سمرقند میں خواجہ احرار سے منسوب عمارات

- مسجد احرار: یہ مسجد عطاروں، صرافوں، کاغذ فروشوں اور جلد سازوں کے بازار میں واقع تھی۔ ۹۱۵ھ/۱۵۰۹ء میں اس بازار میں آگ لگ گئی لیکن مسجد احرار کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ (۳۳۷)
- مدرسہ احرار: خواجہ احرار نے اس مدرسے کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کے لیے

جائداد بھی وقف تھی۔ تیرھویں صدی ہجری کے اواسط تک یہ مدرسہ موجود تھا اور اس کی حالت یوں بیان ہوئی ہے:

”یہ مدرسہ شہر سمرقند کے اندر جنوب میں اُس شاہراہ کے مغرب میں واقع ہے جہاں سے لوگ دروازہ سوزان گران میں داخل ہوتے ہیں۔ آپ [احرار] کو اہل علم اور علما سے زبردست محبت تھی۔ اسی وجہ سے اہل علم کے لیے یہاں عظیم الشان مدرسہ بنوایا۔ یہ مدرسہ سمرقند کی تاراج میں ویران ہو گیا۔ جناب محی السنۃ امیر معصوم غازی نے مدرسہ میرزا الخ بیگ کے جنوب میں واقع مدرسہ جامع بلک کو کلتاش جو ویران ہو چکا تھا، کی اینٹیں علمائے دین کے فتوے سے اٹھا کر مدرسہ عالیہ حضرت خواجہ احرار پر لگا دیں اور اس کا وقف بھی جاری کر دیا۔ اب اس مدرسے میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔“ (۳۳۹)

دروازہ احرار: ابوطاہر سمرقندی نے سمرقند کے چشموں کا حال بیان کرتے ہوئے بتایا ہے: ”چشمہ ناوہ دان وہ چشمہ ہے جو جنوب کی طرف سے سمرقند شہر میں آتا ہے اور شہر کے اُس دروازے کے پہلو سے، جسے دروازہ حضرت خواجہ احرار کہتے ہیں.....“ (۳۴۰) اس دروازے کو ”دروازہ گازران“ بھی کہتے تھے۔ (۳۴۱)

خواجہ احرار کی اولاد اور پس ماندگان (۳۴۲)

خواجہ احرار کے والد نے اپنی بھتیجی کا ہاتھ ان کے لیے مانگ رکھا تھا اور ایک بار مولانا نظام الدین خاموش کو بھی واسطہ بنایا تھا تا کہ وہ خواجہ احرار کو اس نسبت پر راضی کریں۔ (۳۴۳) لیکن پتا نہیں کہ خواجہ احرار نے اپنے چچا کی اسی بیٹی سے شادی کی یا کسی اور سے؟

آپ کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی سے محمد عبداللہ پیدا ہوئے اور دوسری بیوی، جو عمر باغستانی کی اولاد میں سے تھیں اور پہلی بیوی کی وفات کے بعد خواجہ احرار کے عقد میں آئی تھیں، ان سے محمد یحییٰ اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ (۳۴۴) اس طرح دو بیویوں میں سے آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں جن کا مختصر احوال درج ذیل ہے:

۱۔ شمس الدین محمد عبداللہ المعروف ”خواجکا“ و ”خواجہ کلان“، خواجہ احرار کے بڑے

صاحبزادے: آپ خواجہ ابوالقاسم شیخ ابولشی سمرقندی کے شاگرد تھے۔ عقلی و نقلی علوم میں ماہر تھے۔ بالخصوص تفسیر، حدیث اور عرب قبائل کی زبانیں خوب جانتے تھے۔ صحیح بخاری پڑھاتے تھے۔ علمی فضائل کے باعث خواجہ احرار انھیں بے حد عزیز رکھتے تھے اور کبھی کبھی ان سے علمی استفادات بھی فرمالتے۔ خواجہ احرار کہا کرتے: ”ایسا بیٹا کم ہی کبھی آس کا اور ہوا ہے۔“ شاہ بیگ کے حملے اور سمرقند پر ازبکوں کی چڑھائی کے وقت آپ اندجان کی طرف نکل گئے اور وہیں ۹۰۸ھ ۳-۱۵۰۲ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار اندجان میں ہے۔ مرقع میر علی شیرنوائی میں آپ کے تین خطوط موجود ہیں۔ (۳۳۵) آپ کے سات صاحبزادے تھے، جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

۲۔ **قطب اللذین محمد یحییٰ، خواجہ احرار کے چھوٹے صاحبزادے:** خواجہ احرار نے اواخر عمر میں انھیں اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا۔ مولانا جامی کو ان سے بہت عقیدت تھی اور فرماتے تھے: ”خواجہ محمد یحییٰ کو طریقت خواجگان سے بھرپور مناسبت ہے، نسبت علمی میں خواجہ اور جذب میں خواجہ یحییٰ برتر ہیں۔“ آپ بے حد غیور اور تند خو تھے۔ کئی بار اپنے والد گرامی کی صحبت ترک کی اور سالہا سال آپ کے اپنے سوتیلے بھائی خواجہ کا سے تعلقات کشیدہ رہے۔

جب شاہ بیگ خان نے سمرقند فتح کیا تو آپ کی تمام جائیدادیں اور جائیدادیں قبضے میں لیں اور انھیں ان کے دو صاحبزادوں سمیت قتل کر دیا (۱۵۱۷ء تا ۱۵۰۶ء) ۱۳۔ آپ (۱۵۰۰ء)۔ آپ کے تیسرے صاحبزادے محمد امین سلامت رہے۔ محمد یحییٰ کا مزار سمرقند میں مزار خواجہ احرار کے نزدیک واقع ہے۔

خواجہ یحییٰ کے چھ خطوط مرقع میر علی شیرنوائی میں محفوظ ہیں اور اب شائع ہو چکے ہیں۔ (۳۳۷)

قاضی میر حسین بن معین الدین میدی (م ۹۰۹ھ) کی منشیات میں دو خطوط خواجہ یحییٰ کے نام ہیں جس سے ان کی خواجہ سے عقیدت و ارادت کا پتا چلتا ہے۔ (۳۳۸)

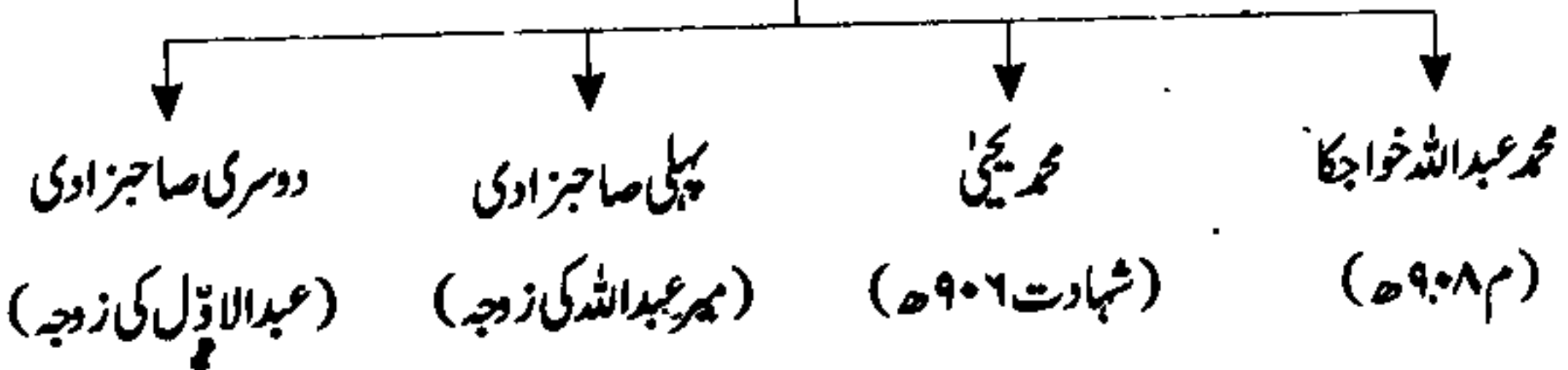
۳۔ **خواجہ احرار کی بڑی صاحبزادی:** آپ میر عبد اللہ بن میر تقی الدین محمد رمانی کے ہند میں تھیں۔ (۳۳۹)

۴۔ **خواجہ احرار کی چھوٹی صاحبزادی:** ملفوظات احرار کے جامع میر عبدالاول نیشاپوری کے عقید میں تھیں۔ (۳۵۰)

بعض کتب میں خواجہ ملا یا مولانا خواجہ علی کو خواجہ احرار کا داماد کہا گیا ہے۔ (۳۵۱) گویا خواجہ احرار کی ایک اور صاحبزادی بھی تھیں، یا مذکورہ دو صاحبزادیوں میں سے کوئی ایک، پہلے یا بعد میں خواجہ علی کے عقد میں آئی۔ واللہ اعلم۔

اولادِ خواجہ احرار کا شجرہ

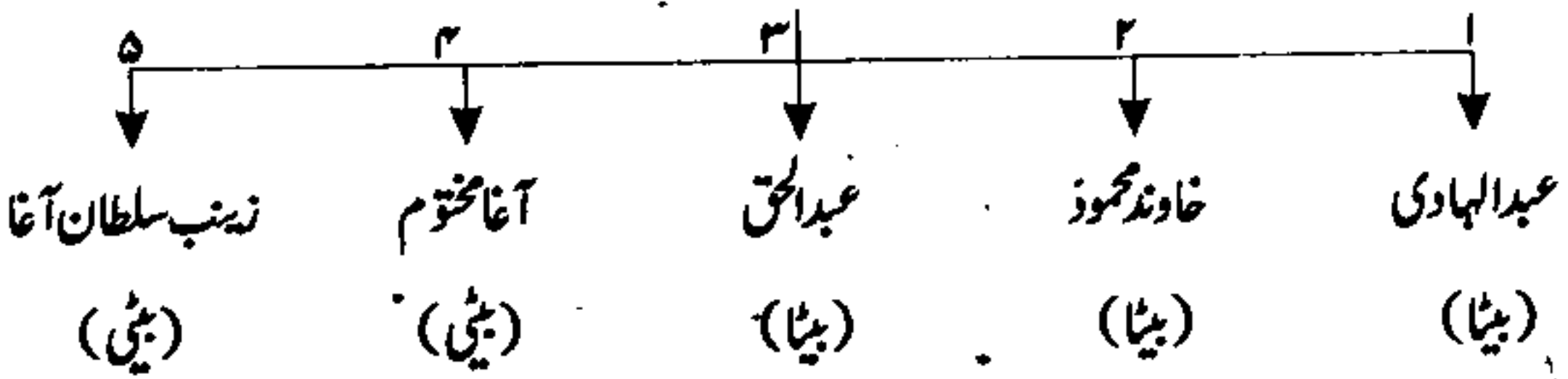
خواجہ احرار



فرزند ان خواجکا

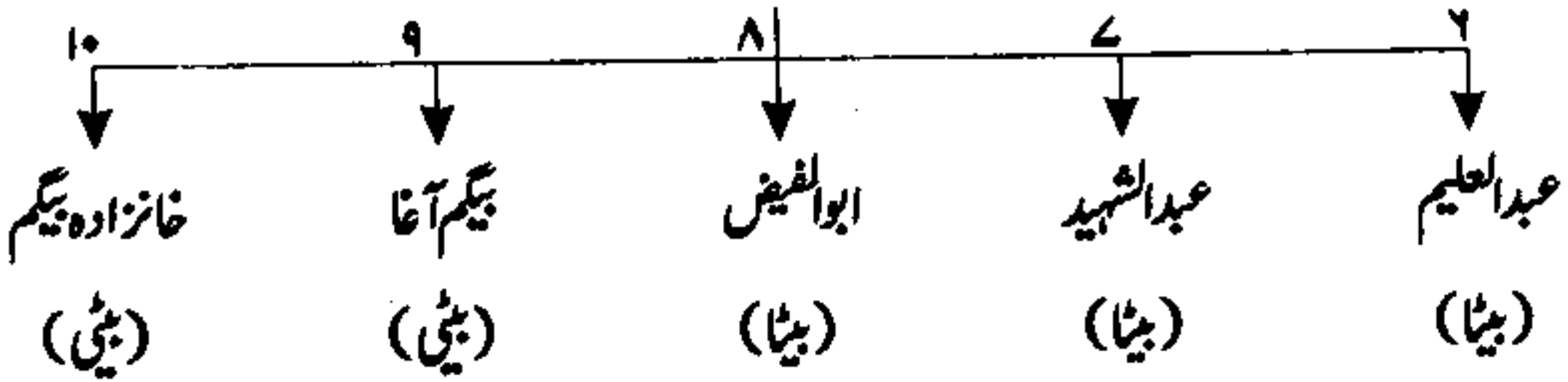
پہلے آپ نے میر تقی الدین محمد کرماتی کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔ ان سے آپ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔

خواجکا



پہلی بیوی کی وفات کے بعد آپ نے شیخ الاسلام نظام الدین کی صاحبزادی سے شادی کی۔ اس سے حسب ذیل تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں:

خواجکا



آپ کی تیسری بیوی ترک تھیں۔ ان سے آپ کا ایک ہی صاحبزادہ ہوا۔

خواجکا
↓
محمد یوسف

- ۱۔ عبدالہادی: آپ نے حجاز اور روم کا سفر کیا۔ بادشاہ روم نے آپ کی درخواست پر روم کے لوگوں کا عشر معاف کر دیا تھا۔ عبدالہادی مولانا جامی کے سلسلے کو پسند کرتے تھے۔ خواجہ احرار کی زندگی میں چالیس سال کے تھے۔ آپ ۸۵۶ھ ۱۴۵۲ء کے آس پاس پیدا ہوئے۔ (۳۵۲)
- ۲۔ شہاب الدین محمود المعروف خاوند محمود: علوم ظاہری و باطنی پر دسترس حاصل تھی اور طریق خواجگان کی تلقین خواجہ احرار سے پائی تھی۔ مولانا جامی سے بھی ملاقاتیں تھیں۔ کچھ عرصہ تک شیراز میں مولانا جلال الدین محمد دوانی (۸۳۰-۹۰۸ھ) کے ہاں تحصیل علم کے لیے مقیم رہے۔ (۳۵۳) آپ نے طب کی تعلیم عماد الدین محمود شیرازی (زندہ ۹۵۴ھ) سے حاصل کی۔ دوبارہ مدینہ اور ہندوستان گئے۔ کاشغر اور طرحان کا سفر بھی کیا۔ شہنشاہ ہمایون اور تاریخ رشیدی کے مؤلف میرزا حیدر دوغلات آپ کے معتقدین میں سے تھے۔ ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء سے دو چار سال اوپر فوت ہوئے۔ انھیں سمرقند میں دفن کیا گیا۔ آپ نے تحفہ خانی کے نام سے طب کی ایک کتاب بھی لکھی، جو ۱۹۵۹ء میں مدراس سے شائع ہو چکی ہے۔ (۳۵۴)
- ۳۔ محی الدین عبدالحق: مدینہ اور ہندوستان کا سفر کیا۔ کمال الدین حسین خوارزمی سے ملاقات ہوئی۔ (۳۵۵) ہمایون آپ کا ارادت مند تھا۔ ۹۵۶ھ ۱۵۴۹ء میں فوت ہوئے اور سمرقند میں دفن کیے گئے۔ رسالہ فقرات میں خواجہ احرار کا ایک خط آپ کے نام ہے۔ (۳۵۶)
- ۴۔ عبدالعلیم: زراعت پیشہ تھے اور اپنے بھائیوں کی خوب خدمت کرتے تھے۔ شاہ بیگ خان کے حملہ سمرقند کے وقت عبدالعلیم کاشغر کی طرف نکل گئے اور وہیں وصال ہوا۔ (۳۵۷)
- ۵۔ عبدالشہید: آپ ۸۹۳ھ ۱۴۸۸ء کے قریب پیدا ہوئے۔ روایت کے مطابق خواجہ احرار نے آپ کے کان میں اذان دی اور شہد چنایا۔ آپ کو مطالعہ اور عارفانہ رسائل لکھنے کا بہت شوق تھا۔ (۳۵۸) آپ نے ایک کتب خانہ بھی بنا رکھا تھا۔ ۹۶۶ھ ۱۵۵۹ء میں ہندوستان گئے۔ دس بارہ ہزار لوگ آپ کی وجہ سے صراط مستقیم پر آئے۔ شہنشاہ اکبر آپ کا معتقد تھا اور اس نے پنجاب کا پرگنہ چماری یا چماری آپ کو بطور نذر دیا تھا۔ آپ پندرہ سال ہند میں رہے اور ۹۸۴ھ

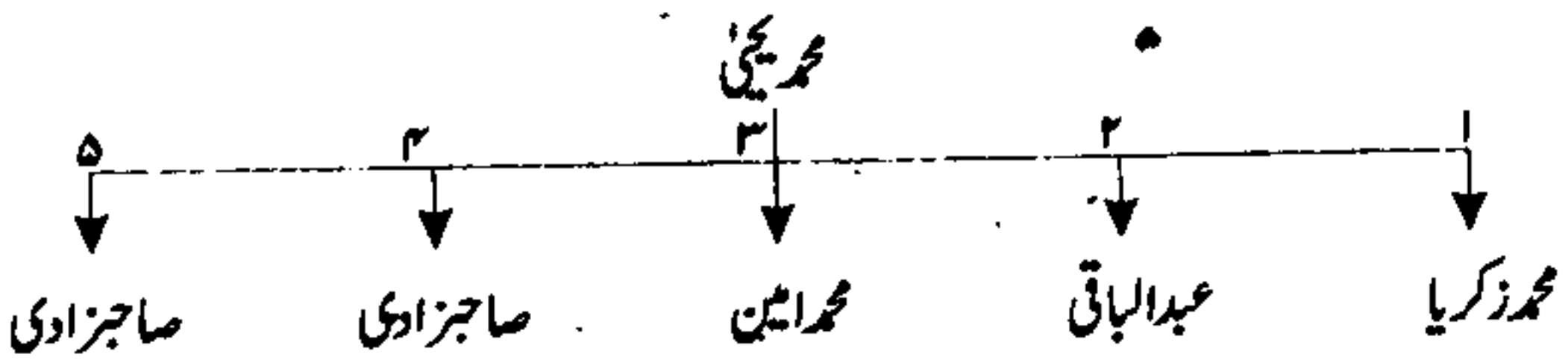
۱۵۷۴ء میں سمرقند لوٹ آئے۔ اس سفر میں نسب نامہ احرار کے مؤلف عبدالحی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ کا وصال ۸ رمضان ۹۸۲ھ/۲۲ دسمبر ۱۵۷۴ء کو سمرقند میں ہوا اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ (۳۵۹)

۶۔ ابوالفیض: نہایت کریم، نخی، بامروت، مشفق اور باہمت آدمی تھی۔ (۳۶۰)

۷۔ محمد یوسف: آپ شاہ بیگ خان کے دورِ اغتیار میں سمرقند سے کاشغر چلے گئے۔ والی کاشغر سلطان سعید خان مغل نے آپ کو بہت عزت و احترام دیا۔ تاریخ رشیدی کا مصنف میرزا حیدر دوغلات آپ سے مل چکا تھا اور آپ سے عقیدت رکھتا تھا۔ محمد یوسف ۱۴ صفر ۹۳۷ھ/۱ اکتوبر ۱۵۳۰ء کو کاشغر میں واصل حق ہوئے۔ میرزا حیدر نے آپ کا مادہ تاریخ وصال ”طائر بہشتی“ تجویز کیا ہے۔ (۳۶۱)

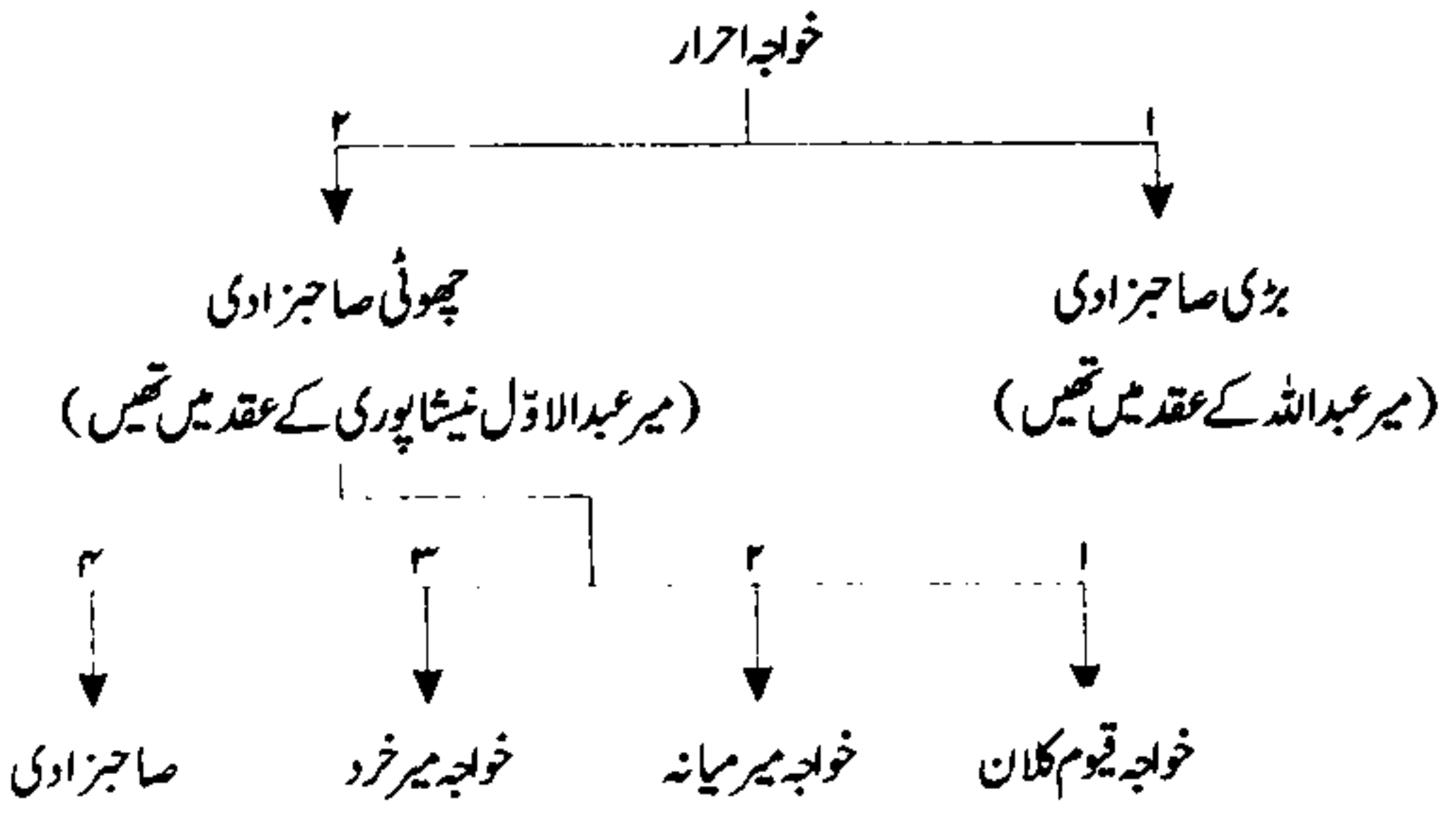
خواجہ یحییٰ کی اولاد

خواجہ محمد یحییٰ کے عقد میں میر محمد ارتون کی صاحبزادی تھیں۔ (۳۶۲) میر محمد ارتون سلطان ابوسعید میرزا کے امرا میں تھے۔ اس خاتون سے آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔



محمد زکریا اور عبدالباقی صحبتِ خواجہ احرار سے مستفیض رہے تھے، آپ کی زندگی ہی میں شادی بھی کر لی تھی اور اپنے والدِ محترم کے ہمراہ محرم ۹۰۶ھ/ اگست ۱۵۰۰ء میں مارے گئے۔ آپ کے تیسرے فرزند محمد امین تھے، جو قتل ہونے سے بچ نکلے۔ مغل شہنشاہ بابر انھیں اپنے ساتھ کابل اور ہندوستان لے گیا۔ (۳۶۳)

خواجہ احرار کی صاحبزادیاں (۳۶۳)



میر عبدالاول کی صاحبزادی، خواجہ محمد یحییٰ کے صاحبزادے خواجہ عبدالباقی کے عقد میں تھیں۔

احراری بڑے صغیر پاک و ہند میں

محرم ۹۰۶ھ اگست ۱۵۰۰ء میں سمرقند پر شاہ بیگ خان کے قبضے کے بعد اولاد احرار مشکلات کا شکار ہوئی۔ اسی حملے میں خواجہ احرار کے صاحبزادے محمد یحییٰ اور ان کے دو بیٹے مارے گئے۔ خواجہ احرار کے پوتے بھی ظلم و ستم کا شکار ہوئے۔ اب ان کا مولد و مسکن۔۔۔ سمرقند کوئی پراسن جگہ نہ رہا تھا۔ مجبوراً خواجہ احرار کے پس ماندگان کو کاشغر (۳۶۵) اور ہندوستان کا رخ کرنا پڑا۔ ماوراء النہر کے احراریوں کے یہ سفر ہند میں کشش بڑے صغیر کے ترک نژاد امر کی نقشبندی خواجگان سے عقیدت و ارادت تھی۔ اگرچہ بڑے صغیر میں سلسلہ نقشبندی کی ترویج و اشاعت کا سہرا امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (۳۶۶) (۹۷۱-۱۰۳۳ھ) کی مساعی جمیلہ کے سر ہے۔

بظاہر خواجہ احرار کے مریدوں میں سب سے پہلے جو ہندوستان آئے، شیخ فیضی بخاری ہیں۔ وہ ۹۳۸ھ ۱۵۳۲ء سے ذرا پہلے ماوراء النہر سے ناگور پہنچے اور یہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (۳۶۷)

یہاں اس بحث کا مقصد سلسلہ نقشبندی احراریہ کی بڑے صغیر میں تاریخ بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اولاد خواجہ احرار میں سے بعض اہم افراد کی ہندوستان آمد و رفت اور یہاں موجودگی کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ ان میں سے بعض لوگ ہندوستان میں ہی رہ گئے اور یہاں خاندان تشکیل دینے اور

ہندوستان میں احراریوں کی تعداد میں اضافے کا سبب بنے۔ آج بھی ہندوستان میں کئی جانے پہچانے لوگ رہ رہے ہیں جو اولادِ خواجہ احرار میں سے ہیں۔ (۳۶۸)

ذیل میں ہندوستان میں چند اہم احراریوں کا تاریخی ترتیب کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

♦ محمد یوسف بن محمد عبداللہ خواجکا بن احرار: ظہیر الدین بابر کے ساتھ ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء میں سمرقند سے ہندوستان گئے۔ دہلی میں طبیبوں کا مشہور خاندان ”شریفی“ آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ (۳۶۹)

♦ محمد امین بن محمد یحییٰ بن احرار: شاہ بیگ خاں کے ماتھوں قتل سے بچ گئے تھے۔ ظہیر الدین بابر آپ کو کابل اور وہاں سے اپنے ساتھ ہندوستان لے آیا۔ بابر نامہ میں ۹۱۰ھ، ۹۱۳ھ اور ۹۲۵ھ کے واقعات میں ان کا نام آیا ہے۔ (۳۷۰)

♦ شہاب الدین محمود المعروف خاوند محمود بن خواجکا بن احرار: دوبارہ ہندوستان کا سفر کیا۔ شہنشاہ بہایون (حک: ۹۳۷-۹۶۳ھ) اور تاریخ رشیدی کے مؤلف میرزا حیدر دوغلات آپ کے ارادت مندوں میں سے تھے۔ (۳۷۱)

♦ عبدالحق بن خواجکا بن احرار: ہندوستان گئے تھے لیکن بالآخر سمرقند لوٹ آئے۔ بابر ۹۳۵ھ کے وقایع میں لکھتا ہے کہ عبدالحق کو اجازت دی گئی کہ آپ آگرہ ہی میں رہیں۔ (۳۷۲)

♦ عبدالشہید بن خواجکا بن احرار: ۹۶۶ھ/۱۵۵۹ء میں ہندوستان گئے۔ پندرہ سال تک وہاں رہے اور دس بارہ ہزار افراد کو حلقہ بہ گوشِ اسلام کیا۔ ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء میں سمرقند لوٹ آئے۔ (۳۷۳)

♦ قاسم بن خاوند محمود مذکور: ماوراء النہر سے ہندوستان گئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کا جسد بعد میں سمرقند منتقل کیا گیا۔ (۳۷۴)

♦ معین الدین احمد بن خاوند محمود مذکور: ہندوستان میں درباری ملازمین کے زمرے میں آتے تھے۔ ۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱ء میں مکہ کے سفر کے دوران گجرات کے نواح میں وفات پائی اور کالے پانی کے قریب دفن ہوئے۔ (۳۷۵)

♦ ہاشم بن ابوالفیض خواجکا: اپنے چچا عبدالشہید مذکور کے ہمراہ ہندوستان گئے اور

۹۸۲ھ/۱۵۷۳ء میں انھی کے ہمراہ سمرقند لوٹ آئے۔ (۳۷۶)

♦ خواجہ عبداللہ، خواجہ احرار کے پوتے: عبدالقادر بدایونی غزوہ صفر ۹۸۲ھ ۱۵۷۶ء کے واقعات میں لکھتے ہیں، ”خواجہ عبداللہ، خواجہ احرار کے پوتے جہاں خندق میں مردانہ وارڑتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔“ (۳۷۷) یہ جنگ ہندوستان میں آج کے محل کے مقام پر لڑی گئی تھی۔

♦ یحییٰ بن ابوالفیض بن خواجکا: ماوراء النہر سے اکبر آباد (موجودہ آگرہ) گئے اور شہنشاہ اکبر (۹۶۳-۱۰۱۴ھ) کی ملازمت اختیار کر لی۔ ۹۸۷ھ ۱۵۷۹ء میں قافلہ حج کے سالار نامزد ہوئے۔ اس قافلے میں بابر کی بیٹی گلبدن بیگم اور حرمین دیگر خواتین شامل تھیں۔ ابوالفضل نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

”ایک واسطے سے ان کا نسب خواجہ عبداللہ [؟]۔۔۔ جنہیں تورانی ”خواجگان“ خواجہ [خواجہ خواجگان] کہتے ہیں۔۔۔ تک پہنچتا ہے۔ اگرچہ روحانیت کا راستہ کم طے کیا تھا لیکن کچھ حکمت اور صوفیہ کے اقوال پڑھتے تھے۔ درستی اور راستی میں یکتاے روزگار تھے۔“

آپ، فوت قدم خطاط تھے۔ ۱۲ ربیع الاول ۹۹۹ھ ۲۶ دسمبر ۱۵۹۰ء کو اکبر آباد میں وفات پائی اور دریائے جمنا کے کنارے راج گھاٹ میں مدفون ہوئے۔ (۳۷۸)

♦ خواجہ کلان بن عبدالباقی بن محمد تھکی: ازبک حکمرانوں اور خوافین نے آپ کو سوغ کا سفیر بنا کر بابر کے پاس ہندوستان بھیجا۔ بابر نے ۹۳۵ھ ۱۵۲۹ء میں انہیں سمرقند واپس جانے کی اجازت دی اور اسی سال بابر نے بابر نامہ کا ایک نسخہ ان کی خدمت میں سمرقند بھیجا۔ (۳۷۹)

♦ خواجہ اشرف بن عبدالہادی (۳۸۰) بن خواجکا: اکبر کے زمانے میں ہندوستان میں تھے اور ۱۰۰۷ھ/۹۹-۱۵۹۸ء میں اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ (۳۸۱)

♦ عبداللطیف معنوی بخارایی: فارسی شاعری کرتے تھے۔ مہد اکبری میں ہندوستان گئے۔ (۳۸۲)

♦ عبدالغنی بن میر مخدوم، خواجکا کے نواسے: ۹۷۷ھ ۷۰-۱۵۶۹ء میں ہندوستان میں

فوت ہوئے۔ (۳۸۳)

♦ عبداللہ بن عبدالسلام: آپ کی والدہ ماجدہ ابوالفیض بن خواجکا کی بیٹی تھیں۔ ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء میں اجین (ہندوستان) میں فوت ہوئے۔ (۳۸۴)

♦ محمد صادق بن یحییٰ بن ابوالفیض بن خواجکا: اکبر بادشاہ کے ہاں ملازم تھے۔ ۸ ذی الحجہ ۱۰۱۱ھ/۹ مئی ۱۶۰۳ء کو مرزا کوکہ کی بیٹی سے نکاح کیا۔ (۳۸۵)

♦ میرزا اشرف الدین حسین بن معین الدین احمد مذکور: اکبر بادشاہ کی ملازمت میں بہت ترقی کی اور بہت مراعات پائیں۔ چنانچہ نارنول، ناگور، اجمیر، مرتہ اور جالور آپ کی جاگیر میں شامل تھے۔ پھر اکبر سے منہ موڑ لیا اور ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء سے پہلے مارے گئے۔ (۳۸۶)

♦ ابوالاعلیٰ: شاہجہان کے زمانے (۱۰۳۷-۱۰۶۸ھ) میں زُمدہ تھے۔ محمد صادق دہلوی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اولاد احرار میں سے ہیں۔ ابتدا میں سپاہی تھے۔ اس کے بعد میر عبداللہ احرار [ی] کے مرید ہو گئے اور آپ کے منظور نظر بن کر زیر تربیت رہنے لگے۔ جو بھی آپ کی صحبت اختیار کرتا ہے اس میں جذبہ ظاہر ہونے لگتا ہے اور وہ بے اختیار ہو کر آپ کی خدمت میں ہی رہنے لگتا ہے۔ اللہ آپ کی عمر دراز کرے۔“ (۳۸۷)

♦ عبدالمنعم: مولانا عبدالحی نے کمال محمد منبھلی کی تالیف اسرار یہ کے حوالے سے آپ کو عبداللہ بن شیخ کبیر عبید اللہ احرار کا فرزند لکھا ہے۔ عبداللہ بن احرار کا کوئی بیٹا عبدالمنعم نامی نہیں ہے۔ یہ عبدالعلیم کے نام کی تصحیف بھی نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ کاشغر میں رہتے تھے اور کبھی ہندوستان نہیں گئے تھے۔ ممکن ہے یہ بزرگ، عبداللہ کے اخلاف میں سے یا چند نسل بعد کے ہوں۔ جیسا کہ آپ کے زمانہ حیات گیارہویں صدی ہجری سے ظاہر ہے۔ عبدالمنعم شیخ و فقیہ تھے۔ اور شاہجہان نے آپ کو سلیم پور کے علاقے میں کچھ دیہات انعام دیے تھے۔ شیخ وہیں اقامت پذیر تھے۔ ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء سے ایک دو سال بعد فوت ہوئے۔ (۳۸۸)

♦ زین العابدین المعروف خواجہ میر بن خواجہ شاہ بن خواجہ کلاں مذکور: اکبر کے منظور نظر تھے۔ فتح پور (ہندوستان) میں رہے گئے۔ (۳۸۹)

♦ عبداللہ خان فیروز جنگ: ۱۰۰۰ھ تا ۱۵۹۲ء میں ہندوستان گئے اور اکبر، جہانگیر اور شاہجہان کے درباروں میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہے۔ چھ عرصہ کے لیے حاکم بجات اور بہار والہ آباد کے صوبہ دار بھی رہے۔ ۱۰۵۹ھ تا ۱۶۳۹ء میں فوت ہوئے۔ (۳۹۰)

♦ ابوالعلا اکبر آبادی: ہندوستان کے معروف نقشبندی مشائخ میں سے تھے۔ آپ کی والدہ خواجہ احرار کے خاندان سے تھیں۔ ابوالعلا کے جد عبدالسلام اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہندوستان آئے۔ ابوالعلا ۹۹۰ھ تا ۱۵۹۲ء میں ہندوستان میں پیدا ہوئے اور وہیں زندگی بسر کی۔ صفر ۱۰۶۱ھ تا ۱۶۵۹ء میں وفات پائی اور اکبر آباد (موجودہ آگرہ) میں دفن ہوئے۔ (۳۹۱)

♦ عبدالرحیم ملقب بنو اب سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر ولیر جنگ: آپ کے والد خواجہ عبدالکریم احراری، سمرقند سے ہندوستان گئے تھے۔ اسی سفر کے دوران عبدالرحیم اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ دو سال کی عمر میں اپنے ماں باپ کے ہمراہ سمرقند لوٹ آئے اور جوانی میں دوبارہ ہندوستان مراجعت کی۔ پہلے اورنگ زیب عالمگیر (۱۰۶۸-۱۱۱۸ھ) کے دربارتہ وابستہ رہے، بعد میں محمد شاہ (۱۱۳۱-۱۱۶۱ھ) کے دور سلطنت میں ہفت ہزاری منصب پر فائز رہے اور ۲۶ جمادی الاول ۱۱۳۶ھ تا ۲۵ شعبان ۱۱۵۰ھ سے اپنی وفات ۹ ربیع الثانی ۱۱۵۰ھ تا ۱۷۳۷ھ تک لاہور اور ملتان کے صوبہ دار رہے۔ برصغیر میں آپ "خواجہ زادہ احراری" کے لقب سے مشہور ہیں۔ (۳۹۲)

خان ۱۱۵۰ھ تا ۱۱۵۸ھ ۱۷۳۷ء تا ۱۷۵۵ء، لاہور کا صوبہ دار رہا۔ زریا خان کہا جاتا تھا "خواجہ احرار کے اخلاف | برصغیر پاک و ہند میں | سلسلہ نوشاہیہ کے بانی حضرت حاجی محمد نوشہنج بخش (م. ۱۰۶۳ھ) کے روحانی تصرف میں چلے گئے ہیں۔" (۳۹۳)

♦ خواجہ امیر خان: فارسی گو شاعر تھے۔ ۱۲۱۷ھ تا ۱۸۰۲ء میں لاہور میں رہتے تھے۔ (۳۹۴)

♦ حاجی غلام علی نقیب الاولیا: ان کے آباؤ اجداد محمد شاہ کے زمانے میں ہندوستان گئے۔ غلام علی ۱۱۸۱ھ تا ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ تا ۱۱۵۰ھ

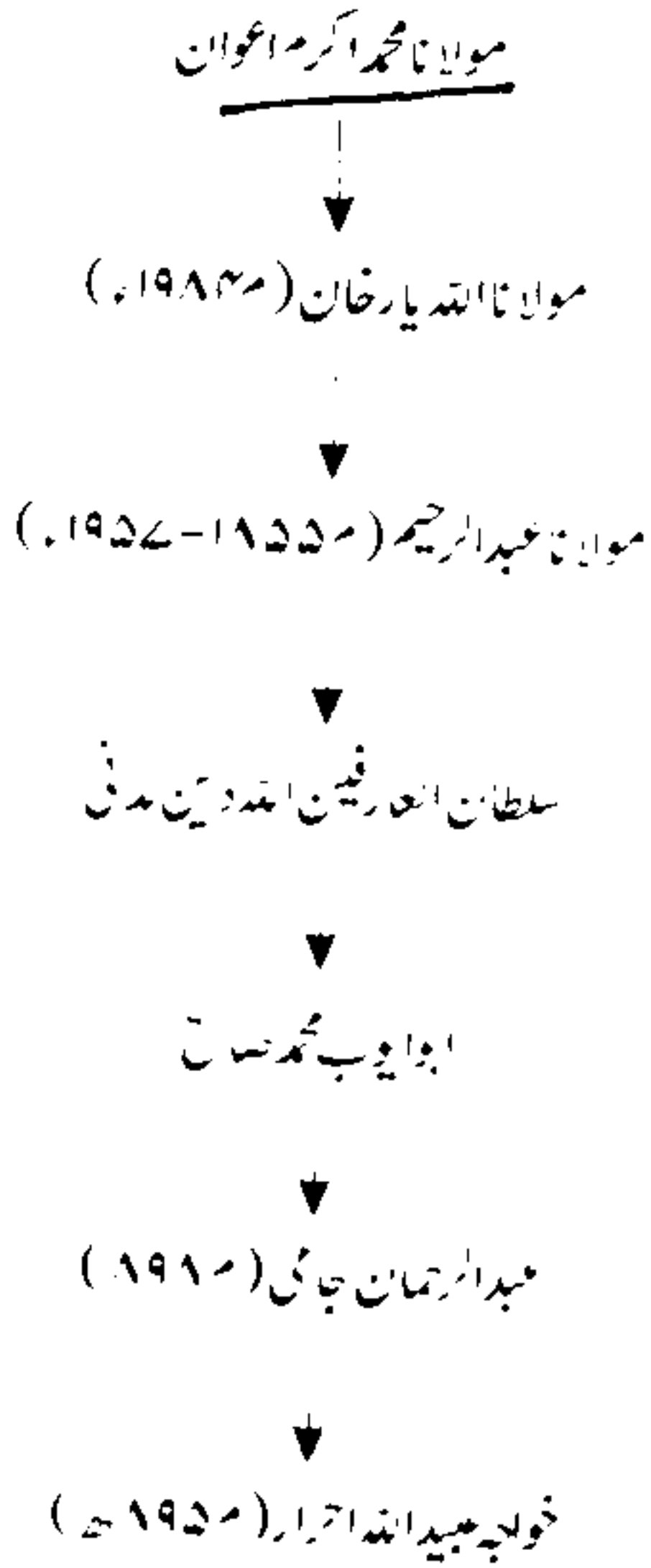
۱۸۳۵ء کو دہلی میں فوت ہوئے۔ ہندوستان میں مغلوں کے دربار میں ”نقیب الاولیا“ کا منصب انھی کے اجداد کے پاس تھا۔ آپ خود بھی اپنے زمانے کے ”نقیب الاولیا“ تھے اور بادشاہ وقت کی طرف سے فقرا کی مالی اعانت اور عارفان گوشہ نشین کی خبر گیری پر مامور تھے۔ (۳۹۵)

- ♦ حیدر علی آتش لکھنوی (تقریباً ۱۱۹۲-۱۲۶۳ھ): اردو کے معروف شاعر ہیں۔ (۳۹۶)
- ♦ قاضی محمد صادق خان اختر ہوگلوئی (۱۲۰۱-۱۲۷۶ھ): ان کے آبا و اجداد ترکستان سے دہلی اور وہاں سے بنگال گئے۔ اختر ۱۹ کتابوں اور رسالوں کے مؤلف ہیں جن میں سب سے اہم تذکرہ آفتاب عالمتاب ہے۔ (۳۹۷)

اس کے علاوہ بھی کچھ لوگوں کے ناموں کے ساتھ ”احرار“ نسبت لکھی گئی ہے لیکن یہ طے نہیں کہ یہ لوگ خواجہ احرار کے پس ماندگان میں سے ہیں یا آپ کے سلسلہ طریقت سے وابستہ ہیں۔ ایسے ہی لوگوں میں، صلاح الدین احراری اور نور اللہ احراری کے نام نمایاں ہیں۔ صلاح الدین احراری کو شیخ احمد سرہندی (م: ۱۰۳۲ھ) نے ایک خط بھی لکھا۔ (۳۹۸) نور اللہ احراری شاہجہان آباد میں تھے اور ۱۰۷۳ھ/۶۳-۶۶۲ء میں فوت ہوئے۔ مثنوی مولوی، یوسف وزینخاے جامی اور گلستان سعدی کی شرحیں لکھیں۔ (۳۹۹)

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں بڑے صغیر بالخصوص پنجاب میں ایک سیاسی، مذہبی اور عوامی تنظیم ”مجلس احرار الاسلام“ یا ”مجلس احرار“ (۴۰۰) سے وابستہ افراد بھی خود کو ”احرار“ کہلاتے تھے، ظاہر ہے وہ ہمارے موضوع سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے ہیں۔

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال، پنجاب میں سلسلہ اویسیہ نقشبندیہ کا مرکز ہے، اس کے موجودہ شیخ، مولانا محمد اکرم اعوان، خود کو بطریق اویسی خواجہ عبید اللہ احرار سے منسلک کرتے ہیں۔ ان کا شجرہ طریقت اس طرح ہے: (۴۰۱)



حواشی

- ۱- مزید معلومات کے لیے دیکھیے: ملفوظات احرار، بند ۳۸۸، ۵۶۲، ۶۹۱؛ سلسلہ العارفین، ص ۹۷، ۱۰۵، ۱۱۹-۱۲۳؛ رشحات عین الہیات، ج ۲، ص ۳۶۶-۳۹۰؛ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۶۳، ۶۵، ۷۰، ۷۱؛ نسب نامہ احرار، ص ۸، ۹۔
- ۲- > خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط <، ص ۱۳۶
- ۳- نسب نامہ احرار، ص ۱۳۳۔ خواجہ عبدالکریم خواجہ احرار کی بڑی بہن کے بیٹے تھے۔ ۲۲ سال کے صالح جوان تھے۔ خوارق عادات احرار، ص ۷۳؛ نسب نامہ احرار، ص ۱۳۳
- ۴- روضات الجنات، ج ۱، ص ۵۰۲ کے مرتب نے غلطی سے ملک غیاث الدین آل کرت کے وزیر مولانا ناصر الدین عبید اللہ زندہ ۱۱۵ھ (شرح احوال کے لیے دیکھیے: تاریخ نامہ ہرات، ص ۷۴۰) کو اہل خواجہ احرار کو ایک شخص سمجھ لیا ہے۔
- ۵- ملفوظات، بند ۳۸۹، ۷۲۲؛ سلسلہ العارفین، ص ۱۰۵؛ رشحات عین الہیات، ج ۲، ص ۳۹۰-۳۹۱
- ۶- رشحات عین الہیات، ج ۲، ص ۳۸۷، ۴۱۵
- ۷- خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۶۳
- ۸- دیکھیے: سنن ابی داؤد (کتاب المہدی)، ج ۴، ص ۴۷۷؛ مصابیح السنۃ (کتاب الفتن، باب اشراط الساعة)، ج ۳، ص ۴۹۳۔ ترجمہ حدیث: حارث بن حراث نامی ایک شخص دریا کے اُس پار سے خروج کرے گا جس کا پیش رو منصور نامی ایک شخص ہے جو آل محمد کے لیے زمین ہموار کرے گا جس طرح قریش نے رسول اللہ کے لیے رستہ ہموار کیا تھا۔ ہر مومن پر اُس کا ہاتھ دینا واجب ہے۔
- ۹- سلسلہ العارفین، ص ۱۰۶
- ۱۰- سلسلہ العارفین، ص ۴۲۵؛ رشحات عین الہیات، ج ۲، ص ۴۱۵
- ۱۱- تاش، تاشکنت، جس کے معنی ترکی زبان میں پتھر لے شہر کے ہیں۔ اس کا املاء تاشکند، طاشکند، تاشقند بھی ہے۔
- ۱۲- معجم البلدان، ج ۱، ص ۷۳۶
- ۱۳- جغرافیای تاریخی سرزمینہای خلافت شرقی، ص ۵۱۱-۵۱۳؛ تقویم البلدان، ص ۵۷۲-۵۷۳

- ۱۳۔ جغرافیای تاریخی سرزمینهای خلافت شرقی، ص ۳۹۲-۳۹۳: جس میں سمرقند کے بارے میں قدیم ترین
ماخذ کی نشاندہی بھی کی گئی ہے: دائرة المعارف فارسی (مصاحب)، ذیل ”سمرقند“
- ۱۵۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۳
- ۱۶۔ سلسلۃ العارفین، ص ۱۰۸-۱۰۹
- ۱۷۔ ایضاً ص ۱۲۴: رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۲۰۷
- ۱۸۔ خوارق عادات احرار (پینڈ)، ص ۷
- ۱۹۔ اس تصویر کا عکس خدا بخش الابریری کی انتظامیہ کی مہربانی سے مجھے حاصل ہوا۔
- ۲۰۔ ملفوظات، بند ۲۳: رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۸۲
- ۲۱۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۳
- ۲۲۔ سلسلۃ العارفین، ص ۲۵۲
- ۲۳۔ المصباح، تألیف امام ناصر بن عبدالسید مطرزی اشعری ۶۱۰ھ و تالیف کشف الظنون، ج ۲، ص ۷۸
- ۲۴۔ قاضی ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بیضاوی (۶۲۴ھ) کی تالیف انوار المتزین و اسرار التاویل کی طرف
اشارہ ہے۔
- ۲۵۔ سلسلۃ العارفین، ص ۲۵۱: رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۳
- ۲۶۔ ملفوظات، بند ۴۰۹، ۶۷۹، ۷۱۶۔ راقم نے ”چند نکتہ جالب طبی در یک متن عرفانی قرن ششم ہجری
(ملفوظات عبداللہ احرار)“ کے زیر عنوان مقالہ ۲-۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو تہران یونیورسٹی میں منعقد ہونے
والے تاریخ طب کے بین الاقوامی سیمینار میں پڑھا۔
- ۲۷۔ ملفوظات، بند ۳۰۶: رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۹۳
- ۲۸۔ سلسلۃ العارفین، ص ۳۲۸-۳۲۷: ملفوظات، بند ۶۹۴ میں احرار کا واقعہ ثابت مذکور ہے۔
- ۲۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۳-۴۱۶
- ۳۰۔ دیکھیے: رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۲-۴۱۳: ملفوظات احرار، اشاریہ کی مدد سے۔
- ۳۱۔ ملفوظات، بند ۳۷۱: رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۷۶-۳۷۷
- ۳۲۔ ملفوظات، بند ۱۷۵، ۲۱۳، ۲۸۳، ۴۱۶، ۶۸۳، ۶۹۹: سلسلۃ العارفین، ص ۱۹۶، ۲۹۵، ۲۹۷، ۳۰۱
- رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۲۵-۴۲۸

- ۳۳۔ ملفوظات، بند ۳۶۹، ۳۷۰؛ سلسلۃ العارفین، ص ۳۷۰؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۶۶-۱۶۷؛ ج ۲، ص ۴۱۶
- ۳۴۔ فقرات (سخہ کراچی)، ص ۱۹۶؛ ملفوظات، بند ۱۴۵، ۳۹۸؛ سلسلۃ العارفین، ص ۲۸۷؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۶
- ۳۵۔ لحات من نجات القدس، ص ۱۶۱-۱۶۲
- ۳۶۔ ملفوظات، بند ۱۲۸؛ سلسلۃ، ص ۱۰۹-۱۱۱، ۳۸۲؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۷۹-۱۸۲
- ۳۷۔ ملفوظات، بند ۱۶۹، ۴۰۳، ۴۱۶، ۷۳۰، ۷۳۱؛ سلسلۃ العارفین، ص ۲۹۶، ۳۷۳، ۳۸۸، ۳۸۹؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۶
- ۳۸۔ ملفوظات، بند ۶۸۳
- ۳۹۔ ملفوظات، بند ۱۵۷، ۳۱۶؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۸۷، ۲۹۲؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۳۲-۱۳۵، ص ۴۱۶
- ۴۰۔ ملفوظات، بند ۷۱۳؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۹۵؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۲
- ۴۱۔ ملفوظات، بند ۵۸۴، ۳۹۲؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۹۳
- ۴۲۔ ملفوظات، بند ۵۴۱؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۹۳
- ۴۳۔ ملفوظات، بند ۱۷۷، ۳۵۳، ۵۲۲؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۱۵-۱۱۶؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۶
- ۴۴۔ ملفوظات، بند ۳۳۵؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۱۴؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۸۳
- ۴۵۔ ملفوظات، بند ۳۳۰؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۷۴
- ۴۶۔ ملفوظات، بند ۱۸۰؛ نیز بہ مدد اشاریہ بذیل ”قاسم“؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۱۷-۳۲۵؛ خوارق عادات احرار (پینہ) ص ۱۲۶؛ سلسلۃ العارفین، ص ۳۵۱، ۳۵۵
- ۴۷۔ ملفوظات احرار (محمد امین)، بند ۱۳۲، ۱۵۰
- ۴۸۔ لحات من نجات القدس، ص ۱۴۸-۱۵۰
- ۴۹۔ ملفوظات، بند ۵۷۹؛ سلسلۃ العارفین، ص ۲۲۷
- ۵۰۔ ملفوظات، بند ۲۳۶؛ سلسلۃ العارفین، ص ۳۰۷؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۸۳
- ۵۱۔ ملفوظات، بند ۳۳۸؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۵۱؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۱۴

۵۲۔ ملفوظات، بند ۱۹۵، ۱۹۷-۱۹۸؛ سلسلۃ العارفین، ص ۲۰۱؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۹۲؛ ج ۲، ص ۴۱۳-۴۱۴؛ خوارقِ عادات احرار (پنڈ)، ص ۱۲۷

۵۳۔ سلسلۃ العارفین، ص ۳۹۲

۵۴۔ آپ کے شرحِ احوال و آثار کے لیے دیکھیے: نجات الانس، ص ۴۰۲-۴۰۳؛ ملفوظات، بند ۱۷۶؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۳۶-۱۳۹؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۲۸-۴۳۲؛ خوارقِ عادات احرار، ص ۱۱۳۳؛ حامد انکار، انسائیکلو پیڈیا ایرانیکا، ج ۴، ص ۸۱۹-۸۲۰

داشنامہ جہان اسلام، تہران، ۲۰۰۷ء، ج ۱۱، ص ۸۱۱-۸۱۲، چرخی، یعقوب

۵۵۔ ملفوظات، بند ۱۷۶؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۲۸-۴۳۲؛ محمد نذیر راجھا صاحب نے پاکستان

میں مولانا چرخی کی تصانیف کی تدوین و ترجمہ کا کام انجام دیا ہے۔ ان کے مرتبہ رسائل

ابدائیہ، انیسہ، جمالیہ، شرح اسما، احسنی وغیرہ شائع ہو چکے ہیں انہوں نے رودان طبقتہ کے لیے مذکورہ

رسائل کے مدونہ تفسیر و تالیف کا اردو ترجمہ بھی شائع کیا ہے۔ ۲۰۰۷ء میں تہران میں مجھے نامور تالیف

سرشتی سے جو رسائل چرخی مرتب کر رہے ہیں۔ ان کے پاس بعض ایسے قیمتی نسخے تھے جو راجھا صاحب

نے استعماں نہیں کیے ہیں۔

۵۶۔ دیکھیے: جہرات الشوق؛ سلسلۃ خواجگان، سلسلۃ اصداقیین، مؤخر الذکر دونوں احمد کاشانی کی تصنیف ہیں۔

خطی، پنج بخش، شمارہ ۱۴۰۱، نسب نامہ احرار، ص ۱۱-۱۳، قدسیہ (مطبوعہ راولپنڈی)؛ بائبل، ص ۲۴۴،

(مطبوعہ تہران) حصہ تصاویر، ص ۹۲ کے بعد؛ انیس الطائین و مدۃ السامین، ص ۱۱۳-۱۱۵

۵۷۔ سلسلۃ العارفین، ص ۱۲۳

۵۸۔ ملفوظات، بند ۱۹۳، ۶۷؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۵۰، ۲۵۶

۵۹۔ ملفوظات، بند ۱۷۵؛ گویا اعتمادی نے مقالہ ”مسجد جامع بہات“ مطبوعہ مجدد آریانا، کابل، ص ۲، ش ۲، ص ۶

میں اس چلہ خانہ کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں خواجہ احرار خلوت میں بیٹھتے تھے۔

۶۰۔ ملفوظات، بند ۳۲۳؛ سلسلۃ العارفین، ص ۱۰۷؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۱۸۲

۶۱۔ ملفوظات، بند ۳۲۲؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۲۰۱-۲۰۲

۶۲۔ ملفوظات، بند ۱۳، ۶۸؛ سلسلۃ العارفین، ص ۴۶۴-۴۱۳

۶۳۔ دیکھیے: رسالہ خوارقِ عادات احرار؛ سلسلۃ العارفین، فصل سوم؛ رشحات عین الحیات، ص ۱۰۷؛ قصہ سوم۔ مزید

دیکھیے:

Jo-Ann Gross, "Authority and miraculous behavior: Reflections of *Kar m t* stories of Khwaja 'Ubaydullah Ahrar" in *The legacy of Mediaeval Persian Sufism*, ed. by Leonard Lewisohn, London, 1992. pp. 159-171

- ۶۴ - ملفوظات، بند ۵۶
- ۶۵ - رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۶-۴۱۲ میں بعض نمونے پیش کیے گئے ہیں۔
- ۶۶ - سلسلۃ العارفین، ص ۲۲۸؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۳۱
- ۶۷ - سلسلۃ العارفین، ص ۲۲۳
- ۶۸ - ملفوظات، بند ۵۳
- ۶۹ - ملفوظات، بند ۵۰، ۶۷
- ۷۰ - ملفوظات، بند ۵۸۹
- ۷۱ و ۷۲ - ملفوظات، بند ۳۹، ۷۰؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۱-۴۱۲
- ۷۳ - رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۹۹-۴۰۰
- ۷۴ - ملفوظات، بند ۷۱۹؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۰
- ۷۵ - ملفوظات، بند ۷۲۸
- ۷۶ - خوارق عادات احرار (پژندہ)، ص ۹۸، ۱۰۰
- ۷۷ - ملفوظات، بند ۵۶۵، ۵۶۶، ۶۹۵، ۷۱۵
- ۷۸ - ایضاً، بند ۶۹۵
- ۷۹ - ملفوظات، بند ۵۶۵
- ۸۰ - ملفوظات، بند ۳۳۵، ۹۰
- ۸۱ - ایضاً، بند ۷۰۰
- ۸۲ - ایضاً، بند ۶۲۸
- ۸۳ - ایضاً، بند ۲۳۹، ۲۳۶

- ۸۴۔ ایضاً، بند ۵۸۶
- ۸۵۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پنڈ) ، ص ۷۶
- ۸۶۔ یہ واقعہ نظام الدین احمد بن حسین بن محمد شاہ نے مثنویاتِ عطار کے ترجمہ ۱۵ جمادی الآخر ۸۹۲ھ میں بیان کیا ہے۔ جو نیشنل پبلک لائبریری نئی دہلی میں شمارہ IV-2-57 (HC-256) کے تحت موجود ہے۔ دیکھیے تصوف و ادبیات تصوف، ص ۵۱۴
- ۸۷۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پنڈ) ، ص ۱۳۱-۱۳۲
- ۸۸۔ ملفوظات، بند ۱۱۱، ۳۷۸، ۳۸۲، ۳۹۲، ۳۹۵، ۵۸۰، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۶۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۹۳، ۶۹۴
- ۸۹۔ ایضاً، بند ۶۳
- ۹۰۔ ایضاً، بند ۷۷، حافظ کے مشہور شعر کی شریعتِ معاشرتن سرور از زلف یا رب پار کنید
- ۹۱۔ ایضاً، بند ۳۸۲، ۵۶۸، احرار کے رسالہ فقرات اور والدیہ میں بھی مولانا روم کے اشعار گمراہ درج ہیں۔
- ۹۲۔ خوارقِ عاداتِ احرار، ص ۵۹
- ۹۳۔ ریاضِ کرم اللہ کریمی قادری بگرامی، قلمی نسخہ، کتابخانہ مرکزی دانشگاه تہران، شمارہ ۴۰۵۸، ص ۱۱۰ پر یہ زبانی خواجہ احرار سے منسوب ہے:
- ای نالہ پیر خانقاہ از غم تو گریان گریان فریب و شاہ از غم تو
ہی گریہ طفل بی گناہ از غم تو آہ از غم تو، ہزار آہ از غم تو
- بہ سید کرم اللہ بن لطف اللہ بگرامی (مرتب ۱۰۷۳ھ) اور سید کرم اللہ بن مصعب الدین بگرامی (شہادت ۱۱۳۳ھ) کو جانتے ہیں جن کے حالات زندگی تاثر انگرام تالیف غلام علی آزاد بگرامی، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۷۰-۷۱ اور ۲۷۲-۲۷۳ پر مذکور ہیں۔
- ۹۴۔ رشحاتِ عینِ الحیات، ج ۲، ص ۶۵۱-۶۵۲
- ۹۵۔ مجالس العشاق (قلمی)، ص ۲۶۶: (مطبوعہ)، ص ۱۷۴-۱۷۷
- ۹۶۔ سلسلہ العارفین، ص ۳۶۵ پر بھی آیا ہے۔
- ۹۷۔ رشحاتِ عینِ الحیات، ج ۱، ص ۱۲۶
- ۹۸۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۲۷
- ۹۹۔ سلسلہ العارفین، ص ۲۶۳ میں بھی یہ واقعہ درج ہے۔

- ۱۰۰۔ روضات الجنات، ج ۲، ص ۲۶۳
- ۱۰۱۔ سنوات الاقنیا، ورق ۱۳۰
- ۱۰۲۔ ویوان بہرام سقا، عکسی، تہران یونیورسٹی، شماره ۳۹-۳۶۳۰، ورق ۱۲۵؛ نقشی از خالد نقشبندی، ص ۳۲۷
- ۱۰۳۔ سلسلۃ العارفین، ص ۱۲۳؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۹۵
- ۱۰۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۴، ۴۱۶
- ۱۰۵۔ ملفوظات، بند ۲۷۸، ۲۷۵
- ۱۰۶۔ ایضاً، بند ۴۷۵
- ۱۰۷۔ ایضاً، بند ۶۹۸؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۵
- ۱۰۸۔ خوارق عادات احرار، ص ۵۳
- ۱۰۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۵
- ۱۱۰۔ ایضاً، ص ۴۰۴
- ۱۱۱۔ یوسف وزینجا، ص ۵۸۸
- ۱۱۲۔ جائد احرار کے بارے میں مزید معلومات کے لیے دیکھیے:

O.A. YEXOB Y:CAMAPKAHACK E AOKYMEHT
B1 XV0XVI BB, MOCKBA, 1974

مختصرہ چیخو وچ [O.D. Hekhaovich] نے اس کتاب > پندرھویں اور سولھویں صدی کے سمرقند کی دستاویزات < مطبوعہ ماسکو، ۱۹۷۴ء میں خواجه احرار کی جائد احرار کے فارسی وقف نامے، روسی توضیحات کے ساتھ شائع کیے ہیں۔ یہ کتاب الماک احرار کے زمرے میں اہم ترین ماخذ ہے۔ مزید دیکھیے:

ج۔ م راجرس، انسائیکلو پیڈیا ایرانیکا، مقالہ "AHR R"؛

Jo-Ann Gross, "The Economic Status of a Timurid Sufi
Shaykh: A Matter of Conflict or Perception?", *Iranian
Studies*, vol. xxi, No. 1-2, 1988, pp. 84-104

ملفوظات احرار میں بھی آپ کے وسائل معیشت کی طرف اشارہ ہے۔ دیکھیے: بند ۱۱۵، ۱۷۹، ۶۹۴،
۶۹۸، ۷۳۴؛ باہر نامہ، (ترکی) ۵۹؛ (انگریزی) ص ۹۷؛ سلسلۃ العارفین، ص ۴۳۳، ۴۳۵، ۴۵۱

- ۱۱۳۔ ملفوظات، بند ۲۷۸، ۲۷۵، ۲۳۸
- ۱۱۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۰۴
- ۱۱۵۔ ”موقوفاتِ خواجہ احرار درکابل“، مجلہ آریانا، ص ۳۲ (۳۵۳ ش)، شماره ۳، ص ۲۱-۳۱ (اس مقالہ کی بنیاد چیخو و سچ کی محولہ کتاب ہے)۔
- ۱۱۶۔ مخات من نجات القدس، ص ۴۴۳
- ۱۱۷۔ سلسلہ العارفین، ص ۱۷۳
- ۱۱۸۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۵
- ۱۱۹۔ خوارق عادات حرار (پینے)، ص ۹
- ۱۲۰۔ ایضاً، ص ۱۸
- ۱۲۱۔ ایضاً، ص ۲۰
- ۱۲۲۔ ایضاً، ص ۴۹
- ۱۲۳۔ سلسلہ العارفین، ص ۱۵۸
- ۱۲۴۔ ملفوظات، بند ۲۸۸
- ۱۲۵۔ ایضاً، بند ۵۲۸، خواجہ حرار نے اپنے یہ مقابلاً خواجہ عبید اللہ حرار اور ان کے متعلقین کے تصویب سے لکھا ہے۔ ص ۴۶ میں لکھا ہے کہ ان کے ”مدح پر جا رہے تھے، وہ بھی ساتھ جانا چاہتے تھے لیکن پھر کاموں کے باعث نہ جاسکے۔“
- ۱۲۶۔ رشحات عین الحیات، ص ۵۶۹
- ۱۲۷۔ نجات الانس، ص ۴۰۳
- ۱۲۸۔ ملفوظات، بند ۳۹۹
- ۱۲۹۔ خوارق ص ۴۶، ۹۹
- ۱۳۰۔ ملفوظات، بند ۵۴، ۵۷، ۹۱، ۲۷۹، ۳۲۲، ۶۳۳، سلسلہ العارفین، ص ۱۱۵، ۱۱۵، ۲۵۶
- ۱۳۱۔ ملفوظات، بند ۳۹۹
- ۱۳۲۔ ایضاً، بند ۴۳۸
- ۱۳۳۔ سلسلہ العارفین، ص ۴۴۲

- ۱۳۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۷۴
- ۱۳۵۔ سلسلہ العارفین، ص ۱۵۸؛ خوارق عادات احرار (پنڈ) ص ۱۳۱
- ۱۳۶۔ نجات الانس، ص ۳۰۳؛ ملفوظات، بند ۱۷۶
- ۱۳۷۔ فقرات (نسخہ کراچی) ص ۲۰۹؛ سلسلہ العارفین، ص ۱۹۸، ۳۰۳؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۷۸
- ۱۳۸۔ سلسلہ العارفین، ص ۲۵۵-۲۵۶
- ۱۳۹۔ ایضاً، ص ۲۵۵-۲۵۶
- ۱۴۰۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۰۳
- ۱۴۱۔ ملفوظات، بند ۶۵۹؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۰۷
- ۱۴۲۔ سلسلہ العارفین، ص ۲۲۵
- ۱۴۳۔ ملفوظات، بند ۷۱۹؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۰۰
- ۱۴۴۔ ملفوظات، بند ۳۹۹
- ۱۴۵۔ ایضاً، بند ۲۸۲
- ۱۴۶۔ ایضاً، بند ۳۹۲
- ۱۴۷۔ ایضاً، بند ۳۹۹
- ۱۴۸۔ سلسلہ العارفین، ص ۲۵۵-۲۵۶
- ۱۴۹۔ ایضاً، ص ۳۰۲، ۳۳۶، ۳۵۵-۳۵۶
- ۱۵۰۔ ملفوظات، بند ۶۹۵
- ۱۵۱۔ سلسلہ العارفین، ص ۷۴، ۲۴۰
- ۱۵۲۔ لمعات، ص ۱۲۲
- ۱۵۳۔ سلسلہ العارفین، ص ۲۵۵-۲۵۶
- ۱۵۴۔ تاریخ رشیدی، ص ۱۲۵-۱۲۶؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۲۳۹
- ۱۵۵۔ ملفوظات، بند ۳۳۸، ۳۳۳
- ۱۵۶۔ خوارق عادات احرار (پنڈ) ص ۱۷-۱۸؛ نامہ ہای دست نویس عبدالرحمن جامی، خط ۲۶۷
- ۱۵۷۔ ملفوظات، بند ۵۳۰

- ۱۵۸۔ سلسلۃ العارفین، ص ۳۵۵-۳۵۶
- ۱۵۹۔ ملفوظات، بند ۷۳۲
- ۱۶۰۔ ایضاً، بند ۱۱۸
- ۱۶۱۔ سلسلۃ العارفین، ص ۳۵۵-۳۵۶
- ۱۶۲۔ ملفوظات، بند ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹
- ۱۶۳۔ روضات البیات، ج ۲، ص ۲۹۲: روضۃ الصف، ص ۸۳۵
- ۱۶۴۔ ملفوظات، بند ۱۲۸
- ۱۶۵۔ اس موضوع پر مفید ماخذ میں سے ایک، محمد بن حسین بن عبدالقادر غزالی کی تالیف ”سلسلۃ نامہ خواجگان نقشبند“ ہے۔ جس کا قلمی نسخہ بہ قلم درویش حسین البسنوی، مکتوبہ جمادی الآخر ۹۸۱ھ، کتاب خانہ سلیمانویہ، مخزن الامالی، استنبول، شمارہ ۱۳۸۱ میں محفوظ ہے۔ اس رسالے میں حرر کے میدوں کے نام، ضروری معلومات کے ساتھ درج ہیں۔ نسخے کا عکس ذیل نجات طوسن (استنبول) کی وساطت سے میرے پاس موجود ہے۔
- ۱۶۶۔ دیکھیے: رشحات عین البیات، ج ۲، ص ۶۲۱-۶۲۶۔ خواجہ عبید اللہ احرار مرین کے متعلقین کے خطوط، ص ۸۶ میں ان کے تین مکتوب شامل ہیں۔
- ۱۶۷۔ رشحات عین البیات، ج ۲، ص ۶۵۳-۶۵۴۔ سلسلۃ نامہ ۱۱۳ الف
- ۱۶۸۔ نسب نامہ احرار، ص ۲۹-۳۰: نسبات القدس، ص ۱۰۵: الشہایق العمانیہ، ص ۳۵۶: ذوالمتحین، ص ۱۰۸-۱۰۹ اب
- ۱۶۹۔ رشحات عین البیات، ص ۶۳۷-۶۵۱: سلسلۃ نامہ ۱۱۳ الف
- ۱۷۰۔ رشحات عین البیات، ص ۶۵۳-۶۵۱: سلسلۃ نامہ ۱۱۳ الف
- ۱۷۱۔ خوارق عادات احرار (پنڈ)، ص ۵۳
- ۱۷۲۔ نسبات القدس، ص ۹۷۸
- ۱۷۳۔ رشحات عین البیات، ص ۶۱۰-۶۱۳: خوارق (پنڈ)، ص ۹۷
- ۱۷۴۔ تاریخ رشیدی، ص ۱۶۲، ۵۳۵-۵۳۶: نسبات القدس، ص ۱۰۴
- ۱۷۵۔ رشحات عین البیات، ص ۶۰۸-۶۱۰: خوارق عادات احرار (پنڈ)، ص ۹۵

- ۱۷۶۔ خوارق عادات احرار (پنڈ) ص ۲؛ نسماۃ القدس، ص ۱۰۲-۱۰۳
- ۱۷۷۔ خوارق عادات احرار (پنڈ) ص ۴۳
- ۱۷۸۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۴
- ۱۷۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۹۴-۵۹۷
- ۱۸۰۔ خوارق عادات احرار (پنڈ) ص ۹۸
- ۱۸۱۔ الشقایق العثمانیہ، ص ۵۳۴؛ حدائق الشقایق، ص ۴۳۵؛ آپ کا مزار استنبول کے ایوب سلطان کے کوچہ Balci Yokusu میں واقع ہے۔ میں تین بار (۱۹۹۲ء، ۱۹۹۴ء، ۲۰۰۸ء) ان کے مزار پر گیا ہوں، وہاں دو کتبے نصب ہیں، ایک عربی زبان میں ہے، جو پہلے حجرے کی دیوار پر نصب تھا لیکن اب میڑھیوں کی دیوار پر آ گیا ہے؛ اور دوسرا ترکی زبان (عربی رسم الخط) میں ہے، یہ قبر کی پائنتی لگا ہوا ہے۔ کتبوں کی عبارت یہ ہے:

دیوار پر نصب کتبہ (ترتیب سطور مطابق اصل):

اذا لخیر تیم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور
 هذا مزار ساطع الانوار قطب الابرار والاخيار
 حضرت بابا حیدر النقشبندی من خلفا حضرت خواجہ
 احرار سمرقندی قدس اللہ سرہما تو فی ۹۵۷
 قبر پر لگا ہوا کتبہ (ترتیب سطور مطابق اصل):

قطب الابرار والاخيار بابا حیدر النقشبندی السمرقندی
 حضرت تکرینک مرقد منور لیداکہ عزیز مشارالیه اکابر
 خواجگان نقشبندیہ دن خواجہ عبید اللہ احرار
 حضرت تکرینک خلفای کرآ مندن اولوب طقوز یوز
 اللی یدی تاربخندہ ارتحال دار بقایہ ور مشر

در قدس سرہما ۹۵۷ھ

دونوں کتبے خوبصورت نستعلیق میں ہیں اور ان کی تصاویر میرے پاس موجود ہیں۔ حدائق الشقایق، ص ۴۳۵ میں بابا حیدر سمرقندی کے بارے میں ترکی میں جو لکھا ہے، اُس کا ترجمہ یہ ہے:

”آپ بچپن سے مکمل بلوغت تک خواجہ عبید اللہ کی خدمت میں رہے۔ خواجہ احرار کی رحلت کے بعد ان کے اصحاب کے ساتھ مصاحبت رکھی۔ تمام اہل روم ان کے عقیدت مند تھے۔ مرحوم سلطان سلیمان غازی نے ان کا دل جیتنے کے لیے قسطنطنیہ | استنبول | سے باہر ان کے لیے ایک مسجد اور عبادت گاہ بنوادی۔ بابا حیدر نمر زہنجگانہ اسی مسجد میں ادا کرتے تھے اور اسی حالت میں فوت ہوئے۔ مسجد کے کھن میں دفن ہیں۔“

۱۸۲۔ لمحات من نجات القدس، ص ۳۳۲

۱۸۳۔ نسماۃ القدس، ص ۱۰۸؛ لمحات من نجات القدس، ص ۳۲۶

۱۸۴۔ خوارق عادات احرار (پنڈ)، ص ۳۴

۱۸۵۔ ایضاً، ص ۳۹

۱۸۶۔ بخاری نے مفتوح التوحید کے نام سے مشنوی مولوی کا انتخاب کیا ہے۔ اس کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ وہ عبید اللہ احرار کے خادموں میں سے ہیں اور وہ ذوالحجہ ۹۰۹ھ میں جموکی رت انھوں نے خوب میں خواجہ بہا الدین نقشبند کو دیکھا اور ان کے اشارے پر یہ انتخاب کیا ہے۔ مفتوح التوحید کا قلمی نسخہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی (شمارہ: N.M. 1985-253/5) میں ہے۔ فہرست نسخہ ہائی کشمی فارسی مولوؤتی، پاکستان، ص ۲۳۶

۱۸۷۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۲۰؛ خوارق (پنڈ)، ص ۳۲

۱۸۸۔ سلسلہ نامہ، ۱۱۲ الف

۱۸۹۔ خوارق عادات احرار (پنڈ)، ص ۳۲

۱۹۰۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۰۳-۶۰۸

۱۹۱۔ خوارق عادات احرار (پنڈ)، ص ۷۳

۱۹۲۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۸-۶۳۹

۱۹۳۔ حبیب السیر، ج ۴، ص ۲۶۱

۱۹۴۔ رشحات عین الحیات، ص ۴۱۵؛ سلسلہ نامہ، ۱۱۳ الف؛ نسماۃ القدس، ص ۹۷

۱۹۵۔ نسماۃ القدس، ص ۱۰۵

۱۹۶۔ روضات الجنان، ج ۱، ص ۲۱۵؛ نسماۃ القدس، ص ۹۷

Hamid Algar, "Naqshbandis and Safavids, A contribution to the religious history of Iran and her neighbors", p. 9

اس مقالے میں انھیں عبدالوہاب ہمدانی لکھا گیا ہے۔

۱۹۷۔ مرآت الادوار، ص ۸۷۰

۱۹۸۔ ملفوظات، بند ۵۷۷؛ سلسلۃ العارفین، ص ۳۳۷؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۱-۶۳۲، جو۔ این

گروس نے انھیں خواجہ احرار کا داماد لکھا ہے (ص ۷۶) اور > خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے

خطوط < میں ان کے ۲۲ خطوط چھپے ہیں۔ ان کے داماد احرار ہونے کی کسی اور ماخذ سے تصدیق نہیں ہو

سکی۔

۱۹۹۔ سلسلہ نامہ، اب ۱۲؛ نسماۃ القدس، ص ۱۰۳

۲۰۰۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۵۲

۲۰۱۔ نسماۃ القدس، ص ۹۷

۲۰۲۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۳۵

۲۰۳۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۶۳؛ نسماۃ القدس، ص ۱۰۵

۲۰۴۔ سلسلہ نامہ، اب ۱۲؛ نسماۃ القدس، ص ۹۷-۱۰۰

۲۰۵۔ آئین اکبری، ص ۲۰۲-۲۰۳

۲۰۶۔ ملفوظات، بند ۴۷۳، ۴۷۹؛ رشحات عین الحیات، ص ۵۹۷-۶۰۳؛ > خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے

متعلقین کے خطوط < میں ان کے ۲۰ خطوط چھپے ہیں۔

۲۰۷۔ نسماۃ القدس، ص ۹۷

۲۰۸۔ ثمرات القدس، ص ۱۲۵۳

۲۰۹۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۵۹، ۶۲، ۱۰۰؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۰۷-۶۱۳

۲۱۰۔ روضات الجنان، ج ۱، ص ۳۱۲-۳۱۸؛ نسماۃ القدس، ص ۹۷؛ حامد الگار، مجولہ بالا، صفحات ۷-۳۸

۲۱۱۔ آپ کا نام نقشبندیہ کے قدیم متون میں کہیں نہیں ملتا اور بظاہر گیارہویں صدی ہجری میں خواجہ باقی باللہ

نے اپنے مکتوبات (رقعہ ۱، ص ۷، طبع لاہور، ۱۹۶۷ء، در کلیات باقی باللہ) میں اور ان کے خلیفہ حضرت

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرمندی نے اپنے مکتوبات (دفتر اول، مکتوب ۱۸۰) میں پہلی بار ان کا نام لیا ہے

اور ان کی تاریخی حیثیت متعین کی ہے۔ ان کے بعد محمد ہاشم کشمی نے جو شیخ احمد سرہندی کے ارادت مند تھے اور انہوں نے ہی مکتوبات امام ربانی کو جمع کیا تھا، نسماۃ القدس میں اور محمد عمر پیشوری نے ظوایر السرایر میں وحشی کے حالات بیان کیے ہیں۔ شیخ احمد سرہندی کے تمام مریدوں کا شجرہ طریقت محمد زاہد وحشی کے واسطے سے خواجہ احرار تک پہنچتا ہے۔ دیکھیے نسماۃ القدس، مقالہ دوم موسوم بہ مقامات باقیہ

احمدیہ، ص ۱۵۲

۲۱۲۔ خوارق عادات احرار (پنڈ) ص ۲۳

۲۱۳۔ ایضاً، ص ۴

۲۱۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۲۶-۶۳۱؛ سلسلہ نامہ، ۱۳ اب

۲۱۵۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۳۷؛ خوارق عادات احرار (پنڈ) ص ۵۳؛ نسماۃ القدس، ص ۹۷

۲۱۶۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۸۶؛ خوارق عادات احرار (پنڈ) ص ۵۳؛ نسماۃ القدس، ص ۹۷

۲۱۷۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۱۷-۶۲۰؛ حدائق الشقائق، ص ۲۷۲ میں مولانا شیخ کا ذکر ہوا ہے، گمان

ہے کہ مولانا شیخ مراد ہیں۔

۲۱۸۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۱-۶۳۵

۲۱۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۳۶؛ سلسلہ نامہ، ۱۳ الف؛ نسماۃ القدس، ص ۹۷

۲۲۰۔ سلسلہ الطرق فی التصوف از خط شناس، قلمی، ذخیرہ اسعد افندی، کتب خانہ سلیمانویہ، استنبول، شمارہ

۳۶۸۰، ورق ۶۰ ب؛ نجدت طوسون، ص ۲۸۴؛ جامعہ الکاتبین، پٹنہ،

ص ۸

۲۲۱۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۵-۶۳۸؛ خوارق (پنڈ) ص ۹۱-۹۲؛ پرنور الدین قاسم کے نام سے

ذکر ہوا ہے۔

۲۲۲۔ خوارق عادات احرار (پنڈ) ص ۱۸، ۵۱

۲۲۳۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۵-۶۳۷؛ سلسلہ نامہ، ۱۲ اب

۲۲۴۔ خوارق عادات احرار (پنڈ) ص ۲۱

۲۲۵۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۳؛ مرآة الادوار، ص ۸۷۰

۲۲۶۔ سلسلہ نامہ خواجگان، ورق ۱۳ اب؛ الشقائق العثمانیہ، طبع فرات، ص ۹۹، ۲۳۹-۲۵۱

- ۲۲۷۔ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۲۳۹
- ۲۲۸۔ سلسلۃ الذہب، دفتر ۱، ص ۱۵۸-۱۶۱؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۲۳۷؛ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۵۵؛ مقامات جامی، ص ۱۳۲، ۱۳۳
- ۲۲۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۲۳۹
- ۲۳۰۔ سلسلۃ العارفین، ص ۳۹۸؛ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۲۵۲
- ۲۳۱۔ مقامات جامی، ص ۱۲۳۔ اس کتاب کے نام کے بارے میں صراحت سے کچھ نہیں کہا گیا۔
- ۲۳۲۔ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۲۳۸-۲۳۹ میں ان دو رقعات کا متن درج ہے۔ احرار کا ایک اور خط جامی کے نام مطلع سعدین، ج ۲، جز ۳، ص ۱۳۹۸ اور روضات الجنات، ج ۲، ص ۳۳۶ میں منقول ہے۔
- ۲۳۳۔ مطلع سعدین، ج ۲، جز ۳، ص ۱۳۹۸
- ۲۳۴۔ نامہ باومنشآت جامی، ص ۲۱۳-۲۱۴
- ۲۳۵۔ دیوان جامی، ج ۱، ص ۲۵۷-۲۵۸۔ صاحب تاریخ رشیدی، ص ۲۹۷ نے خواجہ علاء الدین عطار کے حالات میں خواجہ احرار کے پوتے خواجہ خاوند محمود کی زبان سے یہ بات لکھی ہے کہ جب مولانا جامی "حضرت ایشان" کی خدمت میں اظہار عقیدت کے لیے آئے تو یہ غزل کہہ کر ساتھ لائے۔ "حضرت ایشان" کا لقب عام طور پر خواجہ احرار کے لیے استعمال ہوتا ہے اور خود تاریخ رشیدی میں بھی اسی طرح استعمال ہوا ہے [درین تاریخ ہر جا کہ "حضرت ایشان" مذکور شود، مقصود حضرت خواجہ اند" ص ۲۳۲] اسی لیے میں نے اس غزل کو خواجہ احرار کی مدح میں قرار دیا ہے، لیکن احتمال ہے کہ تاریخ رشیدی کے اس بیان میں "حضرت ایشان" سے مراد خواجہ علاء الدین عطار ہوں۔
- ۲۳۶۔ دیوان کامل جامی، ص ۳۰-۳۱، ۵۶، ۱۲۱-۱۲۲
- ۲۳۷۔ سلسلۃ الذہب، ص ۱۵۸-۱۶۱
- ۲۳۸۔ ایضاً، ص ۱۶۱-۱۶۳
- ۲۳۹۔ ایضاً، ص ۱۷۱-۱۸۲
- ۲۴۰۔ تحفۃ الاحرار، ص ۲۳۲
- ۲۴۱۔ ایضاً، ص ۳۸۴
- ۲۴۲۔ یوسف وزینجا، ص ۵۸۸-۵۸۹؛ علی اصغر حکمت نے جامی، ص ۷۱-۷۶ میں مولانا جامی اور خواجہ احرار

کے گونا گوں رابطوں کا ذکر کیا ہے۔

۲۳۳۔ خردنامہ اسکندری، ص ۹۱۸-۹۱۹

۲۳۴۔ روضۃ اریا ص ۱۲۴

۲۳۵۔ منشآت مہدی، ص ۵۵

۲۳۶۔ نسبۃ القدس، ص ۱۰۲: الشقایق العثمانیہ، ص ۳۵۸-۳۶۱: الکوآب السارۃ، ج ۱، ص ۱۵۲-۱۵۳۔ حمد

بخاری کا مزار استنبول کے قلعہ میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کے نام سے منسوب ایک مسجد بھی ہے۔

آپ کے مزار کی شمالی دیوار پر منظوم ترکی کتبہ عربی رسم الخط میں نصب ہے۔ میں ۱۹۹۴ء میں مزار پر حاضر

ہوا تھا۔

۲۳۷۔ نجات من نجات القدس، ص ۱۵۵-۱۵۶

۲۳۸۔ مجمع النفوس، ج ۱، ص ۳۵۹، تذکرہ کی مرتبہ نعلی سے "ناصر الدین بن عبد اللہ حرار" کے نام سے

تختہ ساری، ص ۲۲۰ میں بھی آپ کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں البتہ خواجہ حرار کے ساتھ آپ کی

مصاحبت کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔

۲۳۹۔ مطلع سعدین، ج ۲، ص ۱۰۷۸-۱۰۷۹

۲۴۰۔ الشقایق العثمانیہ، ص ۷۰-۷۱

۲۴۱۔ مہمان نامہ بخارا، ص ۲۵۱

۲۴۲۔ تصوف برصغیر میں، ضمیر ۳۶

۲۴۳۔ عرفات العاشقین، ورق ۸۷ پ

۲۴۴۔ > فہرست ازبکستان <، ج ۱، شماره ۲۲۶۳

۲۴۵۔ ایضاً، ج ۹، شماره ۶۰۵۱

۲۴۶۔ ایضاً، ج ۸، شماره ۵۷۵۵

۲۴۷۔ فہرست مشتک پاکستان، ج ۱۱، ص ۹۰۰

۲۴۸۔ > فہرست ازبکستان <، ج ۲، شماره ۱۰۱۶

۲۴۹۔ > فہرست تاجیکستان <، ج ۲، شماره ۳۰۹

۲۵۰۔ حبیب السیر، ج ۳، ص ۱۰۹: الفت اقلیم، ج ۳، ص ۳۶۹: نیز:

J rgen Paul, "Forming a Faction: The him yat system of Kh wja
Ahr r", *International Journal of Middle East Studies*, (USA), vol.
23 (1991), pp. 523-548

۲۶۱۔ تاریخ رشیدی، ص ۱۴۷

۲۶۲۔ سلسلہ العارفین، ص ۳۶۱؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۲۳، بار تھولڈ نے کتاب الفیج بیک وزمان وی،

ص ۱۹۳-۱۹۴ پر شاہ رخ کے بیٹے الفیج بیک کے خواجہ احرار کے ساتھ خشونت آمیز سلوک کے بارے میں

جو لکھا ہے وہ صریحاً رشحات عین الحیات (ج ۲، ص ۳۹۴) کی عبارت کو غلط سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ خدا جانے

اس غلط فہمی کا شکار خود مؤلف ہوا ہے یا بار تھولڈ کی کتاب کا فارسی مترجم۔

۲۶۳۔ مقامات جامی، ص ۱۹۷

۲۶۴۔ حبیب السیر، ج ۴، ص ۱۰۹؛ ابوسعید اور خواجہ احرار کے مراسم کے لیے دیکھیے: ملفوظات، بند ۲۴۳، ۲۴۴

۲۶۵۔ مطلع سعدین، ج ۲، جز ۳، ص ۱۰۶۳

۲۶۶۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۱۹-۵۲۲

۲۶۷۔ روضات الجنات، ج ۲، ص ۱۷۷-۱۷۹؛ سلجملۃ العارفین، ص ۴۵۹؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص

۵۲۲؛ حبیب السیر، ج ۴، ص ۵۲-۵۴

۲۶۸۔ خوارق عادات احرار (پنڈہ)، ص ۳۰

۲۶۹۔ روضات الجنات، ج ۲، ص ۲۳۸-۲۳۹

۲۷۰۔ مطلع سعدین، ج ۲، جز ۳، ص ۱۲۶۵، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵

۲۷۱۔ ایضاً، ج ۲، جز ۳، ص ۱۳۴۱

۲۷۲۔ سلسلۃ الذهب، ص ۱۵۶؛ مطلع سعدین، ج ۲، جز ۳، ص ۱۳۲۱، ۱۳۵۱؛ مقامات جامی، ص ۱۳۲-۱۳۳؛

روضات الجنات، ج ۲، ص ۲۷۸-۲۷۹؛ حبیب السیر، ج ۴، ص ۸۷

۲۷۳۔ خوارق عادات احرار (پنڈہ)، ص ۱۲-۱۳ کا مصنف ابوسعید کی شکست کی وجہ اس کی خواجہ احرار کے حکم سے

روگردانی سمجھتا ہے۔ اصل قصے کے لیے اسی ماخذ سے رجوع کریں۔

۲۷۴۔ روضات الجنات، ج ۲، ص ۲۳۹-۲۵۰؛ مطلع سعدین، ج ۲، جز ۳، ص ۳۵۳؛ روضۃ الصفا، ج ۶، ص

- ۲۷۵۔ خوارقِ عاداتِ حرار (پٹنہ) ص ۱۷-۱۸
- ۲۷۶۔ ملفوظات، بند ۳۳۲، ۳۵۹، ۵۸۹
- ۲۷۷۔ حبیب السیر، ج ۳، ص ۱۰۹
- ۲۷۸۔ نجات من نجات القدس، ص ۳۳۲-۳۳۳
- ۲۷۹۔ سلسلہ العارفین، ص ۳۳۵: رشحاتِ عین الحیات، ج ۲، ص ۵۳۱-۵۳۹، ۶۱۱: تاریخِ رشیدی، ص ۱۳۵
- ۲۸۰۔ تاریخِ رشیدی، ص ۱۲۵-۱۲۶
- ۲۸۱۔ ملفوظات، بند ۵۲۷
- ۲۸۲۔ روضات الجنات، ج ۲، ص ۳۳۶-۳۳۷: مقاماتِ جامی، ص ۱۵۱: مطلعِ سعدین، ج ۲، جز ۳، ص ۱۳۹۸-۱۳۹۹
- ۲۸۳۔ اسناد و مکاتباتِ تاریخی ایران (از تیمور تا شاہ اسماعیل)، ص ۳۹۰-۳۹۳
- ۲۸۴۔ ایضاً، ص ۳۹۴-۳۹۵
- ۲۸۵۔ مجالس النفاہ، ترجمہ شاہ محمد قزوینی، ص ۱۸۴
- ۲۸۶۔ حبیب السیر، ج ۳، ص ۱۰۹
- ۲۸۷۔ باہر نامہ (ترکی)، ۵۸۳، (انگریزی)، ص ۱۳۲: حبیب السیر، ج ۳، ص ۲۸۲
- ۲۸۸۔ آپ ملازمینِ حرار میں سے تجارت پیشہ تھے۔ دیکھیے: رشحاتِ عین الحیات، ج ۲، ص ۵۲۷
- ۲۸۹۔ خوارقِ عاداتِ حرار (پٹنہ) ص ۷: حدائق الشقائق، ص ۲۷۲ پر بھی سلطان کی خوبجا حرار سے غائبانہ مدد لینے کا واقعہ درج ہے۔
- ۲۹۰۔ تاریخِ رشیدی، ص ۲۳۲
- ۲۹۱۔ ایضاً، ص ۱۳۳
- ۲۹۲۔ سلسلہ العارفین، ص ۳۳۳
- ۲۹۳۔ ایضاً، ص ۲۷۳
- ۲۹۴۔ ملفوظات، بند ۶۶۷
- ۲۹۵۔ ریاض الانشا، ص ۲۳-۲۷
- ۲۹۶۔ نامہ ہای جامی، صفحات ۲۱۵، ۲۶۷، ۲۸۰

- ۲۹۷۔ الغ بیگ وزمان وی، ص ۲۹۲
- ۲۹۸۔ ملفوظات، بند ۷۷
- ۲۹۹۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۴۳
- ۳۰۰۔ ملفوظات، بند ۲۲۱، ۲۶۶
- ۳۰۱۔ بابرنامہ (ترکی) ۲۶: ملفوظات، بند ۳۱۹
- ۳۰۲۔ بابرنامہ (ترکی) ۱۲۳: خوارقِ عاداتِ احرار، ص ۲۶؛ حبیب السیر، ج ۴، ص ۹۷-۹۸
- ۳۰۳۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۳۸، دایج کے لیے دیکھیے: رشحاتِ عینِ الحیات، ج ۲، ص ۶۱۵۔ لیکن خواجہ احرار ولی، ص ۷۳ میں اس کا اطاءِ دایج اور موجودہ نام لائیش لکھا ہے۔
- ۳۰۴۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۴۲
- ۳۰۵۔ شیخ بہاء الدین عمر کا ایک بیٹا نور الدین محمد تھا۔ خواجہ احرار ۸۶۴ھ میں ہرات میں شیخ بہاء الدین عمر کی تعزیت کے لیے اس کے پاس گئے تھے (مطلع سعدین، ص ۱۱۵۵، ۱۱۵۷، ۱۲۳۳، ۱۲۹۸)۔ معلوم نہیں آیا یہی بیٹا احرار کو خفیف کرتا تھا؟
- ۳۰۶۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۴۲
- ۳۰۷۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۳۳: رشحاتِ عینِ الحیات، ج ۲، ص ۵۴۱-۵۴۳: خوارق، ص ۵۰-۵۱
- ۳۰۸۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۵۲
- ۳۰۹۔ رشحاتِ عینِ الحیات، ج ۲، ص ۵۴۲-۵۴۹: حبیب السیر، ج ۴، ص ۱۰۴
- ۳۱۰۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۵۳
- ۳۱۱۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۴۲
- ۳۱۲۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۵۴
- ۳۱۳۔ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۴۳
- ۳۱۴۔ سلسلۃ العارفین، ص ۴۵۵
- ۳۱۵۔ رشحاتِ عینِ الحیات، ص ۵۴۳-۵۴۴
- ۳۱۶۔ الغ بیگ وزمان وی، ص ۲۹۶-۲۹۷
- ۳۱۷۔ حبیب السیر، ج ۴، ص ۹۸

۳۱۸۔ چیخو وچ کی کتاب < اسناد سمرقند > انھی وقف ناموں پر مشتمل ہے۔

۳۱۹۔ ملفوظات، بند ۶۸۸

۳۲۰۔ ملفوظات، بند ۶۳۹: سلسلہ العارفین، ص ۳۵

۳۲۱۔ ملفوظات، بند ۶۳۰

۳۲۲۔ ایضاً، بند ۳۲۶

۳۲۳۔ ایضاً، بند ۳۹۹

۳۲۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۷-۶۳۸

۳۲۵۔ ملفوظات، بند ۷۴۲

۳۲۶۔ خواجہ احرار کے مرض اور وفات کے بارے میں مزید معصومات کے لیے دیکھیے: ملفوظات، بند ۳۸۹،

۷۴۲: سلسلہ العارفین، ص ۱۰۵، ۱۰۵: رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۵۵-۶۵۶

۳۲۷۔ خوارق عادات احرار، ص ۶۱-۶۲

۳۲۸۔ ملفوظات، بند ۳۸۹، ۷۴۲ کے مطابق ۶۲ سلخ ربيع الاول شنبہ کی رات اور رشحات عین الحیات، ج ۲، ص

۶۵۵ کے مطابق ۲۹ سلخ ربيع الاول ہے یعنی ربيع الاول ۲۹ دن کا تھا اور ربيع الاول کی پہلی تاریخ کو جمعہ

تھا۔ لیکن سنن فہرہ اور ماہر کے حساب کے مطابق غیر ربيع الاول ہفتے کے دن تھی اور مہینہ ۱۳۰۰ دن کا تھا۔

(دیکھیے: تقویم تطبیقی ہزار و پانصد سال ہجری قمری، میلادی، بہ اہتمام حکیم الدین قریشی، تہران، ۱۹۸۱، ص

۱۷۹) پس اس حساب سے ۲۹ ربيع الاول ۲۰۰۰ فروری بنتا ہے۔ خواند امیر نے خواجہ احرار کا حال

وفات ۸۹۶ھ لکھا ہے۔ (حبیب السیر، ج ۲، ص ۱۰۹) اور میر علی شیر نوائی کا کہا ہوا قطعہ تاریخ نقل کیا

ہے جس کا مادہ تاریخ "خند برین" بھی ۸۹۶ھ ظاہر کرتا ہے۔ خواند امیر اور علی شیر نوائی دونوں سے غلطی

ہوئی ہے۔

۳۲۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۵۷-۶۵۸

۳۳۰۔ ایضاً، ج ۲، ص ۶۵۸

۳۳۱۔ تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی، ج ۲، ص ۸۳۹ پر خواجہ احرار کی خانقاہ اور قبہ کی تصویر (تصویر نمبر

۸۸) چھپی ہے۔ سریہ (طبع اول)، ص ۹۱-۹۸

۳۳۲۔ مختلف زمانوں میں مزار احرار کے متولیوں کے نام حسب نامہ احرار کے مختلف صفحات پر آئے ہیں۔

- ۳۳۳۔ دیوان جامی، ج ۲، ص ۳۵۳-۳۶۰؛ حبیب السیر، ج ۲، ص ۱۰۹
- ۳۳۴۔ خزینۃ الاصفیاء، ج ۱، ص ۵۸۵-۵۸۶۔ مفتی غلام سرور لاہوری (م ۱۳۰۷ھ) کا قطعہ تاریخ درج ہے۔
- ۳۳۵۔ دیوان جامی، ج ۲، ص ۴۵۸
- ۳۳۶۔ اسناد و مکاتبات تاریخی ایران، ص ۳۹۳
- ۳۳۷۔ خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص ۵۸
- ۳۳۸۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۵۳
- ۳۳۹۔ سمریہ، ص ۵۰-۵۱
- ۳۴۰۔ ایضاً، ص ۳۵
- ۳۴۱۔ ایضاً، ص ۷۷
- ۳۴۲۔ مزید معلومات کے لیے دیکھیے: بابر نامہ، تاریخ، رشیدی، نسب نامہ احرار، نسبات القدس
- ۳۴۳۔ ملفوظات، بند ۶۳۲؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۱۳
- ۳۴۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۹۲، ۶۸۱؛ نسب نامہ احرار، ص ۱۷
- ۳۴۵۔ < خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط >، صفحات ۲۶۹، ۳۲۹، ۳۳۲
- ۳۴۶۔ محمد یحییٰ کے حالات کے لیے دیکھیے: مقامات جامی، ص ۴۰۰؛ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۵۷۹-۵۹۱؛
- بابر نامہ (ترکی) ۳۷-۳۸، b۵۹، b۷۸، b۸۳، ۸۰؛ نسب نامہ احرار، ص ۱۷، ۱۰۰، ۱۵۵؛ خوارق
- احرار، ص ۷۴-۸۹؛ حبیب السیر، ج ۲، ص ۶۲ اور ۷۸۵ بہ مدد اشاریہ؛
- ۳۴۷۔ < فہرست از بکستان >، ج ۱، ش ۳۵۶؛ < خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط >، صفحات
- ۲۶۸، ۲۷۲، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۳
- ۳۴۸۔ منشآت میدی، برگ ۵۹-ب-۱۵۵ الف
- ۳۴۹۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۸؛ میر عبد اللہ کے والد میر تقی الدین محمد کرمانی کا ایک خط بنام میر علی شیر نوائی شائع
- ہو چکا ہے۔ دیکھیے: < خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط >، ص ۲۱۷
- ۳۵۰۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۳۳
- ۳۵۱۔ مقامات جامی، ص ۱۸۰؛ لمحات من نجات القدس، ص ۱۸۰
- ۳۵۲۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۹-۲۰؛ نسبات القدس، ص ۷۸

۳۵۳۔ نسخہ مخطوطات احرار، دیوان ہند، لندن، گنجینہ دہلی، شماره D.P. 890 ورق ۲۰۳ پر خواجہ خاوند محمود سے دو روایتیں نقل ہوئی ہیں۔ مذکورہ نسخہ ۹۳۳ھ یعنی حیاتِ خواجہ خاوند محمود میں کتابت ہوا۔ پہلی روایت میں خواجہ خاوند نے خواجہ احرار کی معیت میں اپنے سفرِ داہج کے زمانے کو یاد کیا ہے اور دوسری روایت میں اپنے استاد جناب الدین دوانی کا لطیفہ اور ایک شعر نقل کیا ہے۔ دوانی کہتے تھے، اشعار عالم بلا سے ہمارے یہ اترتے تھے، اپنے گھر کا رستہ بھول کر جامی کے گھر چلے جاتے تھے۔ یہ شعران کا (دوانی) ہے:

رندان قلندر صفت سادہ مزاجیم

با درد تو خو کردہ، فارغ ز علاجیم

۳۵۴۔ نسب نامہ احرار، ص ۳۲-۳۵؛ نسماۃ القدس، ص ۷۸-۸۲؛ فہرست نسخہ ہائی خطی فارسی، ج ۱، ص

۴۸۷-۴۸۵

۳۵۵۔ جادۃ العاشقین، ص ۴۵

۳۵۶۔ نسب نامہ احرار، ص ۴۳-۴۸؛ نسماۃ القدس، ص ۸۲-۸۵

۳۵۷۔ نسب نامہ احرار، ص ۶۱؛ نسماۃ القدس، ص ۸۵

۳۵۸۔ میں نے آپ کی تصنیفات میں سے کتابخانہ جامع سلیمانیا، استنبول میں ولی الدین افندی ذخیہ، شماره

۳۲۲۹ میں تصوف پر ایک رسالہ (بغیر عنوان کے) دیکھا ہے۔ جو ایک مجموعہ رسائل میں، ورق ۲۳-۲۹

موجود ہے۔ یہ مجموعہ بارہویں ہجری میں رمزی بن مست علی کابلی کے ہاتھ سے لکھا گیا۔ اس رسالے میں

درویشوں کے لیے دستور العمل متعین کیا گیا ہے۔ رسالہ یوں شروع ہوتا ہے: "ای درویش اگر بہت،

قوت آنت بہت بر اثر گرم روان طریق کعبہ مقصود پوی، از جادۃ طریق عبادت کہ از طریقہ مستقیم۔"

رسالہ ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے: "تمت مذہب رسالہ الشریفہ حضرت علیہ مسند ارشاد و ہدایت جامع نعوت و

خصایص ولایت ملازمان قطب اہل حقیقت و عرفان مظہر صفات زبانی مورد اخلاق سبحانی انسان مہربان

المحققین وارث الانبیاء والمرسلین قطب عالم مرید اعمی حضرت خواجہ عبدالشہید سلمہ اللہ وابقاہ در تاریخ پیر و پیر

شہر رجب المرجب سنہ ۹۸۲ ہجری بود کہ حضرت ایشان سلمہ اللہ وابقاہ از بلدہ آگرہ عنان عزیمت بہ جانب بلدہ

محموظہ سمرقند و ماوراء النہر تانقند و ماوراء النہریان را سرفراز ساختند و فقیہ حقیر سلطان بخاری در زمین سال بہ

شرف بابوسی آن حضرت مشرف گشت "بدل ذکر گو" [۹۸۲] تاریخ یافت۔ قطعہ:

بہ قطبِ جہانِ خواجہ عبدالشہید
مشرقِ شدم من بہ پابوسِ او
چو تاریخِ او جستم از پیرِ عقل
بگفتا کہ سلطان "بدلِ ذکر گو"

۳۵۹۔ نسب نامہ احرار، ص ۶۳-۷۶؛ لمحات من نجات القدس، ص ۳۲۵؛ مجمع الفصول، ص ۱۳۳-۱۳۵؛

نزہۃ الخواطر، ج ۴، ص ۱۵۸؛ آثار الامراء، ج ۲، ص ۳۷۹ میں آپ کی تاریخِ وفات ۹۸۴ھ لکھی ہے۔

۳۶۰۔ نسب نامہ احرار، ص ۷۸؛ نسماۃ القدس، ص ۸۸-۹۹

۳۶۱۔ تاریخِ رشیدی، ص ۵۵۶-۵۵۷؛ نسب نامہ احرار، ص ۹۱؛ نسماۃ القدس، ص ۸۹-۹۰

۳۶۲۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۰۱

۳۶۳۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۱۳-۱۱۵؛ خوارقِ عاداتِ احرار (پٹنہ)، ص ۸۸؛ نسماۃ القدس، ص ۷۷-۷۸

۳۶۴۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۱۳-۱۳۲ میں خواجہ احرار کے نواسوں، نواسیوں کے بارے میں زیادہ معلومات موجود ہیں۔

۳۶۵۔ خواجہ احرار کے پوتوں میں سے عبدالعلیم اور محمد یوسف فرزند خواجگانے کاشغر ہجرت کی اور ان کا انتقال

بھی ادھر ہی ہوا۔ نسماۃ القدس، ص ۸۵، ۸۹

۳۶۶۔ آپ کا شجرہ طریقت یوں خواجہ احرار تک پہنچتا ہے: احمد سرہندی ← محمد باقی باللہ کابلی (م ۱۰۱۲ھ) ← محمد

املنگی (م ۱۰۰۸ھ) ← درویش محمد (م ۹۷۰ھ) ← محمد زاہد (م ۹۳۶ھ) ← خواجہ احرار۔ محمد باقی باللہ

خواجہ احرار کے بہت معتقد تھے۔ انھوں نے رسالہ سلسلۃ الاحرار، خواجہ احرار کے ذوق اور کلام کے

مطابق لکھا اور اپنے بڑے بیٹے کا نام آپ ہی کے نام پر "عبید اللہ" رکھا۔ سلسلۃ الاحرار میں فرماتے ہیں:

این سکہ کہ من زدم بہ نام فقراست
وین روشنی از نور تمام فقراست

بر خیز و زہ خواجہ احرار بگیر
کان راہ ز سرحد مقام فقراست

سلسلۃ الاحرار (کلیاتِ باقی باللہ میں)، ص ۱۸۸؛ رسالہ طریقہ خواجگان نقشبندیہ، ص ۵-۶؛

زبدۃ المقامات، ص ۵۱

۳۶۷۔ آئین اکبری، ص ۲۰۲-۲۰۳؛ اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، ج ۸، ص ۳۲۹ میں مادہ "مبارک ناگوری"

(م ۱۰۰۱ھ) کے مقالہ نگار نے ناگوری کو احرار کے فیض یافتگان میں شمار کیا ہے جو درست نہیں ہے۔

کیونکہ خواجہ احرار ۸۹۵ھ میں فوت ہو چکے تھے اور ناگوری ۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ ممکن ہے ناگوری

نے فیضی بخاری سے کسبِ فیض کیا ہو۔

آل
اعلام

حدیث

قال
کفیل

۱۵۸
۴۱

۳۶۸۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر عبدالعلیم، سابق وائس چانسلر اسلامی یونیورسٹی، علی گڑھ ہیں، جن کی وجہ سے خواجہ احرار کے رسالہ والدیہ کا ترکی ترجمہ اشاعت پذیر ہوا۔

۳۶۹۔ دنی اور صب یونانی، ص ۶۶-۶۷

۳۷۰۔ بابر نامہ (ترکی)، ص ۱۳۶، ۲۱۵، ۲۳۸؛ (انگریزی)، ص ۲۳۰، ۳۳۳، ۴۱۸؛ نسب نامہ احرار، ص ۱۱۔ نسماۃ القدس، ص ۷۸

۳۷۱۔ تاریخ رشیدی کے مصنف نے متعدد مقامات پر مختلف مناسبتوں سے آپ کا ذکر کیا ہے اور نام کی بجائے، تعظیم سے آپ کا لقب ”حضرت مخدومی نور“ لکھا ہے، ص ۵۶۵ اور اس کے بعد آپ کے مستقل حالات درج کیے ہیں، نیز بہ مدد اشاریہ ص ۸۱۵؛ نسب نامہ احرار، ص ۳۴؛ نسماۃ القدس، ص ۷۸، ۸۲۔ آپ کو خواجہ محمود نقشبندی المعروف حضرت ایشان (م ۱۰۵۳ھ، مدفون لاہور) کے ساتھ گنڈ نہیں کرنا چاہیے جن کے احوال عمل ص ۳، ج ۳ ص ۲۸۴ بر مذکور ہیں۔

۳۷۲۔ بابر نامہ (ترکی)، ص ۱۳۵؛ (انگریزی)، ص ۶۳۱؛ نسب نامہ احرار، ص ۴۶؛ نسماۃ القدس، ص ۸۲۔

۸۵

۳۷۳۔ بابر نامہ (ترکی)، ص ۳۵۲، ۳۶۳؛ (انگریزی)، ص ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۵۳؛ اکبر نامہ، ج ۳، ص ۷۸-۷۹۔

نسب نامہ احرار، ص ۶۳-۶۹؛ ما بعد؛ نسماۃ القدس، ص ۸۶-۸۸؛ نزہۃ الخواطر، ج ۴، ص ۱۵۸

۳۷۴۔ نسب نامہ احرار، ص ۳۶-۳۷

۳۷۵۔ ایضاً، ص ۳۹

۳۷۶۔ مجمع الفہم (قلمی نسخہ)، ص ۱۳۲-۱۳۵

۳۷۷۔ منتخب التواریخ، ج ۲، ص ۲۲۹-۲۳۰

۳۷۸۔ تذکرہ ہمایون و اکبر، ص ۳۵۶؛ اکبر نامہ، ج ۳، ص ۲۰۸، ۲۶۳، ۳۸۵، ۴۰۴؛ نسب نامہ احرار، ص ۸۰۔

۱۱۰ حاشیہ؛ نسماۃ القدس، ص ۹۳؛ نزہۃ الخواطر، ج ۴، ص ۳۵۰

۳۷۹۔ بابر نامہ (ترکی)، ص ۱۳۵؛ (انگریزی)، ص ۶۳۱-۶۳۲، ۶۵۲-۶۵۳

۳۸۰۔ اکبر نامہ، ج ۳، ص ۷۴، دراصل عبدالباری؛ لیکن خواجکا کا کوئی بیٹا عبدالباری نامی نہیں تھا۔ میرا خیال

ہے کہ خواجکا کے صاحبزادے عبدالہادی کا نام غلطی سے عبدالباری لکھا گیا ہے۔ اکبر نامہ کے ایک اور

نسخے میں عبدالباری کی جگہ عبدالعلیم لکھا ہے۔ البتہ اس نام کا صاحبزادہ خواجکا کا تھا۔

۳۸۱۔ اکبر نامہ، ج ۳، ص ۷۳۳

۳۸۲۔ منتخب اللطائف، ص ۵۳۳ (یادداشت صحیح)

۳۸۳۔ نسبات القدس، ص ۹۲

۳۸۴۔ منتخب التواریخ، ص ۲۲۹؛ طبقات شاہجہانی (طبقہ تاسعہ)، ص ۱۰

۳۸۵۔ نسب نامہ احرار، ص ۸۰-۸۱

۳۸۶۔ تذکرہ ہمایون و اکبر، ص ۲۲۳، ۲۷۷؛ اکبر نامہ، ص ۲۹، ۳۰۳، ۳۹۹ وغیرہ؛ نسب نامہ احرار، ص ۳۸

۳۸۷۔ طبقات شاہجہانی (طبقہ عاشرہ)، ص ۳۳

۳۸۸۔ نزہۃ الخواطر، ج ۵، ص ۲۶۸

۳۸۹۔ نسب نامہ احرار، ص ۱۰۲-۱۰۳

۳۹۰۔ آثار الامراء، ج ۲، ص ۷۷۷

۳۹۱۔ نزہۃ الخواطر، ج ۵، ص ۲۱-۲۳

۳۹۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۱، ص ۵۲۵-۵۲۸، مقالہ ”سیف الدولہ عبدالصمد خان دلیر جنگ“

۳۹۳۔ تحایف قدسیہ، ص ۲۰۳

سندہ تعریف حاجی نوشہ صادر

ہمیشہ از زبان خان بہادر

تسلط گشت از نوشہ جہاندار

کہ بر اولادِ خواجہ حضرت احرار

۳۹۴۔ مخزن الغرائب، ج ۱، ص ۲۷۱

۳۹۵۔ آثار الصنادید، ج ۲، ص ۲۶

۳۹۶۔ ریاض الفصحا، ص ۴

۳۹۷۔ خوش معرکہ زیبا، ج ۱، ص ۳۰۱، غلطی سے ”عبداللہ“ احرار چھپا ہے۔

۳۹۸۔ مکتوبات امام ربانی، ج ۳، مکتوب ۵۸

۳۹۹۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۵، ص ۳۳۸۹، ۳۳۹۶؛ فہرست مشترک پاکستان، ج ۷، ص ۲۲۸، ۵۷۷

۴۰۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۸، ص ۵۷۴-۵۷۵ مادہ ”مجلس احرار“

۴۰۱۔ دلائل السلوک، ص ۳۰۹؛ نیز حیات طیبہ (سوانح مولانا اللہ یار خان) از ابوالاحمدین، ادارہ نقشبندیہ

اویسیہ، دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال، ۲۰۰۵ء

تصنیفات و تالیفاتِ خواجہ احرار

خواجہ احرار کی تصنیفات و تالیفات

خواجہ احرار کی تصانیف کی بحث کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

الف: وہ تصانیف جو مصدقہ طور پر خواجہ احرار کی ہیں؛ فقرات، والدیہ، حورانیہ، رقعات، ملفوظات، بے نام متفرق رسائل۔

ب: وہ تصانیف جو خواجہ احرار سے منسوب ہیں لیکن یہ طے نہیں ہو سکا کہ واقعی انھی کی ہیں یا نہیں؛ السائلین، تحفۃ الاحرار، رسالہ کلیات۔

ج: وہ تصانیف جو خواجہ احرار سے منسوب ہوئیں، لیکن تحقیق سے پتا چلا کہ ان کی نہیں ہیں؛ انفاس نفیہ، تذکرہ خواجہ عبید اللہ احرار، ذوقیات، شرح اشعار مشکل فصوح اتمام، صدائے دل، نور وحدت۔

الف: وہ تالیفات جو یقیناً خواجہ احرار کی ہیں۔

۱۔ فقرات/متن اور مندرجات کا جائزہ

خواجہ احرار نے اس کا کوئی نام نہیں رکھا۔ چونکہ اس کے موضوعات کو ”فقرات“ لفظ کے ذریعے ایک دوسرے سے الگ کیا گیا ہے^(۱) متاخرین نے اسے فقرات،^(۲) فقرات شریف^(۳) اور فقرات العارفین^(۴) کا نام دیا ہے۔ کہیں اس کا نام ارشاد السائلین بھی آیا ہے۔^(۵)

اگرچہ مصنف نے تاریخ نگارش نہیں لکھی لیکن یقیناً یہ کتاب ۸۹۰ھ ۱۴۸۵ء سے بعد تصنیف ہے^(۶) کیوں کہ اس میں ایک ایسی محفل کا ذکر ہوا ہے جو جمعہ ۲۸ جوزا [جمادی الثانی] ۸۹۰ھ کو برلب جوئے عباس منعقد ہوئی تھی۔^(۷)

کتاب کا آغاز ایک طویل مناجات سے ہوتا ہے۔ بیشتر موضوعات اہل سنت و جماعت

کے عقائد اور تعلیم طریقہ خواجگان، خاص طور پر اذکار و عبادات سے متعلق ہیں۔ مصنف نے بکثرت آیات، احادیث اور اقوال و ابیات کا حوالہ دیا ہے۔ اس کتاب میں مصنف کی ذاتی اور معاشرتی زندگی کے بارے میں بہت کم حوالے پائے جاتے ہیں۔ البتہ کتاب میں بادشاہ وقت اور حکام کے نام خواجہ احرار کے چند ایسے خطوط ضرور نقل ہوئے ہیں جن سے تاریخی اشارے ملتے ہیں۔ ایک فقرہ میں خواجہ احرار کے سفر بخارا اور مولانا حمید الدین شاشی کے فرزند مولانا حسام الدین کی خدمت میں جانے کا ذکر موجود ہے۔^(۸)

اس کتاب کا موضوع اور طرز بیان دونوں تبلیغی ہیں۔ خواجہ احرار نے یہ کتاب اپنے مریدوں اور شاگردوں کو بھجوائی تھی۔^(۹) بعض باتیں ”اگر کوئی پوچھے“ اور ”کہو“ کے انداز میں تحریر ہوئی ہیں^(۱۰) اور کئی جملوں میں ”تم“ کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔^(۱۱) اسی طرح اس کتاب میں درج خواجہ کے خطوط، وصیت اور نصیحت نامہ بھی اسی مفہوم کے حامل ہیں۔^(۱۲)

آغاز: خداوند اہ عزت آنکہ بہ فردانیت ذات مفردی و بہ وحدانیت صفات ذات مصطفیٰ استحقاق عبادت و عبودیت جز تو کسی را ثابت نی۔^(۱۳)

اختتام

ذکر گو ذکر تا ترا جانت
چون تو فانی شوی ز ذکر بہ ذکر
پاکی دل بہ ذکر یزدان است
ذکر خفیہ کہ گفتہ اند آن است^(۱۴)

قلمی نسخے

فقرات کے کئی قلمی نسخے موجود ہیں۔^(۱۵) بعض قدیم نسخوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ۱۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ذخیرہ حبیب گنج، شمارہ ۲۱/۷۵، مکتوبہ ۹۳۴ھ
- ۲۔ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، شمارہ ۵۶۸۵، خوبصورت نستعلیق، مجموعہ مکتوبہ ۹۳۱ھ، ص ۱۶۹-۱۸۳
- ۳۔ تاشقند یونیورسٹی، شمارہ HB.Kat09/934۔ خواجہ احرار کے عقیدتمندوں میں سے ایک عبدالرشید بن محمد سکا کی مشہدی کے قلم سے لکھا ہوا، مجموعے میں شامل ہے۔ مکتوبہ ۹۳۵ھ، ورق ۱۲ب-۶۷

میرے زیر مطالعہ کراچی اور تاشقند کے نسخے رہے ہیں۔^(۱۶) موضوعات اور ترتیب کے حوالے سے دونوں نسخوں میں اختلاف ہے۔ نسخہ کراچی میں حورائے بھی متن فقرات میں شامل ہے۔^(۱۷) لیکن نسخہ تاشقند میں شامل نہیں ہے۔ اسی طرح خولجہ احرار کے بعض خطوط جو نسخہ کراچی میں شامل ہیں، نسخہ تاشقند میں نظر نہیں آتے۔

اشاعت:

- ۱۔ تاشقند ۱۳۲۸ھ، ۱۹۱۰م، مجموعہ رسائل احرار میں، ص ۱۔
۵۴ (۱۸)
- ۲۔ [حیدرآباد، دکن] مطبع آئین دکن، بلا تاریخ، ۶۴ ص، بہ اہتمام و تصحیح مولوی عبدالقیوم صاحب آغایی ابو العلابی وکیل درجہ اول سرکار نظام۔^(۱۹) یہ اشاعت مقدمے اور توضیحات کے بغیر ہے اور مہتمم نے نہیں بتایا کہ اس نے کس قلمی نسخے یا نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔

ترکی ترجمہ

فقرات کے دو ترکی ترجمے موجود ہیں۔

- پہلا ترجمہ مولانا خضر بیگ نے کیا جس کا قلمی نسخہ کتب خانہ سلیمانیا، ذخیۃ بغدادی وہبی، استنبول، نمبر ۲۰۴، ورق ۵۸ الف-۲۲۲ الف میں موجود ہے۔^(۲۰)
- دوسرا ترجمہ مصطفیٰ حسین صادقی^(۲۱) یا مصعب الدین نقشبندی امام جامع سلطان احمد اول^(۲۲) کے قلم سے ہے۔

ترجمے کا آغاز: حمد و ثنائی ممتنع الاحصا جناب کبہ یا قباب رب الارباب و باری ابراہیم۔
دارالکتب قاہرہ میں موخر الذکر ترجمہ کے دو قلمی نسخے موجود ہیں۔ شمارہ ۵۴ مجلہ ترکی طلعت، خوبصورت نسخہ، علی مصری کے ایک شاگرد عمر الوہبی کی کتابت، مورخہ ۱۷ شعبان ۱۲۷۷ھ۔
مجموعے میں تیسرا سال، ورق ۳۵ تا ۴۱۔ دوسرا نسخہ شمارہ ۱۶۔ م تصوف ترکی، بغیر تاریخ کے، ۴۲ اوراق پر مشتمل ہے۔^(۲۳) ذخیرۃ حاجی محمود افندی، کتب خانہ سلیمانیا، استنبول میں اس ترجمے کے

ایک اور مخطوطہ (نمبر ۲۶۹۳) میں مترجم کا نام مصطفیٰ حسین صادقی آیا ہے۔ یہ نسخہ ۹۰ ورق میں، ۱۲۱۳ھ کا لکھا ہوا ہے اور فقرات پر مشتمل ہے۔ مترجم نے اپنے آپ کو خواجہ احمد صادق کا مرید لکھا ہے۔ اسی ترجمے کا تیسرا نسخہ، اسی ذخیرہ میں (نمبر ۲۶۹۷)، بلا تاریخ، ۱۱۵ ورق میں موجود ہے۔

عربی ترجمہ

خواجہ احرار کے فقرات کا عربی ترجمہ مکتوبات امام ربانی کے عربی ترجمہ، مترجمہ محمد مراد قرزانی کے حاشیے پر صفحہ ۲۸۱ سے ۳۵۳ تک مکہ مکرمہ سے ۱۳۱۷ھ میں شائع ہوا۔ (۲۳)

فقرات سے اخذ و اکتساب

بظاہر اپنے تبلیغی پہلو کی وجہ سے یہ کتاب سلسلہ نقشبندیہ کے حلقوں میں بہت رائج رہی اور نقشبندیوں نے اپنی کتابوں میں اس سے اخذ و اکتساب کرتے ہوئے اس کے انتخاب تیار کیے ہیں۔ مثلاً جامی نے نجات الانس^(۲۵) اور شیخ احمد مہر ہندی نے رسالہ طریقہ خواجگان نقشبندیہ^(۲۶) میں اسی کتاب سے فقرات نقل کئے ہیں۔ فقرات کا ایک خلاصہ تہران یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری میں (شمارہ ۵۸۶۱) موجود ہے۔ جس کا کاتب بظاہر عبداللہ المصطفیٰ، و رہ ابو رافع بن مولانا دوست محمد بن مولانا حسین (بن) مولانا ابوالحسن بن مولانا میر حسین فرغانی سمرقندی مدرس مدرسہ تیمور لنگ (سمرقند) ہے، جس نے اسے ۹۱۹ھ سے ۹۲۲ھ کے درمیان لکھا ہے۔ یہ انتخاب، مجموعہ رسائل احرار وغیرہ میں صفحہ ۸۹ تا ۱۰۲ موجود ہے۔ دوسرا انتخاب ”کلمات قدسیہ خواجہ عبید اللہ“ کے نام سے ہے جس کا قلمی نسخہ مجموعہ رسائل شمارہ ۸۹۶/۰۹ کے تحت تاشقند یونیورسٹی میں موجود ہے۔ (۲۷)

تہران یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانہ میں مجموعہ الفوائد کا قلمی نسخہ (شمارہ ۲۷۴۰) موجود ہے، جس میں فقرات سے کچھ چیزیں منقول ہیں۔

بارہویں صدی ہجری کے مؤلف محمد موسیٰ بن خواجہ عیسیٰ وہ بیدی نے نوادر المعارف میں فقرات سے کچھ چیزیں نقل کی ہیں۔ تہران یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ (شمارہ ۹۸۱۸) موجود ہے۔

۲۔ والدیہ / متن و مندرجات کا جائزہ

والدیہ ایک مختصر رسالہ ہے جو خواجہ احرار نے اپنے والد محمود شاشی کی فرمائش پر لکھا تھا۔ وہ مقدمے میں لکھتے ہیں:

”اس مختصر رسالے کا سبب تالیف یہ ہے کہ مجھ فقیر کے والد کو مجھ سے جو حسن ظن تھا، اس کی بنیاد پر انھوں نے مجھے یہ حکم دیا کہ ہمارے لیے اس اللہ کی باتوں پر مشتمل کوئی ایسی چیز لکھو جس پر عمل اعلیٰ درجات اور حقیقی علوم، جو استدلال کے دائرہ سے خارج ہیں، تک رسائی کا سبب بنے۔ اس حکم کی بجا آوری فقیر کے لیے

مواہبات لازم قرار پائی۔“ (۲۸)

مزید فرماتے ہیں: ”اس مختصر (رسالے) میں اس چیز کا ذکر کر دیا گیا جو حصول معرفت کا سبب بنتی ہے۔“ (۲۹) اور اس معرفت تک ”بلکہ کسی بھی روحانی مرتبے پر حضرت رسالت کی اطاعت و پیروی کے بغیر نہیں پہنچا جاسکتا۔“ (۳۰)

مصنف نے جا بجا قرآنی آیات، عرفا کے عربی اقوال اور اشعار مجملہ را بعد بصر یہ کے عربی اور مولانا روم کے فارسی اشعار سے استناد کیا ہے۔ اگرچہ خواجہ احرار نے یہ رسالہ اپنے والد شامی کے لیے لکھا لیکن اس میں تمام پڑھنے والوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور ملی کاشفی اسے ”طریقہ خواجگان کے لیے بے حد مفید“ (۳۱) اور ابوالفضل دکنی اسے ”محر معرفت کا ذر دانہ“ (۳۲) قرار دیتے ہیں۔

آغاز: الحمد لله الاحد بذاته و کبریائه الواحد بصفاته و اسمائه. والصلوة علی من تجلی له بذاته مع جمیع صفاته بعد افانہ عن الكل محمد الذی اوتی جوامع الکلم لیکمل بها طوائف الامم ویعلم جمیع الخلائق لطایف الحکم و علی آله و اصحابه الذین کشفوا الحجب عن جمال و جہہ الباقی۔ اما بعد سبب تالیف این مختصر آن بود کہ

اختتام: چون رابطہ ای نماند، آن حال نماند و سبب این بود کہ بسیاری از کسانی کہ ایشان را ذوقی از صحبت این طایفه حاصل شدہ بود، نماند۔

بی عنایات حق و خاصان حق گرمند باشد سیاہ ستش ورق
والله اعلم لله الحمد و المنه۔ (۳۳)

اشاعت

- ۱- تاشقند، ۱۳۲۸ھ، رسائل احرار کے مجموعے میں، ص ۵۷-۶۳
- ۲- عارف نوشاہی کے مقدمہ تصحیح کے ساتھ مجلہ تحقیقات اسلامی، تہران، جلد ۹، شمارہ ۲، سال ۱۳۷۳ ش، صفحات ۶۵-۷۷ میں شائع ہوا ہے۔ میں نے البیرونی انسٹیٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند کے ایک بلا تارخ خطی نسخے (شمارہ ۵۰۷) اور کتابخانہ ملی بورسہ، مکتوبہ ۱۰ صفر ۹۵۷ھ، شمارہ GENEL759 سے استفادہ کیا ہے۔
- یہی اشاعت، مقالات عارف، جلد دوم، تہران، ۲۰۰۷ء، صفحات ۳۲۵-۳۵۷ میں بھی شامل ہیں۔

قلمی نسخے

- ۱- والدیہ کے کئی نسخے دنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں، (۳۳) یہاں صرف ایسے نسخوں کو متعارف کیا گیا ہے جو خواجہ احرار کی وفات کے بعد، پچاس سال کے اندر اندر لکھے گئے۔
- ۱- کتابخانہ مرکزی دانشگاه تہران (شمارہ ۵۸۶)، مشمولہ مجموعہ رسائل، مکتوبہ ۹۱۶-۹۲۲ھ، کاتب بظاہر عبداللہ المعروف بہ ابوزافع بن مولانا دوست بن مولانا حسین (بن) مولانا ابوالحسین فرغانی سمرقندی ہے۔ یہ نسخہ میں نے خود دیکھا ہے۔
- ۲- گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، شمارہ ۳۹۳، مجموعہ، صفحہ ۱۰ تا ۳۰، ابتدا میں اس کا نام ”رسالہ خواجہ عبداللہ [کذا] سمرقندی در طریقہ نفس“ درج ہے، تاریخ کتابت مجموعہ ۹۰۰ھ، لیکن والدیہ کے ترقیے میں اس کی تاریخ کتابت ”تسع و عشر و سعمائة“ (۷۱۹ھ) پڑھی جاتی ہے جو بالکل ہی غیر متعلق ہے، شاید ”تسع و عشر و تسعمائة“ (۹۱۹ھ) ہو۔ اس مجموعہ کا کاتب محمد سعید، باخرز کے نواحی قریہ ارز نہ کار ہنے والا تھا اور یہ مجموعہ کسی ناگوار حادثے کے پیش نظر وطن سے دور کسی اور مقام پر بیٹھ کر کتابت کیا۔
- ۳- ذاتی کتب خانہ خواجہ محمد سلیم، استاد پشاور یونیورسٹی، پشاور، بقلم امیر محمد بن امیر عالم بن محمد بخارائی، ۹۳۰ھ، ۲۰ ص۔
- ۴- گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، شمارہ ۵۶۸۵، فقرات کے ساتھ، مکتوبہ محرم

(۳۵)
- ۹۳۱ھ

۵۔ تاشقند یونیورسٹی، تاشقند، شمارہ HB.Kat 09/934، مجموعہ رسائل احرار میں،
ورق ۸۳۱، مکتوبہ ۹۳۵ھ۔ (۳۶)

ترکی تراجم

ظہیر الدین محمد بابر (۸۸۸-۹۳۷ھ) نے ۸ ربیع الاول ۹۳۵ھ کو والد یہ کا چغتائی ترکی
میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ مثنوی کی شکل میں ہے اور بحرِ رمل (فعلاتن فعلاتن فعلن) کے ۲۳۳ اشعار
پر مشتمل ہے۔ بابر نے بابر نامہ میں والد یہ کا ترجمہ کرنے کا واقعہ یوں بیان کیا ہے:

”بروز جمعہ، ۲۳ ماہ صفر، ۹۳۵ھ، میرے جسم میں بخار کی کیفیت چھ اس

طرح ظاہر ہوئی کہ مسجد میں نماز جمعہ بھی بڑی مشکل سے ادا کر پایا۔ نماز ظہر

احتیاطی، اپنے کتب خانہ میں آکر پچھ تو قف کے بعد، وہ بھی بدقت ادا کی۔

تیسرے روز اتوار کو پھر بخار آ گیا، مجھ پر تھوڑی پہلی بھی طاری ہوئی۔ منگل کی

شب، ۲۷ صفر کو حضرت خواجہ عبید کے رسالہ والد یہ کو اشعار میں ڈھانٹے کا خیال

ہوا۔ حضرت خواجہ کی روح سے التجا کی اور دل میں یہ خیال گذرا کہ اگر یہ نظم

حضرت خواجہ کے ہاں قبول ہوگی، جیسے صاحب بردہ کا قصیدہ مقبول ہوا تھا اور

صاحب قصیدہ فالج کی بیماری سے صحت یاب ہو گئے تھے، تو میں بھی اس بیماری

سے شفا یاب ہو جاؤں گا اور یہ میری نظم کی مقبولیت کی دلیل ہوگی۔ چنانچہ اسی

نیت سے اس رسالہ کو، بحرِ رمل مسدس مخبون، ضرب کبھی ابتر، کبھی مخبون محذوف

میں، جیسا کہ مولانا جامی کی سبحة الابرار کا وزن ہے، ترجمہ کرنا شروع کیا۔ پہلی

رات تیرہ شعر ہو گئے۔ اہتمام کے ساتھ روزانہ دس اشعار سے کم کا ترجمہ نہ ہوتا۔

غالباً ایک روز ترجمے کا ناعہ بھی ہوا۔ گذشتہ سال، بلکہ جب بھی، مجھے ایسا عارضہ

ہوتا، کم از کم چالیس روز طول پکڑتا۔ لیکن اس دفعہ عنایت الہی اور حضرت خواجہ کی

توجہ سے، بروز جمعرات، ۲۹ صفر کو بخار کا زور ٹوٹ گیا اور پھر اس عارضہ سے

خلاصی ہو گئی۔ ہفتہ کے دن، [۸] ماہ ربیع الاول کو، رسالہ کا منظوم ترجمہ اختتام

پذیر ہوا۔ روزانہ باون اشعار کا ترجمہ کیا۔“ (۳۷)

بابر نے اپنے ترجمہ کے چار نسخے بنوائے، تین اپنے بیٹوں ہمایون، ہندال اور کامران کے لیے اور ایک خواجہ کلان میر بن مولانا محمد کو بھیجا۔ (۳۸)

ابوالفضل نے اکبر نامہ میں بابر بادشاہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے: ”رسالہ والدیہ احرار کو منظوم کیا ہے اور یہ بے حد دل پذیر ہے۔“ (۳۹) لیکن ٹرک محقق محمد نو کوپرلی، جنہوں نے یہ ترجمہ مرتب کر کے چھاپا ہے، ان کا کہنا ہے اگرچہ اس ترجمہ کے اشعار سادہ اور دل پذیر ہیں، لیکن ان کی کوئی ادبی حیثیت نہیں ہے، اس ترجمہ کی اہمیت محض بابر کی تصوف کی طرف جھکاؤ کے ثبوت کے طور پر ہے۔ (۴۰)

بابر کا ترجمہ والدیہ تین بار چھپ چکا ہے:

۱۔

E. Denison Ross, "A Collection of Poems by the Emperor Babur", *Journal of Asiatic Society of Bengal*, Calcutta, 1910, Extra No.

۲۔

M.F. Koprulu, *Milli Tetecbu'lar Mecmuasi*, [Istabnül], No. 1, pp. 113-124.

۳۔ باہتمام اکل ایوبی، از مطبوعات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۱۹۶۸ء، ص ۵۱+۲۸، اس کا سرورق ”رسالہ والدیہ ترجمہ سی“ ہے۔

صلاحی عبداللہ نے بابر کے ترجمہ کو، جو کہ چغتائی ترکی میں تھا، عثمانی ترکی میں ڈھالا ہے۔ اس ترجمہ کا ایک نسخہ روم (اٹلی) میں ہے۔ (۴۱)

اس کے علاوہ بھی کچھ تراجم ہیں جیسے خضر بیگ (م ۹۲۴ھ)، محمد امین توقادی (م ۱۱۵۸ھ)، محمد رفعت (م ۱۲۶۹ھ) اور خار پوتلو بیگ زادہ علی (م ۱۳۲۲ھ) کے تراجم۔ (۴۲)

مخدوم اعظم احمد کاسانی نے اپنے رسالہ بابر کے دیباچے میں لکھا ہے کہ عبید اللہ خان ازبک نے اپنے حالات اور رسالہ والدیہ، جو حضرت ایشان [یعنی عبید اللہ خان؟] نے نظم میں

ڈھالا ہے، میرے پاس بھیجا اور میں اس کی رباعیات کی شرح لکھ رہا ہوں۔ (۴۳)

عربی ترجمہ

ایک نامعلوم مترجم نے، والدیہ کا عربی ترجمہ عروۃ الوثقی لارباب الارثقا کے نام سے کیا ہے۔ اس ترجمے کا قلمی نسخہ ذخیرہ علی امیری (عربی)، کتب خانہ ملت، استنبول، شمارہ ۱۰۴۱، ورق اتاے موجود ہے۔ (۴۴) اسماعیل پاشا بغدادی (۴۵) اور کمالہ (۴۶) نے عروۃ الوثقی ہی کو احرار کی تصنیف قرار دیا ہے، حالانکہ یہ ان کی تصنیف کا ترجمہ ہے۔

۳۔ حورائے/شرح رباعی ابوسعید ابوالخیر

فارسی ادب میں ”حورائے“ نویسی کی ایک پوری روایت رہی ہے۔ ڈاکٹر محمد رضا شفیعی کدکنی نے، جو کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر (۳۵۷-۴۴۰ھ) پر قابل قدر تحقیقات انجام دے چکے ہیں، اس بارے میں لکھتے ہیں:

”ابوسعید سے منسوب ایک رباعی کا فارسی ادب میں عجیب و غریب معاملہ ہے۔ اس رباعی پر بارہ سے زائد شرحیں لکھی گئیں۔ یہ رباعی وہی حورائے ہے جس کے بارے میں اسرار التوحید میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے:

کہتے ہیں کہ استاد بوصالح کو، جو ہمارے شیخ [ابوسعید] کے مقرر تھے، کوئی بیماری لاحق ہوئی اور وہ صاحب فراش ہو گئے۔ ہمارے شیخ نے خواجہ ابو بکر مودب کو، جو شیخ کے بیٹوں کے اتالیق تھے، بلوایا اور فرمایا کہ قلم، دوات اور کاغذ کا ایک ٹکڑا لاؤ تا کہ بوصالح کے لیے تعویذ لکھواؤں اور تم لکھو۔ کاغذ، قلم اور دوات پیش ہوئے۔ شیخ نے فرمایا لکھو:

حورا بہ نظارۃ نگارم صف زد

رضوان بحجب ماند و کف بر کف زد

یک خال سیہ بر آن رخان مطرف زد

ابدال ز بیم چنگ در مصحف زد (۴۷)

خواجہ ابو بکر مودب نے ایسا ہی لکھا اور وہ تعویذ استاد بوصالح کے پاس لے

جا کر ان کے بازو سے باندھ دیا۔ ان میں فوراً صحت کے آثار نمودار ہوئے، اور وہ اسی روز گھر سے باہر آ گئے اور بیماری دور ہو گئی۔ (۴۸)

اس کے بعد ڈاکٹر شفیع کدکئی نے حورائے کی بارہ شرحیں گنوائی ہیں۔ (۴۹) ہم یہاں صرف شارحین کے ناموں پر اکتفا کریں گے: شیرین مغربی (۷۳۹-۸۰۹ھ)؛ شاہ نعمت اللہ ولی (۷۳۱-۸۳۲ھ) نے حورائے کی چار شرحیں لکھی ہیں؛ شاہ قاسم انوار (۷۵۷-۸۳۷ھ)؛ یعقوب چرخئی (۷۶۳-۸۵۱ھ)؛ آذری طوسی (۷۸۲-۸۶۶ھ)؛ خواجہ احرار (۸۰۶-۸۹۵ھ)؛ قاضی میر حسین میدی (۹۰۹ھ)، نجم بن قطب الاسلام شریحی (دسویں صدی ہجری)؛ نور اللہ شوشتری (۱۰۱۹ھ)۔ اس کے علاوہ اشرف جہانگیر سمنانی (۸۲۹ھ) نے بھی حورائے پر شرح لکھی جس کا قلمی نسخہ سید وحید اشرف، استاد مدراس یونیورسٹی کے پاس ہے۔ (۵۰) کچھ اور شرحیں بھی دستیاب ہیں جن کے شارحین کے نام معلوم نہیں ہیں۔ (۵۱)

حورائے احرار/متن کا جائزہ اور مندرجات

خواجہ احرار کی دیگر تصانیف کے برخلاف، حورائے وہ واحد تصنیف ہے جس میں خواجہ احرار نے اپنا نام بطور مصنف ذکر کیا ہے۔ رسالہ ایک مختصر عربی دیباچہ، جو حمد و نعت پر مشتمل ہے، سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد سبب تصنیف بتایا گیا ہے کہ مصنف کو شیخ ابوسعید کی رباعی کے معانی جاننے کا شوق تھا اور اس کے لیے شیخ کی روح سے بھی استمداد کرتے رہے۔ لیکن دنیاوی مصروفیات کے باعث اس کے معانی ذہن سے نکل جاتے تھے۔ اسی اثنا میں امیر الامرا جلال الدین امیر بایزید (۵۲) نے بعض صوفیہ سے اس رباعی کے معانی پوچھے اور انہوں نے دیگر صوفیہ کی تشریح کے مطابق اس کے معانی نقل کر دیے۔ خواجہ احرار ان تشریحات سے مطمئن نہ تھے۔ خاص طور پر بیمار کے سرہانے اس رباعی کے پڑھنے کے طریقے کے بارے میں جو توجیہ کی جاتی تھی وہ ان کے خیال میں دور از فہم تھی۔ کچھ عرصہ گزرا تو خود حضرت فیاض حقیقی نے ان کے قلب پر اس رباعی کے معانی القاء کر دیے اور وہ پوری طرح مطمئن ہو گئے۔ خواجہ احرار کے خیال میں اس رباعی کے مفہوم کا تعلق روح سے ہے، اسی لیے انہوں نے رباعی کی تشریح سے قبل انسانی روح کی تخلیق کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی ہے۔

خواجہ احرار نے اس رباعی میں استعمال ہونے والے بعض کلمات کی جو تشریح کی ہے وہ اس طرح ہے:

حورا: موت کے وقت، بیمار کے سر ہانے حوروں اور ان کے علاوہ جو جماعت حاضر ہوتی

ہے۔

نگار: انسانی روح، جسے مقام محبوبی حاصل ہے۔

رضوان: عقل، جو قلب کے بہشت کا دار و نہ اور محافظ ہے۔

خال سیاہ: مرنے والے میں موت کے وقت ظاہر ہونے والی ذلت اور خواری، یا اس سے مراد وہ حقیقی فقر [غربت] تھی [دستی] ہے جو روح کو مشاہدہ کے وقت حاصل ہوتا ہے۔

ابدال: قوائے نفسانی ہیں، تغیر و تبدل ان کی ماہیت کا لازمہ ہے۔

مصحف: حقیقت انسانی ہے جو نسخہ جامع اور مظہر کل ہے۔

چنگ زدن: اپنے رتبہ کے تنزل کی اطلاع پاتے ہی [قوائے انسانی] کا روح کا دامن پکڑنا

اور روح کا اونچا مرتبہ مراد ہے۔

خواجہ احرار نے رسالہ کے اختتام پر اس رباعی کی شفا بخش تاثیر کے بارے میں اپنا نظریہ

یوں بیان کیا ہے:

”اگر کوئی یہ رباعی ایسے بیمار کے سر ہانے پڑھے جس کے دل میں حق سبحانہ کی

محبت ہو اور وہ اسے سمجھ کر خدا کی طرف رجوع کرے تو یقیناً اس کے دل میں سرور

پیدا ہوگا، کیوں کہ محبت کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت یہ ہے کہ محبت کو محبوب

کی ملاقات سے بہتر کوئی لذت نہیں ہوتی ^(۵۳)۔

خواجہ احرار نے یہ شرح لکھتے وقت قرآنی آیات، احادیث، اشعار اور بزرگوں کے اقوال

سے مدد لی ہے۔ اس رسالہ کی اہمیت، تصوف میں علامت نگاری کی وجہ سے ہے۔

آغاز: الحمد لله فياض الحكيم والمواهب و موصل الطالبين الى

المطالب. والصلوة على حبيبه الذي حلاه بعلو الهمة واحراز المراتب و

فاز اتباعه في اتباعه بجميع المقاصد والمآرب. اما بعد: بدان کہ این فقیر را بسی ضعف می

بود بدانتستن معانی رباعی قطب الاولیا سلطان ابوسعید ابی الخیر قدس اللہ روحہ۔

اختتام: زیرا کہ از خواص محبت آن است کہ محبت را بیچ لذتی بہتر از ملاقات محبوب
 نباشد. واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع المآب. (۵۳)
 مخطوطات

حورانیہ کے چند قدیم مخطوطات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- ۱- مرکزی کتب خانہ، تہران یونیورسٹی، شمارہ ۵۸۶۱، مجموعہ رسائل احرار وغیرہ میں، مکتوبہ ۹۱۶-۹۲۲ھ، بہ قلم عبداللہ المشہور بہ ابورافع فرغانی سمرقندی، ص ۸۶-۸۵، میں نے یہ نسخہ دیکھا ہے۔
- ۲- کتاب خانہ ملی ملک، تہران، شمارہ ۴۰۵۶، نستعلیق، مجموعہ مکتوبہ ۹۴۰ھ میں، ورق ۲۵۲ الف-۲۵۳ الف (۵۵)۔
- ۳- تاشقند یونیورسٹی، تاشقند، شمارہ HB.Kat09/934، بہ قلم عبدالرشید بن محمد سکاکی مشہدی احراری، مکتوبہ ۹۴۵ھ، مجموعہ رسائل احرار میں، ورق ۹ الف-۱۲ (۵۶)۔
- ۴- کتب خانہ ملی، بروسہ، ترکی، شمارہ 859 GENEL، نستعلیق، مکتوبہ ۹۵۷ھ، مجموعہ میں، ورق ۶۶ ب-۷۱ (۵۷)۔

اشاعتیں

حورانیہ کئی بار شائع ہو چکا ہے:

- ۱- ۱۳۱۳ھ/۹۶-۱۸۹۵ء، تہران، اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید کے ساتھ بطور ضمیمہ، ص ۳۲۲-۳۲۵
- ۲- ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء، سینٹ پیٹرز برگ (St. Petersburg)، مطبع الیاس میرزا بوراغانسکی اینڈ کمپنی، بہ اہتمام والنتین ژوکوفسکی (V.A. Zhukovskiy)، اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید کے ساتھ بطور ضمیمہ۔
- ۳- ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء، تاشقند، مجموعہ رسائل احرار میں، ص ۵۴-۵۷
- ۴- ۱۳۱۳ش/۱۹۳۳ء، تہران، بہ اہتمام احمد بہمن یار کرمانی، اسرار التوحید (تجدید طبع ژوکوفسکی) کے ساتھ بطور ضمیمہ۔

۵- ۱۳۶۹ ش/ ۱۹۹۰ء طبع سوم، تہران، سخنان منظوم ابوسعید ابوالخیر، بہ اہتمام سعید نفیسی، کتاب خانہ سنائی، تہران کے ساتھ بطور ضمیمہ، ص ۱۲۶-۱۳۵؛ استاد نفیسی نے یہ متن ژوکوفسکی اور بہمن یار کرمانی کی ایڈیشنوں اور دسویں صدی ہجری کے ایک قلمی نسخے کی بنیاد پر ایڈٹ کیا ہے۔

۶- ۱۳۷۹ ش/ ۲۰۰۰ء، بہ اہتمام عارف نوشاہی، رسالہ دانش، اسلام آباد، شمارہ ۶۰-۶۱، ص ۱۷۹-۱۸۶؛ جو بعد میں میرے فارسی مضامین کے مجموعے، مقالات عارف، جلد دوم، بنیاد موقوفات دکتر محمود افشار، تہران، ۲۰۰۷ء، صفحات ۳۵۸-۳۶۵ میں بھی شامل ہوا۔ میں نے اس اشاعت میں البیرونی انسٹیٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند کے مخطوط ۵۰۷ کو بنیاد بنایا ہے۔ اس پر کوئی تاریخ تو نہیں ہے لیکن یہ صاف ستھرے خط نسخ میں، دسویں صدی ہجری کے اوائل کی کتابت معلوم ہوتا ہے۔ یہ مخطوط، مجموعہ رسائل خواجہ احرار میں شامل ہے جس میں حورائیہ (ص ۲-۸) کے علاوہ فقرات اور والد یہ بھی موجود ہیں۔ اس نسخے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ کسی نے اس کا تقابل دوبار دوسرے نسخوں سے کیا ہے اور اختلافات حاشیے پر رقم کیے ہیں۔ اس نسخے کی مائیکروفلم مجھے البیرونی انسٹیٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز کے ڈائریکٹر پروفیسر عصام الدین اورن بائیف نے فراہم کی۔ میں نے نسخے تاشقند کی نقل کا دو مزید نسخوں سے مقابلہ کیا۔ ایک گنج بخش لائبریری، اسلام آباد، شمارہ ۵۶۸۵، مکتوبہ محرم ۹۳۱ھ اور دوسرا کتب خانہ ملی بورسہ کا نسخہ۔ لیکن ان نسخوں میں کوئی قابل ذرا اختلاف نہیں ہے۔

بے نام متفرق رسائل

۱- رسالہ عرفانی

آغاز: در بیان آنچه از عزیز بزرگوار حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نقل کردہ می شود۔

اس ابتدائی عبارت سے تو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ رسالہ خواجہ احرار کی کسی تحریر یا ملفوظات سے اقتباس ہے اور کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔

اس کا قلمی نسخہ ذخیرہ عبد العظیم قریب، کتب خانہ دانش سرا اے عالی، تہران [پرانا نمبر

۶۹/۲] میں تھا۔ (۵۸) اب یہ ذخیرہ دانشکدہ ادبیات و علوم انسانی، دانشگاہ تہران منقل ہو چکا

ہے۔ میں نے یہ نسخہ دیکھنا چاہا، لیکن کتابدار نے جواب دیا کہ نسخہ اپنی جگہ پر موجود نہیں ہے!

۲۔ رسالہ در بیان توبہ و اعمال طریقہ خواجہ ہا
اس کا قلمی نسخہ رضا لائبریری، رام پور میں ہے۔ (۵۹)

ب: خواجہ احرار سے منسوب رسائل، جن کا انتساب ہنوز تحقیق طلب ہے۔
۱۔ انیس السالکین (۶۰)

تصوف پر اس کتاب کے بارے میں مزید کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

۲۔ تحفۃ الاحرار

سعید نفیسی کے بقول:

”خواجہ احرار کی تصوف میں بہت سی تصنیفات ہیں، ان میں ایک تحفۃ الاحرار ہے
جو اپنے موضوع پر معروف کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔“ (۶۱)

مجھے کسی ماخذ میں خواجہ احرار کی تصنیفات میں سے اس نام کی کوئی کتاب نہیں ملی۔ شاید
سعید نفیسی کو جامی کی مثنوی تحفۃ الاحرار کے ساتھ مغالطہ ہوا ہے، مولانا جامی نے اس مثنوی کا
انتساب خواجہ احرار سے کیا تھا۔

ج: خواجہ احرار سے منسوب تصنیفات جو تحقیق سے معلوم ہوئیں کہ ان کی تصنیف

نہیں ہیں:

۱۔ انفاس نفیہ (۶۲)

یہ رسالہ دو بار شائع ہو چکا ہے۔ پہلی بار مقامات حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ تصنیف
ابوالحسن محمد باقر بن محمد علی، طبع بخارا، ۱۳۲۷ھ کے حاشیہ پر صفحات ۲-۱۹۔ دوسری بار سنہ
ضروریہ، طبع مطبع مجتہائی، دہلی، ۱۹۲۳ء، صفحات ۲-۶ میں۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نے اسے اردو
میں ترجمہ کر کے رسائل نقشبندیہ (ناشر: مکتبہ نبویہ، لاہور) میں شائع کیا ہے۔ طبع بخارا میں مولانا
یعقوب چرخئی (م ۸۵۱ھ) کے رسالہ انیہ، مولانا جامی (م ۸۹۸ھ) کے اشعار اور مکتوبات امام
ربانی (م ۱۰۳۴ھ) سے اخذ و اقتباس کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انفاس نفیہ کے

مصنف کا تعلق گیارہویں صدی ہجری سے بعد کے دور سے ہے۔

۲۔ تذکرہ خواجہ عبید اللہ احرار

یہ اردو رسالہ ”تذکرہ خواجہ عبید اللہ احرار یعنی مختصر حالات جناب قدوة السالکین، زبدۃ العارفین، بادی اولیاء زمان، پیشواے علمائے دوران، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی مجددی [رحمۃ اللہ علیہ]“ عنوان سے ملک فضل دین و ملک چمن دین و ملک تاج دین کے زئی، ناشران لاہور نے مطبع مشہور عالم، بلا تارخ، ۱۲ صفحات میں شائع کیا ہے۔ اور خاتمہ پر یوں لکھا ہے: ”تمام شد رسالہ خواجہ عبید اللہ احرار“۔ اس رسالے کا سرورق اور خاتمہ دونوں گمراہ گن ہیں۔ یہ رسالہ نہ تو خواجہ احرار کا تذکرہ ہے اور نہ ہی ان کی تصنیفات سے کوئی چیز ہے۔ بلکہ یہ وہی رسالہ ہے جو پاس انفاس^(۶۳) کے نام سے مولانا جامی سے منسوب ہوا ہے۔

۳۔ ذوقیات یا ذوقیہ

یہ عبید اللہ ملتانی کی تصنیف ہے، جو حافظ محمد جمال ملتانی (م ۱۲۲۶ھ) اور خواجہ خدا بخش ملتانی (م ۱۲۵۳ھ) کے مرید تھے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ پروفیسر محمد اقبال مجددی، لاہور کے پاس ہے۔^(۶۴)

۴۔ شرح اشعار مشکل فصوص الحکم

نجیب مائل بروی نے میری تصنیف، فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی موزہ ملی پاکستان کراچی کے حوالے سے^(۶۵) اس کتاب کو خواجہ احرار سے منسوب کیا ہے!^(۶۶) جو چھپنے میں نے فہرست میں لکھا ہے وہ سبیل سنگھ بیخود کی تصنیف شرح اشعار مشکل فصوص الحکم کے بارے میں ہے۔ چونکہ اسی صفحہ پر، بیخود کی شرح کے بعد، خواجہ احرار کے رسالہ فقرات کا اندراج ہوا ہے، ان دو منوانات کی قربت سے مائل بروی صاحب کو غلط فہمی ہوئی۔ خواجہ احرار کی تصنیفات سے کسی ایسی شرح کا وجود نہیں ہے۔

۵۔ مثنوی صدائے دل

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ، بہار دلا بھری، کراچی، شمارہ ۳، ۴۲-۳۱ میں موجود ہے۔ اس کتاب خانے کی فہرست میں اسے خواجہ احرار کی تصنیف بتایا گیا ہے!^(۶۷) حالانکہ یہ ناصر علی سرہندی (م ۱۱۰۸ھ) کی فارسی مثنوی نقاش و صورت ہے۔

۶۔ نور وحدت

یہ رسالہ، کاتبوں، فہرست نویسوں اور ناشروں نے مختلف مصنفین سے منسوب کیا ہے۔
جیسے نصیر الدین چراغ دہلی (م ۱۷۷۷ھ) (۶۸)، خواجہ احرار (۶۹)، خواجہ باقی باللہ دہلوی
(۱۰۱۲ھ) (۷۰)، خواجہ محمد عبداللہ معروف بہ خواجہ خرد بن خواجہ باقی باللہ (م ۱۰۷۵ھ) (۷۱)، اور
خواجہ عبداللہ معروف بہ خواجہ حورا متخلص بہ مغربی (۷۲)۔

نور وحدت، طبع شیراز میں ایک عبارت جو متن کا حصہ نہیں ہے، یوں ہے:
”ذہ سالہ اسمی بہ نور وحدت، من تصنیفات حضرت قدوة المحققین و برہان
المحققین، عارف باللہ، خواجہ عبداللہ المعروف بہ خواجہ حورا، المتخلص بہ مغربی قدس
اللہ سرہ و افاض علی الطالبین فتوحہ، شب جمعہ مبارک در عرس خواجہ بہاء اللہین
المعروف بہ نقشبندی [کذا] قدس اللہ سرہ العزیز سیم ربیع الاول فی سنہ ۱۰۵۳
اتفاق افتاد و شروع اظہار این اسرار و اربع مشد۔“ (۷۳)

اس عبارت میں لفظ ”غرس“ بز صغیر کی اصطلاح ہے۔ خواجہ احرار سے اس کے انتساب کی وجہ
عبداللہ حورا (۷۴) کے نام کے ساتھ ان کی شباهت ہے ورنہ اس کا خواجہ احرار سے کوئی تعلق
نہیں ہے۔

حواشی

- ۱۔ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی کے قلمی نسخہ، شمارہ 108-1974-N. M. میں یوں ہی درج ہے لیکن البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، ایڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، شمارہ ۵۰۷ میں کاتب نے ”فقرة“ کی جگہ دائرہ بھور علامت استعمال کیا ہے۔
- ۲۔ فہرس المخطوطات الفارسیہ، دارالکتب، قاہرہ، ج ۲، ص ۳۲
- ۳۔ یہ نام طبع حیدرآباد، دکن میں ہے۔
- ۴۔ > فہرست ازبکستان <، ج ۳، شمارہ ۲۷۱
- ۵۔ ایضاً، ج ۳، ش ۲۷۲
- ۶۔ فہرس المخطوطات الفارسیہ دارالکتب قاہرہ، ج ۲، ص ۳۲ کے مصنف نے خواجہ احرار کے عہد حیات کو مد نظر رکھے بغیر تاریخ تالیف ۳ ربیع الاول ۱۱۵۵ھ تکھی ہے۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۲، ص ۱۳۰۱ میں یہی تاریخ وہاں سے نقل کی گئی ہے۔
- ۷۔ فقرات (نسخہ کراچی) ص ۲۰۹
- ۸۔ ملفوظات، بند ۳۲۶، یہ صفحہ ۸۲۸ھ میں پیش آیا۔
- ۹۔ فہرست المخطوطات الترقیہ العثمانیہ دارالکتب قومیہ مصر، ج ۱، ص ۲۳۵
- ۱۰۔ فقرات (نسخہ کراچی) ص ۹۰۴
- ۱۱۔ ایضاً ص ۵۵، ۸۳، ۱۳۷، ۱۷۱
- ۱۲۔ ایضاً ص ۱۳۷، ۱۷۵
- ۱۳۔ آغاز و انجام نسخہ کراچی سے نقل کیا گیا ہے۔
- ۱۴۔ آغاز و اختتام نسخہ کراچی، نیشنل میوزیم آف پاکستان نمبر 108-1974-N. M. سے نقل کیا گیا ہے۔
- ۱۵۔ مزید معلومات اور فقرات کے نسخوں سے متعلق مکمل راہنمائی کے لیے دیکھئے: فہرست مشتک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، ج ۳، ص ۱۷۴-۱۷۴۹: مرآة الصوف ۸۸: > استوری <، ج ۲، ص ۹۶۴
- > فہرست ازبکستان <، ج ۳، ش ۲۷۱-۲۷۲، ج ۸، ش ۳۲۰: > فہرست نسخہ ہای خطی فارسی و تاجیکی در استنجوی آسیالی، ماسکو <، ج ۱، ص ۳۰۰: > فہرست مخطوطات موزہ مولانا <، ج ۲، ص ۳۳

- ۱۶۔ دونوں نسخوں کی اہم معلومات فہرست مآخذ میں درج کی گئی ہیں۔
- ۱۷۔ فقرات، (نسخہ کراچی)، ص ۱۰۵-۱۱۵
- ۱۸۔ حامد الگار نے اپنے مقالے < تاریخ مختصر نقشبندیہ > مشمولہ < نقشبندیان >، ص ۲۱ پر ۱۳۲۷ھ میں بخارا میں چھپنے والی محمد باقر کی مقامات شاہ نقشبندیہ کے حاشیے میں شائع شدہ فقرات احرار سے استناد کیا ہے۔ جو رسالہ، مقامات شاہ نقشبندیہ کے حاشیے پر چھپا ہے وہ خوبہ احرار سے منسوب انفاس نفیسہ ہے، فقرات نہیں۔
- ۱۹۔ ”نظام“ حیدرآباد کے حکمرانوں کا لقب ہے۔ آخری نظام، میر عثمان علی خان تھا جو ۱۹۱۱ء کو تخت نشین ہوا اور ۱۹۳۸ء میں معزول ہوا۔
- ۲۰۔ نجدت طوسون، ”انتقادی مقالہ“، فکر و نظر، اسلام آباد، اپریل۔ جون ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۸
- ۲۱۔ فہرست المخطوطات الفارسیہ دارالکتب قاہرہ، ج ۱، ص ۸۹
- ۲۲۔ فہرست المخطوطات ترکیہ العثمانیہ دارالکتب قومیہ قاہرہ، ج ۱، ص ۲۳۵
- ۲۳۔ فہرست المخطوطات الفارسیہ دارالکتب قاہرہ، ج ۱، ص ۸۹؛ فہرست المخطوطات ترکیہ العثمانیہ دارالکتب قومیہ قاہرہ، ج ۱، ص ۲۳۵
- ۲۴۔ حامد الگار نے اپنے مقالے < مقدم نقشبندیوں پر ابن عربی کے اثرات >، < نثریہ تحقیقات اسلامی >، ص ۱۰ میں اس اشاعت کی طرف اشارہ کیا ہے۔
- ۲۵۔ نجات الانس، ص ۳۰۶-۳۱۲
- ۲۶۔ طریقہ خواجگان نقشبندیہ، ص ۵
- ۲۷۔ < فہرست دانشگاه تاشقند >، ص ۲۱
- ۲۸۔ والدیہ، (تاشقند)، ص ۲-۳
- ۲۹۔ ایضاً، ص ۲
- ۳۰۔ ایضاً، ص ۱۳ و ۶
- ۳۱۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۳۸۹
- ۳۲۔ اکبرنامہ، ج ۱، ص ۱۱۸
- ۳۳۔ اول و آخر کی عبارت نسخہ تاشقند سے نقل کی گئی ہے۔

۳۴۔ والدیہ کے تمام معلومہ نسخوں کا شمار بہت مشکل ہے۔ ان میں سے چند ایک کے کوائف کے لیے ملاحظہ ہو: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۲، ص ۱۳۹۷، رسالہ در معرفت: فہرست، مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، ج ۳، ص ۲۰۹۵-۲۰۹۶: فہرستوارہ کتبہای فارسی، ج ۸، ص ۱۰۶۶: استوری، ج ۲، ص ۱۹۶۳ اور اسی کتاب کا روسی ترجمہ از Yu. U. Bregel، طبع ماسکو، ۱۹۷۲ء، ج ۳، ص ۸۲۹

۳۵۔ نسخہ ۲، ۳، ۴ کے کوائف کے لیے دیکھیے: فہرست مشترک پاکستان، ج ۳، ص ۲۰۵۹

۳۶۔ فہرست دانشگاہ تاشقند، ص ۱۹

۳۷۔ بابر نامہ (ترکی)، ۳۳۶، بابر نامہ (انگریزی)، ۶۰۳، ۶۱۹، ۶۲۰: بابر کے اس اقتباس کا اردو ترجمہ بابر نامہ کے فارسی ترجمہ تجارب الملوک، ص ۲۲۷ کو سامنے رکھ کر میں نے خود کیا ہے۔ بابر نامہ کے مطبوعہ اردو تراجم دستیاب ہیں، لیکن یہ غیر معتبر ہیں۔ اس کی ایک حالیہ مثال وقائع بابر، مطبوعہ شہر بانو پیشین، کریکاڈی، اسکاٹ لینڈ، ۲۰۰۷ء ہے۔ بابر نامہ کا یہ اردو ترجمہ، عبدالرحیم خان خانان کے فارسی ترجمہ [تجارب الملوک] پر مبنی ہے اور ڈاکٹر یونس جعفری نے کیا ہے۔ اس پر حواشی اور جزئیات کا اضافہ ڈاکٹر حسن بیگ نے کیا ہے۔ ڈاکٹر جعفری نے بھٹے ترجمہ مطابق یہ اصل کیا ہو لیکن کمپوزنگ کے مرحلے میں اس کا حلیہ بالکل بگڑ چکا ہے اور شاید ہی کوئی ایسا صفحہ ہو جس کوئی غلطی نظر نہ آئے۔ جو اقتباس میں نے ترجمہ کیا ہے، اور میرا ماخذ بھی خان خانان ہی کا ترجمہ ہے، اسی اقتباس کا ایک ترجمہ شدہ ہمدان ڈاکٹر یونس جعفری، صفحہ ۳۱۰ سے ملاحظہ فرمائیں:

”چنانچہ میں نے بطور احتیاط باقی نماز کتب خانے میں آکر ادا کیں [کذا]۔“

یہ ترجمہ ہے فارسی جملے ”نماز پیشین احتیاطی رادر کتابخانہ آمدہ بعد از یک زمانی بہ تشویش گزارا۔“ کا غلط مترجم نے فقہ حنفی کے ایک اہم مسئلہ کو نظر انداز کر دیا ہے۔ بابر نے یہ کہا ہے کہ نماز جمعہ تو اس نے مسجد میں ادا کی لیکن نماز ظہر احتیاطی جو بعض احناف، نماز جمعہ کے بعد پڑھتے ہیں، اپنے کتب خانہ میں آکر ادا کی۔ باریک بینی سے دیکھا جائے تو ترجمے میں ”بعد از یک زمانی بہ تشویش“ کی کیفیت، وہی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس غلطی کو کمپوزنگ کے کھاتے میں نہیں ڈالا جاسکتا۔

ڈاکٹر یونس جعفری: ”جس طرح مصنف کا قصیدہ بردہ مقبول ہوا“

یہ ترجمہ ہے ”چنانچہ قصیدہ صاحب بردہ مقبول شد“ کا۔ ترجمے میں ”مصنف کا قصیدہ“ سے ذہن باریکی طرف جاتا ہے۔ اس سہو کو بھی بے چارے کمپوزر کی گردن پر نہیں ڈالا جاسکتا۔ ہاں سب سے برا کو سب سے برا

اور بحر مل مسدس محبوبوں کو مجنون لکھنا کمپوزنگ کی غلطی ہو سکتی ہے!

۳۸۔ بابرنامہ (ترکی)، ۳۳۶

۳۹۔ اکبرنامہ، ج ۱، ص ۱۱۸

۴۰۔ محمد فواد کوپر علی، "بابر، ظہیر الدین محمد" مشمولہ دانشنامہ جہان اسلام، بنیاد دائرۃ المعارف اسلامی، تہران،

۱۳۶۹ش/۱۹۹۰ء، ج ۱، ص ۶۱-۶۳

۴۱۔ < ادبیات ترکی >، ص ۱۷۹

۴۲۔ نجدت طوسون، "انتقادی مقالہ"، فکر و نظر، اسلام آباد، ج ۳۹، ش ۳، اپریل-جون ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۸

۴۳۔ فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ گنج بخش، ج ۲، ص ۶۷۲

۴۴۔ اس کا عکس ڈاکٹر نجدت طوسون نے مجھے فراہم کیا۔

۴۵۔ ایضاح المکنون، ج ۳، ص ۱۳۹؛ ہدیۃ العارفین، ج ۵، ص ۶۵۰

۴۶۔ معجم المولفین، ج ۶، ص ۲۳۶

۴۷۔ حورائیہ (نسخہ تاشقند)، ص ۲ میں یہ رباعی اس طرح نقل ہوئی ہے:

حورا بہ نظارۃ نگارم صف زد

رضوان ز تعجب کف خود بر کف زد

آن خال سیہ بران رخان مطرف زد

ابدال ز نیم چنگ در مصحف زد

۴۸۔ اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید، ج ۱، ص ۲۷۴-۲۷۵

۴۹۔ مقدمہ، اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید، ج ۱، ص ۲۷۵-۲۷۶

پہلے ڈاکٹر شفیع کدنی نے یہ مقدمہ لکھا تھا اور اس میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ انہوں نے مذکورہ بارہ

شرحوں کو موجود قلمی نسخوں کی بنیاد پر تدوین کیا ہے اور یہ طباعت کے لیے تیار ہیں۔ لیکن جہاں تک مجھے علم

ہے یہ مجموعہ شروع حورائییہ تا حال بہ اہتمام شفیع کدنی شایع نہیں ہوا ہے۔

۵۰۔ مجلہ دانش، اسلام آباد، شمارہ ۲، ص ۱۷۲

۵۱۔ حورائییہ کی معلوم اور نامعلوم شارحین کی شرحوں کی تفصیل مع کیفیت مخطوطات کے لیے دیکھیے: شفیع

کدنی، مقدمہ اسرار التوحید، ج ۱، ص ۱۲-۲۲؛ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۲، ص ۳۶-۱۱۳۳؛ ج ۵،

- ص ۳۳۳۸؛ فہرست مشترک پاکستان، ج ۳، ص ۲۳-۱۳۲۲؛ نسخہ ہای خطی، دفتر ۱۱ و ۱۲، ص ۵۶۹ یہاں جس شرح کو میر سید علی ہمدانی سے منسوب کیا گیا ہے وہ دراصل شاہ نعمت اللہ کرمانی کی ہے: اسماعیل حاکی، ”سیری در رسالہ ہای حورائیہ“، مجلہ دانشکدہ ادبیات و علوم انسانی دانشگاہ تہران، سال ۲۶، شمارہ ۱-۴، ص ۳۲-۳۳؛ فہرستوارہ کتابہای فارسی، ج ۷، ص ۳۱۸-۳۲۲
- ۵۲۔ سعید نفیسی نے سخنان منظوم ابوسعید ابوالخیر، ص ۱۲ کے حاشیے پر یہ مان ظاہر کیا ہے کہ بایزید بظہر سلطان اولیس جلایر کا، جس کا والد ۶۵ تا ۶۷ھ حکمران رہا تھا، چوتھا بیٹا ہے۔ لیکن میرے خیال میں وہ سلطان حسین بایقرا کا ایک امیر جلال الدین سید مزید (کذا) ہے، دیکھیے مطلع سعدین، ج ۲، ص ۱۴۰۰، ۱۴۰۳، ۱۴۱۴، ۱۴۳۰
- ۵۳۔ حورائیہ، ورق ۷۱ب-۱۸الف
- ۵۴۔ آغاز اور اختتام نسخہ تاشکند، شمارہ ۵۰۷ کے مطابق ہے۔
- ۵۵۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۲، ص ۱۱۳۳
- ۵۶۔ < فہرست دانشگاہ تاشقند >، ص ۱۹-۲۰
- ۵۷۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتاب خانہ بروس، ص ۳۲۱
- ۵۸۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۲، ص ۱۱۵۸؛ یہاں اسی رسالہ کا ایک اور نسخہ دارالکتب قاجار میں اٹھایا گیا ہے، وہ دراصل والدیہ کا نسخہ ہے۔
- ۵۹۔ تصوف برصغیر میں، ضمیر، ص ۳۷
- ۶۰۔ ایضاح المکنون، ص ۱۴۹
- ۶۱۔ تاریخ نظم و نثر در ایران، ج ۱، ص ۲۶۳
- ۶۲۔ انفاس نفیسیہ (طبع بخارا)، ص ۱۳-۱۵ میں تہجد کی نماز کی رکعتوں کے بیان میں یہ حوالہ موجود ہے ”چنانچہ امام ربانی در مکتوبات این چنین قرار دادہ اند“ لیکن طبع دہلی میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔
- ۶۳۔ پاس انفاس کے لیے دیکھیے: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی موزہ ملی پاکستان کراچی، ص ۹۷۰
- ۶۴۔ کتابخانہ ہای پاکستان، ج ۱، ص ۱۴۵؛ فہرست مشتک پاکستان، ج ۳، ص ۱۴۶۸
- ۶۵۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی موزہ ملی پاکستان کراچی، ص ۲۴۶
- ۶۶۔ مقدمہ مصحح، الجانب الغربی فی حل مشکلات الشیخ محی الدین ابن عربی، ص ۱۵؛ مزید حیرت انگیز امر یہ ہے

کہ مائل ہروی نے لکھا ہے کہ اس شرح کے کچھ اور نسخے بھی پاکستانی کتب خانوں میں موجود ہیں! اور چند فہرستوں کا حوالہ دیا ہے۔ درحقیقت محولہ فہرستوں میں فقرات کا تعارف ہوا ہے نہ کہ شرح اشعار فصوص الحکم کا۔ حامد الگار نے بھی مائل ہروی کے اسی بیان کے حوالے سے اپنے مضمون > متقدم نقشبندیوں پر ابن عربی کے اثرات <، ص ۹ میں اس شرح کو خواجہ احرار کی تصنیف قرار دیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

۶۷۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانہ ہمدرد کراچی، ص ۱۲۷

۶۸۔ فہرست مشترک پاکستان، ج ۳، ص ۲۰۸۲

۶۹۔ نسخہ ہای خطی، دفتر ۹، ص ۱۷۸؛ دفتر ۱۱، ص ۱۲۱؛ دفتر ۱۲، ص ۹۲۷؛ فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ ملی ملک، ج ۵، ص ۳۵۱

۷۰۔ فہرست مشترک پاکستان، ج ۳، ص ۲۰۸۳-۲۰۸۲

۷۱۔ ایضاً

۷۲۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، ج ۲، ص ۱۲۷۲، نور وحدت کے ایرانی ایڈیشن میں مصنف کا نام خواجہ عبداللہ

حورامغربی اور ہندوستانی ایڈیشن میں خواجہ عبداللہ معروف بہ خواجہ خرد آیا ہے۔ دیکھیے: مجموعہ رسائل

عوارف المعارف، از آثار عرفای نامی، انتشارات کتابخانہ احمدی، شیراز، ۱۳۶۳ ش، ص ۸۲-۱۰۳؛

نور وحدت، طبع لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ

۷۳۔ نور وحدت (طبع شیراز)، ص ۸۲

۷۴۔ ریاض العارفین، ص ۲۱۳ کے مصنف نے لکھا ہے کہ ”شیخ مغربی نام کے بہت سے لوگ گذرے

ہیں۔“ ان میں سے معروف ترین ہمنام محمد شیرین مغربی تبریزی (م ۸۰۹ھ) ہیں جن کے حالات

نفحات الانس، ص ۶۱۰ پر موجود ہیں۔

ملفوظات و مکتوباتِ خواجہ احرار

ملفوظاتِ خواجہ احرار کے مجموعے

خواجہ احرار کے ملفوظات کے دو مجموعے مرتب ہوئے ہیں۔

پہلا مجموعہ ملفوظات

میر عبدالاول نیشاپوری نے، جن کے حالات پہلے گزر چکے ہیں، خواجہ احرار کے ملفوظات کا جو مجموعہ جمع اور قلم بند کیا ہے، قدیم مآخذ میں اس کے مختلف نام ملتے ہیں، جیسے مسموعات میر عبدالاول، کلمات قدسیہ، جمع میر عبدالاول، جمیع میر عبدالاول اور ملفوظات احرار۔^(۱) ان ملفوظات کی کوئی متعین ترتیب نہیں ہے یعنی نہ تو تاریخ (مجالس) وار مرتب ہوئے ہیں اور نہ ہی موضوع وار۔ قطعیت کے ساتھ یہ تعین کرنا بھی مشکل ہے کہ جامع نے کس تاریخ سے ملفوظات لکھنا شروع کیے؟ صرف چند ایک ملفوظات کے صادر ہونے کی تاریخ کی طرف جامع نے اشارہ کیا ہے۔^(۲) اس میں قدیم ترین تاریخ ۸۷۰ھ ہے۔^(۳) چونکہ اس مجموعہ میں خواجہ احرار کی وفات کا واقعہ بھی درج ہوا ہے^(۴) اس لیے یقیناً یہ ملفوظات، خواجہ احرار کی زندگی کے کم از کم آخری پچیس سالوں سے متعلق ہیں اور ان کی ترتیب و تدوین ان کی وفات کے بعد ہی عمل میں آئی۔

جیسا کہ مشائخ کی مجالس کا اسلوب ہوتا ہے، ان میں ہر موضوع پر بات ہوتی ہے اور ملفوظات جمع کرنے والا ان تمام باتوں کو قلم بند کر لیتا ہے، خواجہ احرار کی مجالس کا بھی یہی عالم تھا اور ان میں ہر موضوع پر بات ہوتی تھی اور جامع نے یہ سب کچھ جمع اور تحریر کر لیا ہے۔ اس طرح یہ مجموعہ دینی، روحانی، معاشرتی، تاریخی اور تہذیبی موضوعات پر خواجہ احرار کے بیانات اور اقوال کے باعث بہت اہم بن گیا ہے۔ بالخصوص خواجہ احرار کی اپنی زندگی کے واقعات، افکار، کردار، معاصر بزرگوں اور سلاطین کے ساتھ تعلقات اور ماوراء النہر کی سیاسی اور معاشرتی بساط پر ان کے

کردار پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔

اس مجموعہ میں خواجہ احرار کی زبان سے ان کے بعض معاصر مشائخ و علما کے بارے میں جو قیمتی معلومات درج ہوئی ہیں وہ کسی اور کتاب میں نہیں ملتیں۔

خواجہ احرار جب طلب معرفت میں ہرات پہنچے تو اس وقت وہاں زندہ مشائخ میں بہاء الدین عمر اور زین الدین خوانی ممتاز تھے۔ خواجہ احرار بالخصوص شیخ بہاء الدین عمر کی مجلس میں متواتر جاتے تھے بلکہ ان کا جسم بھی دباتے تھے (یہ مفہوم ”مٹھی بھرنا“ کہہ کر زیادہ بلیغ طور پر ادا ہوتا ہے)، لیکن ان کے بارے میں ایک نئی تلی راے بھی رکھتے تھے، فرماتے ہیں:

”شیخ بہاء الدین عمر کبھی ظلم مٹانے اور شریعت کی ترویج کے لیے میرزا شاہرخ کے ہاں نہیں گئے۔ انھیں چاہیے تھا کہ شریعت نبوی کی ذمہ داری اپنے سر لیتے اور پورے آداب کے ساتھ میرزا شاہرخ اور دیگر امرا کے پاس جاتے۔ ایسا کھونے میں کیا بے عزتی ہے؟ عزت و آبرو تو شریعت کی تعظیم و احترام میں ہے۔ شیخ زین الدین کا بھی یہی حال تھا، وہ بھی نہیں جاتے تھے۔ اگر کبھی کوئی کام ہوتا تو بدھ کے دن۔ میرزا شاہرخ کے خواجہ ابوالولید کے مزار پر آنے کا مقررہ دن۔ صبح صبح مزار پر پہنچ جاتے۔ نماز فجر وہیں ادا کرتے اور جو بات ہوتی شاہرخ سے کہہ دیتے۔ لیکن کبھی یہ معلوم نہ ہو سکا کیا شیخ کا وہاں جانا، ظلم کے خلاف آواز اٹھانے اور کسی غیر شرعی کام کا قلع و قمع کرنے کے لیے تھا، اور نہ ہی بعد میں پتا چلتا کہ شیخ نے شاہرخ سے جو کام کہا ہے آیا وہ مکمل طور پر انجام پایا؟ شیخ بہاء الدین عمر اپنے ایک ایسے کارندے کو کام کروانے کے لیے امرا کے پاس بھیجتے، جو اس کام کے لیے قطعاً موزوں نہیں تھا اور نہ ہی آداب سے واقف تھا۔ وہ ہرات کے بازاروں اور کوچوں میں اپنا گھوڑا تیز تیز دوڑاتا۔ لوگ اسے ”شیخ کا اپیلچی“ کہتے تھے۔ لوگوں کے کام کروانے یہ شخص جاتا تھا، شیخ خود نہیں جاتے تھے۔“ (۵)

اس مجموعہ میں معاصر مشائخ کے بارے میں معلومات کے قیمتی ہونے کا اندازہ مندرجہ ذیل ملفوظ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں خواجہ احرار نے تین ہم عصر ”عمر“ نامی مشائخ طریقت کا ذکر کیا ہے۔

”یہ تین بزرگ ایک ہی زمانے میں گذرے ہیں: حضرت شیخ بہاء الدین عمر ہرات میں، شیخ حافظ عمر درد یہ میں اور شیخ حاجی عمر لورستانی شیراز میں، شیخ بشر شیخ حاجی عمر کے مرید تھے۔ شیخ حاجی عمر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے شہر میں جب کبھی خانہ بدوش (لوی) آتے تو وہ ان کا استقبال کرتے اور انہیں بہت نوازتے اور فرماتے: یہ لوگ اپنی فقیری اور بے تکلفی کی وجہ سے اپنے گدھے اور بوجھ سمیت بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔“ (۶)

بظاہر اس سیدھے سادے ملفوظ میں، ایک نہایت اہم تاریخی اطلاع پوشیدہ ہے اور وہ شیخ حاجی عمر لورستانی کا ذکر ہے۔ میں جب ملفوظات احرار پر کام کر رہا تھا اور اس ملفوظ پر تعلقہ لکھا (احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار، ص ۴۲۵) تو بہاء الدین عمر ہرات والے اور شیخ حافظ عمر درد یہ والے تو شناخت ہو گئے، لیکن حاجی عمر لورستانی کے بارے میں میں نے خاموشی اختیار کی، کیوں کہ ان کا ذکر نہ کہیں سنا تھا، نہ پڑھا تھا۔ بعد میں مجھے ان کے حالات پر شمس الدین محمد بن بدر الدین سلیمان کی کتاب معدن الدرر فی سیرۃ الشیخ حاجی عمر (تصنیف ۸۶۹ھ/۱۴۶۳ء) کا قلمی نسخہ استنبول سے مل گیا۔ (۷) جس سے معلوم ہوا کہ حاجی ناصر الدین عمر (۷۱۳ یا ۷۲۳-۸۲۶ھ) سلسلہ مرشد یہ (منسوب بہ شیخ المرشد ابو اسحاق کازرونی) سے وابستہ تھے۔ اپنے وطن لرستان سے شیراز آ گئے تھے اور یہاں دوازہ موردستان میں خانقاہ بنوائی جہاں بعد میں خود بھی دفن ہوئے۔ وہ اپنے وقت کے بااثر شیخ طریقت تھے۔ دربار وقت میں بھی رسوخ تھا۔ لیکن کسی ایرانی مورخ یا تذکرہ نویس نے ان کا نام تک نہیں لیا۔ خواجہ احرار کا مذکورہ ملفوظ، معدن الدرر کے بعد واحد معاصر شہادت ہے جس میں حاجی عمر لورستانی اور ان کے ایک مرید کا نام لیا گیا ہے اور ان کی سیرت کا ایک پہلو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ حاجی عمر، شاہرخ کی وفات (۸۰۷ھ) کے بعد اس کی جانشینی کے سلسلے میں خراسان (ہرات) گئے تھے، ممکن ہے اس شیخ حاجی عمر کے حالات کی بازگشت اس وقت تک ہرات میں سنائی دیتی ہو جب خواجہ احرار ہرات اور خراسان میں مقیم تھے۔

اس مجموعہ ملفوظات کے دل چسپ ترین حصے وہی ہیں جہاں خواجہ احرار نے بڑی صراحت اور بے باکی سے اپنی اور اپنے ہم عصر معاشرے کی تصویر کھینچی ہے۔ مثلاً:

”فرماتے تھے کہ اوائل سیر و سیاحت میں، سردیوں کے موسم میں، ایک بار مولانا

مسافر کے ساتھ، شاہزیہ میں تھے۔ وہاں ہم جس گھر میں رہتے تھے اس کا دروازہ گلی میں کھلتا تھا اور گھر کا صحن، گلی سے بہت نیچے تھا۔ بارش ہوتی تو سارا پانی اور کیچڑ اندر آ جاتا۔ میں سحر کے وقت مسجد چلا جاتا اور نماز وہاں پڑھتا۔ اکثر راتوں کو وہاں ایسے لوگ جمع ہوتے جو اپنی بیویوں سے لڑ جھگڑ کر مسجد چلے آیا کرتے اور ایک دوسرے سے اپنا دکھڑا بیان کرتے اور میں سنتا رہتا۔ ان سردیوں میں میرے کپڑے بہت تنگ تھے اور میرا نچلا دھڑبالکل گرم نہیں ہوتا تھا۔“ (۸)

اس ملفوظ میں کئی نکتے پوشیدہ ہیں، ایک تو منظر کشی، دوسرا اپنی عورتوں سے خفا ہونے والے شوہروں کی عادت، تیسرا خود خواجہ احرار کی اپنی حالت۔

”فرماتے تھے، ایک دن بازارِ مسگران کے نزدیک ایک مسجد میں نماز پڑھی۔ جب باہر نکلا تو میرا جوٹا غائب تھا۔ میں کہنہ فروشوں کے بازار چلا گیا اور پانچ عدلی [سکہ رائج الوقت] کا ایک جوٹا خرید لیا اور کوئی دو ماہ تک پہنا۔ یہ بات حضرت نے اس مناسبت سے بیان فرمائی تھی کہ ۸۷۶ھ میں ایک درویش نے گھوڑے کی پیٹھ کی کھال سے تیار شدہ جوٹا خریدا تھا، اس سے پوچھا تم نے یہ جوٹا کتنے میں خریدا؟ اس نے بتایا ۲۳ دینار کا! حضرت احرار نے فرمایا: اتنے پیسوں میں تو غربا کو بہت سی دال روٹی کھلائی جاسکتی ہے۔“ (۹)

اس ملفوظ سے ضمنی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سمرقند میں مس گری کی صنعت موجود تھی اور مس گروں کا الگ بازار تھا؛ مسجد سے جوٹا چرانے کی رسم بھی تھی؛ پرانی اشیا کی خرید و فروخت کا الگ سے بازار ہوتا تھا؛ معمولی قدر کا سکہ بھی رائج تھا جس کا نام ”عدلی“ (جیسے پیسہ) تھا، گھوڑے کی پیٹھ کی کھال سے تیار کیا جانے والا جوٹا بہت قیمتی سمجھا جاتا تھا۔ اور اس ملفوظ میں پوشیدہ خواجہ احرار کے اخلاق کا پہلو یہ ہے کہ آپ فضول خرچی پسند نہ کرتے اور فضول خرچی کرنے والوں پر اعتراض کرتے اور غریبوں سے ہمدلی رکھتے۔

ان ملفوظات میں جا بجا ہم عصر تاریخ کے حوالے بھی ملتے ہیں۔ تعلق تیمور کے زمانے میں

خوارزم کا محاصرہ^(۱۰) سلطان محمود میرزا کا محاصرے کی غرض سمرقند آنا،^(۱۱) باغیوں کا حملہ اور سمرقند کا محاصرہ،^(۱۲) تخمناق کی طرف سے بخارا کا محاصرہ اور قتل عام،^(۱۳) ماوراء النہر میں حاکم بلخ احمد مشتاق کی لوٹ مار^(۱۴) وغیرہ ایسے کئی معاصر واقعات کا ذکر ہوا ہے۔

دین و تصوف کے معارف اپنی جگہ پر ہیں جو دراصل ملفوظات کا بنیادی موضوع ہے۔ میر عبدالاول کے جمع کردہ ملفوظات احرار قدیم ایام سے متداول رہے ہیں۔ مولانا محمد قاضی سمرقندی نے سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین کی فصل دوم میں خواجہ احرار کے جو ملفوظات درج کیے ہیں، ان کا ماخذ میر عبدالاول کا یہی مجموعہ ہے۔ کاشفی نے بھی رشحات عین الحیات میں اسی مجموعے سے استفادہ کیا ہے۔

اس مجموعہ ملفوظات کے قلمی نسخے عام ملتے ہیں۔ میں نے اسے پانچ قلمی نسخوں کی مدد سے تصحیح کیا اور اپنی کتاب احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار میں (صفحات ۲۹۸ تا ۳۹۳) شامل کیا۔ اس مجموعہ کی تدوین و تصحیح کی مزید تفصیلات اور فنی معلومات وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

اس مجموعے کا ایک غیر محقق ایڈیشن مسموعات قاضی محمد زاہد از عبید اللہ احرار قدس سرہما کے نام سے، مکتبہ حقیقت (Hakikat Kitabevi)، استنبول سے ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔

دوسرا مجموعہ ملفوظات

خواجہ احرار کے ملفوظات کا دوسرا مجموعہ جو متداول نہیں رہا، ملا محمد امین کرکی کا جمع کردہ ہے۔ ہم جامع ملفوظات کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ ملا محمد امین کرکی کا نام اس مجموعہ کی ایک تلخیص (نسخہ پھلواری شریف) کے مقدمہ میں آیا ہے۔ خواجہ احرار کے مریدوں میں محمد امین نام کے دو افراد ملتے ہیں، ایک کی نسبت بلغاری تھی اور یہ ۸۹۷-۹۰۲ھ کے درمیان فوت ہوئے؛ دوسرے کی نسبت کا ذکر نہیں ہوا۔

اس مجموعہ ملفوظات کی نوعیت بلحاظ مضامین، میر عبدالاول کے مسموعات جیسی ہے۔ لیکن یہ حجم میں اس سے بہت کم ہے۔

اس مجموعہ ملفوظات کا واحد معلوم نسخہ پروفیسر مولوی محمد شفیع کے ذاتی ذخیرہ کتب، لاہور (نمبر ۱۵/۳۱) میں ایک ایسے مجموعہ رسائل میں تھا، جس میں ورق ۲۳۳ تا ۲۳۴ ملفوظات احرار جمع

کردہ میر عبدالاول اور ورق ۲۳۵ تا ۲۷۷ یہ مجموعہ ہے۔ اب یہ نسخہ نیشنل لائبریری آف پاکستان، اسلام آباد میں منتقل ہو چکا ہے۔ میں نے اسی نسخے کی بنیاد پر اس کی تصحیح کی اور اپنی کتاب احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار (صفحات ۲۹۷ تا ۵۴۰) میں شامل کیا۔ اس مجموعہ کی ایک تلخیص قلمی صورت میں خانقاہ پھلواری شریف (بہار، ہندوستان) میں موجود ہے۔ میں نے اپنے ایڈیشن میں اس تلخیص سے بھی تقابل کیا ہے۔

خواجہ احرار کے مکتوبات اور رقعات کے متفرق مجموعے

خواجہ احرار کی مکتوب نگاری پر ہمیں کئی معاصر شہادتیں دستیاب ہیں۔ امیر علی شیر نوائی (۸۴۱ یا ۸۴۲-۹۰۶ھ) لکھتے ہیں کہ خواجہ احرار اپنے رقعات سے مجھے نوازتے تھے اور مجھے لوگوں کے مسائل حل کرنے کا حکم دیتے تھے۔ میں نے یہ تمام رقعات آرائش و زیبائش کے ساتھ ایک جلد میں بند ہوا دیے ہیں اور انھیں بطور تبرک محفوظ کر لیا ہے۔ (۱۵)

فخر الدین علی کاشفی (۸۶۷-۹۳۹ھ) لکھتے ہیں:

”جب حضرت ایشان (یعنی احرار ۸۵۵ھ میں) سلطان ابوسعید کی درخواست پر تاشقند سے سمرقند منتقل ہو گئے تو اپنے سارے دنیاوی معاملات مولانا خواجہ علی کے ذمے لگا دیے اور زمام امور ان کے ہاتھ دے دی۔ مولانا کا ان معاملات میں عمل دخل اس حد تک بڑھ گیا کہ کوئی دن ایسا نہ جاتا کہ وہ حضرت ایشان (احرار) کی طرف سے بیس بیس رقعے بادشاہوں، امرا اور ارباب اختیار کو لکھتے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ مولانا کے رقعہ کے مضمون سے سرتابی کرے اور حکم بجالانے میں غفلت برتے۔“ (۱۶)

مولانا کاشفی، خواجہ احرار اور مولانا جامی کے درمیان مراسلت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”حضرت مخدوم (جامی) اور حضرت ایشان (احرار) کی آپس میں چار ملاقاتیں ہوئیں۔ ان ملاقاتوں سے پہلے اور بعد میں بھی، دونوں حضرات کے درمیان بہت زیادہ مراسلہ و مکاتبہ نگاری رہی ہے۔“ (۱۷)

نوائی کی تیار کردہ یہ جلد، مرقع نوائی / Navai Album کے نام سے مشہور ہے اور اس وقت البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند (نمبر 2178) میں رکھی ہے۔ اس میں ماوراء النہر اور خراسان کے ۱۶ معاصر مشائخ کے ۵۹۴ خطوط

اصل حالت میں محفوظ ہیں۔ ان اکابر کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ عبدالرحمان جامی، ۳۳۷ خطوط؛
- ۲۔ خواجہ عبید اللہ احرار، ۱۲۸ خطوط؛
- ۳۔ محمد بن امین الدین، ۳۳۲ خطوط؛
- ۴۔ میر عبدالاول نیشاپوری، ۲۷ خطوط؛
- ۵۔ خواجہ علی تاشقندی، خواجہ احرار کے مرید، ۲۲ خطوط؛
- ۶۔ مولانا قاسم فرکتی، خواجہ احرار کے محبوب مرید، ۴ خطوط اپنے، ۴ خطوط خواجہ علی کے ساتھ مشترکہ، ۱۲ خطوط میر عبدالاول کے ساتھ مشترکہ؛
- ۷۔ مجدد کانی (م ۸۹۱ھ)، خواجہ احرار ان سے ۸۶۶ھ میں سمرقند میں ملے تھے، ۵ خطوط؛
- ۸۔ خواجہ محمد مکی (مقتول ۹۰۶ھ)، خواجہ احرار کے فرزند خرد، ۶ خطوط؛
- ۹۔ خواجہ محمد عبداللہ (م ۹۰۸ھ)، خواجہ احرار کے فرزند کلان، ۳ خطوط؛
- ۱۰۔ خواجہ محمد بن حسن بن علاء اللعطار، ۳ خطوط؛
- ۱۱۔ ابوسعید اوبہی، خواجہ احرار کے مرید، ۳ خطوط؛
- ۱۲۔ سعد الدین (غالباً کاشغری، وفات ۸۶۰ھ)، ۲ خطوط، سلطان ابوسعید کے نام؛
- ۱۳۔ محمد بن عبدالملک، اخط؛
- ۱۴۔ تقی الدین محمد کرمانی، خواجہ محمد عبداللہ فرزند کلان احرار کے شہر، اخط؛
- ۱۵۔ صوفی علی خراسانی، شیخ زین الدین خوانی کے مرید، اخط؛
- ۱۶۔ محمد خواجہ، اخط

اس مجموعہ میں مولانا جامی کے خطوط، علیحدہ عکسی صورت میں روسی ترجمے کے ساتھ ۱۹۸۲ء میں باہتمام ڈاکٹر عصام الدین اورن بائیف تاشقند سے شائع ہوئے تھے۔ بقیہ پندرہ اکابر کے ۲۵۷ خطوط کی اشاعت باہتمام ڈاکٹر عصام الدین اورن بائیف و پروفیسر جو۔ این گروس ہالینڈ سے انجام پائی۔ اس کے کوائف حسب ذیل ہیں:

The Letters of Khwaja 'Ubayd Allah Ahrar and his associates/by Jo-Ann Gross and Asom Urunbaev,

Published in cooperation with the Al-Beruni Institute of
Oriental Studies of the Academy of Sciences of the
Uzbekistan.-Leiden; Boston;Köln;Brill,2002,
xvi+469pp.+illustrations.ISBN 90-04-12603-1.

اس اشاعت کے مندرجات کی ترتیب اس طرح ہے:

پہلا حصہ: تین مقالات پر مشتمل ہے؛

(الف) نقشبندیہ اور خواجہ عبید اللہ احرار، بقلم جو۔ این گروس؛

(ب) مجموعہ خطوط ماوراء النہر اور خراسان میں آخری تیموری دور کی تاریخ کے مأخذ کے

طور پر، بقلم جو۔ این گروس؛

(ج) مجموعہ خطوط کے قلمی نسخہ اور مکتوب نویسوں کا تعارف، بقلم عصام الدین اورن بائیف،

ترجمہ و تدوین جو۔ این گروس؛

دوسرا حصہ: خطوط کا انگریزی ترجمہ بقلم جو۔ این گروس اور فارسی نقل (بہ قرائت عصام الدین

اورن بائیف)

اس کے بعد ضمیمے ہیں:

(الف) اشاریے (رومن حروف میں)

(ب) اشارے (فارسی حروف میں)

(ج) مجموعہ خطوط کی عکسی اشاعت، خواجہ احرار کے مزار اور سمرقند، تاشقند اور ہرات کی دیگر

متعلقہ عمارتوں کی تصاویر۔

جیسا کہ ذکر ہوا، ہالینڈ کی اشاعت^(۱۸) میں خواجہ احرار کے ۱۲۸ خطوط شامل ہیں جو زیادہ تر

امیر علی شیر نوائی کے نام ہیں۔ خواجہ احرار کے دیگر اکابر اور متعلقین کے نام بھی خطوط دستیاب ہیں جنہیں

میں نے مختلف قلمی اور مطبوعہ مأخذ کی مدد سے یک جا کیا اور احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ

احرار میں (صفحات ۵۴۱-۵۷۲) شامل کیا۔ یہ کل ۳۲ خطوط ہیں، ان میں سے ۱۴ خطوط سلطان ابوسعید

کے نام ہیں۔ دیگر مکتوب الہیم میں سلطان احمد میرزا، مولانا جامی، میر عبدالاول، محمد قاضی سمرقندی،

مولانا زاہد اتراری مولانا محمد عبداللہ، خواجہ محی الدین عبدالحق، اور کچھ نامعلوم افراد شامل ہیں۔

خواجہ احرار نے سلطان ابوسعید کو جو خطوط لکھے تھے وہ بعض کاتبوں نے الگ رسالہ کی صورت میں کتابت کر دیے ہیں، چنانچہ ایک ایسا ہی مجموعہ کتب خانہ سلیمانیہ، استنبول (ذخیرہ اسعد افندی، شمارہ 1688، ورق ۱۲۱ اب۔ ۱۱۲۸ الف) میں موجود ہے جسے میں نے احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار میں شامل کیا ہے۔ دیگر کتب خانوں میں بھی رقعات یا مکتوبات احرار کے نام سے کچھ قلمی مجموعے ہنوز تحقیق طلب ہیں، جن کا ذکر میں نے احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار (صفحہ ۵۴۴) میں کیا ہے۔

حواشی

- ۱۔ رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۳۶۱؛ تاریخ رشیدی، ص ۲۹۷: نسب نامہ احرار، ص ۱۱۱، ۱۳۷؛ مقدمہ رقصات احرار (استنبول)، ص ۱، ملفوظات، نسخہ کدوۃ العلم لکھنؤ، ورق اول
- ۲۔ احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار، ص ۱۰۲ میں ان تمام تاریخوں کو ترتیب وار بیان کیا گیا ہے۔
- ۳۔ ملفوظات، بند ۲۸۲
- ۴۔ ایضاً، بند ۷۴۲
- ۵۔ ایضاً، بند ۴۱۶
- ۶۔ ایضاً، بند ۲۵۹-۲۶۰
- ۷۔ اس کتاب کے مصنف صاحب سیرت کے بھتیجے ہیں۔ میں نے سے ذرا کئی معین نظمی کے تعاون سے مرتب کر کے شائع کیا (تہران، نشر کارزونیہ، ۲۰۰۲ء)۔
- ۸۔ ملفوظات، بند ۷۱۹
- ۹۔ ایضاً، بند ۷۲۸
- ۱۰۔ ایضاً، بند ۳۳۷
- ۱۱۔ ایضاً، بند ۳۲۱
- ۱۲۔ ایضاً، بند ۳۳۶
- ۱۳۔ ایضاً، بند ۳۰۴
- ۱۴۔ ایضاً، بند ۶۶۷
- ۱۵۔ نسیم الحکیمہ من شایم الفتوۃ، ص ۲۵۷
- ۱۶۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۶۳۳-۶۳۴
- ۱۷۔ ایضاً، ج ۲، ۲۳۷-۲۳۸
- ۱۸۔ اس اشاعت پر تبصرے کے لیے دیکھیں: عارف نوشاہی، "نامہ ہای خواجہ عبید اللہ احرار و بستگان افاضیہ" میراث، تہران، دورہ جدید، سال دوم، شمارہ دوم، تابستان ۱۳۸۳ (مسلطہ شمارہ ۲۵)، ص ۱۰۹-۱۲۴

ملفوظاتِ خواجہ احرار
(انتخاب)

خ ج ص ر :

”بزرگوں کی خدمت سے مجھے دو چیزیں عطا ہوئیں: ایک یہ کہ جو کچھ لکھوں، اس میں نیا پن ہو، دوسرا جو کچھ کہوں، پسندیدہ ہو۔“ (۱)

درویشی

فرماتے تھے، ”درویشی“ کی تعریف وہی ہے جو پیر ہرات — خواجہ عبداللہ انصاری — نے فرمائی ہے:

”چھنی ہوئی خاک اور اس پر پانی چھڑکا ہوا۔ جس پر چلتے ہوئے نہ تلووں کو مٹی

لگے نہ پاؤں کو درد ہو۔“

درویشی کا خلاصہ یہ ہے کہ درویش سب کا بوجھ ہے لیکن اپنا بوجھ کسی پر بوجھ نہ ڈالے، نہ ظاہری طور پر، نہ باطن طور پر۔ (۲)

فقیر کی تعریف

مشائخ طریقت کا قول ہے، ”الْفَقِيرُ يَحْتَاجُ إِلَى كُلِّ شَيْءٍ.“

مطلب یہ کہ فقیر اسے کہتے ہیں جس کی تمام ضروریات پوری ہو چکی ہوں اور اسے سوائے ”وجہ باقی“ [اللہ تعالیٰ] کے اور کچھ مطلوب نہ ہو۔ اس لیے کہ کائنات کی ہر چیز وجہ باقی کا آئینہ اور مظہر ہے۔ فقیر، حسب ضرورت اور بے حد شوق سے ہر چیز کا محتاج اور محبت ہوتا ہے اور تمام موجودات سے اپنا مقصود حاصل کرتا ہے۔ (۳)

ذکر کلمہ ”لا الہ الا اللہ“

کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ کے بارے میں فرماتے تھے کہ: بعض اکابر نے ”لا الہ الا اللہ“ کے ذکر کو ”ذکر عام“ کہا ہے اور ذکر اللہ کو ”ذکر خاص“ اور ذکر ”ہو کو“ ”ذکر خاص الخ“ کہا ہے۔ حالانکہ ”لا الہ الا اللہ“ کا ذکر، ”ذکر خاص الخ“ ہو سکتا ہے، اس لیے کہ حق سبحانہ کی

تجلیات کی کوئی حد نہیں ہے اور اس صورت میں ہرگز تکرار کا تصور نہیں لایا جاسکتا۔ ذاکر ہر آن ایک صفت کی نفی کرتا ہے اور دوسری کا اثبات۔ اس صورت میں وہ ابدالابدین نفی و اثبات سے چھٹکارا نہیں پاسکتا۔ (۴)

ذکر اور عبادات کا مقصد

ذکر اور دیگر عبادات کا مقصد، پیاس پیدا کرنا ہے۔ جسے یہ شرف نقد حاصل نہ ہوا، اس کا اجر سارے کا سارا موجد ہے۔ (۵)

نسبت کی اہمیت

غیر سے دھیان ہٹانے کے وقت کے کئی درجات ہیں، بعض دوسرے سے اعلیٰ و ارفع ہیں۔ سیر فی اللہ کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ تمام عبادات کا مقصد حصول نسبت ہے۔ مریدوں کو مخاطب ہو کر فرمایا: تم ”نسبت“ کی حفاظت کا اہتمام ہرگز نہیں کرتے ہو۔ اجنبی اور ایسے لوگوں سے بچنا جن سے کوئی ”نسبت“ نہ ہو، سب سے اہم ہے، خواہ وہ شخص کسی بھی طریقہ تصوف کا پیروکار ہو۔ بلکہ ہم صحبتوں کو چاہیے کہ اپنے طریقہ پر یک جان رہیں۔ اگر دو آدمی ہم صحبت ہوئے جن میں سے ایک نفی و اثبات کی روش پر مشغول ہو اور دوسرا باطنی شعور کے کمال کی بنا پر نفی و اثبات سے رُکا ہوا ہو تو دونوں کی صحبت ایک دوسرے کا وقت برباد کرے گی۔

حضرت بہاء الدین [نقشبند] نے اپنی مجلس شریف میں کسی عالم کو ”حضور“ اور ”آگاہی“ سے مشرف فرمایا تھا، کچھ اس طرح کہ نہ تو زبان استعمال کی اور نہ کوئی بات کی اور اسے ”نسبت“ اور ”طریقہ“ کی نگاہداشت کا پابند بھی بنا دیا۔ حضرت نقشبند نے اسے یہ نصیحت فرمائی: جب تم دیگر اصحاب کے پاس بیٹھو تو جس طرح دیگر اصحاب مشغول ہوں اور ارٹکا زتوجہ کریں، تم بھی ویسا ہی کرو، تاکہ غیر طریقہ اور غیر نسبت کے اصحاب تمہارے بارے میں جان نہ سکیں۔ فرمایا کہ تمام اکابر طریقت نے اپنے اصحاب کو غیر کی ہم نشینی اور ایسے لوگوں کی مصاحبت سے جن سے ہم نسبتی نہ ہو، منع فرمایا ہے۔ شیخ ابن عربی بھی اسی طریقے پر کار بند تھے اور اس امر پر انھوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔

فرمایا: نسبت کی حفاظت میں غیرت اور شجاعت اس قدر زیادہ ہونی چاہیے کہ نسبت سے

بیگانہ لوگ، اس صاحبِ نسبت کی طرف نہ آسکیں اور اس کے ساتھ ہم نشینی نہ کر سکیں۔ (۶)

صوفیہ کا قیمتی لباس پہننے کا جواز

بعض اربابِ سلوک اور اہل اللہ جو پشمی لباس اور مرضع خرقہ پہنتے ہیں اور اہل عرف و عادت کے لباس سے کنارہ کشی لازم قرار دیتے ہیں، اس میں حکمت یہ ہے کہ اہل عرف و عادت [انہیں برتر جان کر] ان کی ہم نشینی سے گریز کریں تاکہ ان کے ساتھ صحبت سے نسبت کی جمعیت مفقود نہ ہو جائے۔ (۷)

فرماتے تھے، میں نے ایک دفعہ خواجہ علاء الدین غجدوانی سے پوچھا: ”یہ بات سنی تو گئی ہے لیکن باور نہیں ہوتی کہ خواجہ بہاء الدین نقشبند بعض مریدوں کو حسن و جمال کے تقید کی ترغیب دلاتے تھے، بظاہر ایسا واقع نہیں ہوا ہوگا؟“ خواجہ غجدوانی نے فرمایا: ایسا ہی تھا۔ میں نے پھر تعجب اور بے یقینی سے پوچھا۔ انہوں نے زیادہ تاکید سے فرمایا کہ ایسا ہی تھا۔ خواجہ احرار کے بار بار تعجب کی وجہ یہ تھی کہ اس معاملے میں پورا یقین اور شرح صدر ہو جائے۔ خواجہ علاء الدین غجدوانی نے بعد میں وضاحت کی کہ بعض مریدوں کی استعداد اس درجے کی نہیں ہوتی کہ وہ اوائل سلوک میں اپنے علاقے ختم کر کے، معنویت کی طرف مصروف ہو سکیں۔ خواجہ نقشبند ایسے مریدوں کے علاقے چھڑوانے کے لیے کسی حسن کی طرف متوجہ کرتے تھے اور ترغیب دیتے تھے۔ جب مرید کی طبیعت اُن علاقے سے چھوٹ جاتی تو تھوڑی سی توجہ سے اس تقید سے آگے گزار دیتے اور اصل مقصود پر لگا دیتے۔ خواجہ احرار نے اس مناسبت سے فرمایا: المجاز قنطرة الحقیقة۔

شعر

غازی بہ دست پور خود شمشیر چو بین می دد تا او بان اُستا شود، شمشیر گیر در غزا
عشقی کہ با انسان بود شمشیر چو بین آن بود چون عشق با رحمان فتد شمشیر گردد زابتلا

(ترجمہ: غازی اپنے بیٹے کے ہاتھ میں پہلے لکڑی کی تلوار تھماتا ہے تاکہ وہ اس کے ساتھ ماہر، استاد ہو جائے اور جنگ میں تلوار پکڑ سکے۔ کسی انسان کے ساتھ عشق، لکڑی کی وہی تلوار ہے۔ جب رحمان کے ساتھ عشق ہوتا ہے تو انسان مشکلات سے نہیں گھبراتا)۔ (۸)

خدمت کا درجہ

فرمایا: اکابر طریقت اُسے خدمت کا حکم دیتے ہیں جس سے چاہتے ہیں کہ دنیا اس کے وجود سے معمور اور متور ہو جائے۔ اور یہ شعر پڑھا:

ہمت ترا بہ کنگرۂ کبریا کشد
آن سقفاہ را بجز این زردبان مخواہ

(ترجمہ: ہمت تجھے کبریا کے ایوان کی بلندی تک لے جاتی ہے۔ اُس چھت تک پہنچنے کے لیے سوائے اس سیڑھی (ہمت) کے اور کچھ نہ مانگ۔)

خواجہ احرار نے فرمایا: میرے نزدیک یہ مصرع یوں ہونا چاہیے:

”خدمت“ ترا بہ کنگرۂ کبریا کشد

فرمایا: بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ نقلی عبادتوں میں مصروف ہونا، خدمت سے بہتر ہے۔ خدمت کا ثمر، دل میں محبت اور تمکین پیدا کرتا ہے۔ ”جُبِلَتِ الْقُلُوبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهَا“ اس کو بیان کرتا ہے۔ نوافل کے ثمرات ہرگز مؤمنین کی محبت کے اثر اور نتیجہ کے برابر نہیں ہو سکتے۔ (۹)

ذکر اور توجہ

ذکر اور توجہ میں بڑے اہتمام کی ضرورت ہے۔ اوائل حال میں جب میں ذکر میں مشغول ہوا تو ذکر مجھ پر یوں غالب آ گیا تھا کہ میں بازار میں ہر آواز اور ہر بات سے ذکر ہی سنتا۔ یہاں تک کہ ہوا اور درختوں کی آواز سے بھی مجھے ذکر سنائی دیتا۔ اگر ابتدا میں اس کا اہتمام نہ کیا جائے، تو آخر میں یہ کیسے ممکن ہوگا؟

پھر بعض اصحاب کو نصیحت فرمائی اور کہا: کاموں پر توجہ دو اور کوشش کرو کہ ملکہ حاصل ہو۔ اگر کوئی طالب آئے تو جمعیت سے اسے مطمئن کرو۔ طریقہ نقشبندیہ تمام طریقوں سے افضل ہے۔ اگر تمہیں اس طریقہ میں کمال حاصل نہ ہوگا تو لوگ گمان کریں گے تمہارا میرے پاس آنا جانا اور اٹھنا بیٹھنا دنیاوی مصلحتوں کے لیے ہے۔ کیا یہ افسوس کی بات نہیں کہ آپ پر یہ الزام لگے؟ فرصت اور وقت کو غنیمت سمجھو۔ مشاغل کے ہجوم سے پہلے، جمعیت خاطر کی فرصت کو غنیمت جانو۔ (۱۰)

جذبہ کی اہمیت

اکابر طریقت، مریدوں اور مبتدیوں کو اپنا اخلاق بنانے سنوارنے کا حکم نہیں دیتے تھے بلکہ ایسے کام کے لیے کہتے تھے جس کی وجہ سے دل بادشاہ جذبہ کا مقام بن جائے۔ جب دل مقام جذبہ بن گیا تو دیگر سعادتیں، اسی کی برکت اور وجہ سے بطریق احسن میسر ہو جاتی ہیں۔^(۱۱)

ارشاد اور تکمیل کی شرطیں

فرمایا: ارشاد اور تکمیل کی دو شرطیں ہیں، پہلی شرط علم اور اعمال مقربہ پر یقین، دوسری شرط اس مقام تک پہنچنا جہاں شہود آگاہی کے آگے ظاہری اعمال اور مصروفیت رکاوٹ نہ بنیں۔ جب کوئی اس مقام تک پہنچ جائے تو اسے ”بالغ“ سمجھا جاتا ہے اور صاحب استعداد مریدوں کی تکمیل کا فریضہ اسے سونپا جاتا ہے۔^(۱۲)

مرید اور غیر مرید کی تہذیب و تکمیل کا طریقہ

فرماتے تھے، اکابر طریقت نے فرمایا ہے، اگر کسی مرید سے ایسا قول اور فعل سرزد ہو جائے جس میں نودرجے صحیح ہونے کا اور ایک درجہ غلط ہونے کا احتمال ہو تو اسے غلط ہونے پر ہی محمول کیا جائے اور مرید کی تہذیب و تکمیل کے لیے اس کی تنبیہ اور مواخذہ کیا جائے۔ اور اگر کسی غیر (غیر مرید) سے کوئی ایسی بات ہو جائے جس میں نودرجے خطا اور ایک درجہ صحیح ہونے کا احتمال ہو تو اسے صحیح ہونے پر محمول کرنا چاہیے، ایک مومن بھائی کے تیس حسن ظن کی وجہ سے، اور اس لیے بھی کہ اس کی تہذیب و تکمیل اہم نہیں ہے اور اس کی اجنبیت مانع ہے اور زنجش، عداوت اور مالا یعنی میں مشغول ہونے کا موجب ہوگا۔^(۱۳)

برادران طریقت کا لحاظ

فرمایا: ارباب فقہ کے ہاں کام اور ہنر یہ ہے کہ اگر دیگر برادران طریقت اور اصحاب میں کوئی کوتاہی اور عیب ظاہر ہو تو اسے اپنی طرف منسوب کریں اور بھائیوں کو اس عیب سے بری قرار دیں۔ لیکن اب اصحاب طریقت پوری کوشش یہ کرتے ہیں کہ اپنی کوتاہیاں بھی دوسرے بھائیوں

کے نام لگادیں۔ (۱۴)

کسبِ رزق کی فضیلت

کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان نبی کے لیے فرشتے روزانہ بہشت سے کھانا لاتے تھے اور وہ بڑی رغبت سے تناول کرتے۔ فرشتے آپس میں ایک دوسرے سے کہتے: خدا کے نبی سے یہ بات عجیب ہے کہ کھانا اس رغبت سے کھاتے ہیں گویا اپنے ہاتھ کی کمائی سے ہو! حضرت سلیمان نے فرشتوں سے پوچھا: کیا اپنے ہاتھ سے کمایا ہوا کھانا بہشت کے کھانے سے بہتر ہے؟ فرشتوں نے کہا: بے شک بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت سلیمان نے زمبیل بانی کا پیشہ اختیار کیا اور اسی کی کمائی کھاتے۔ (۱۵)

خدمتِ خلق اور کسبِ حلال

فرماتے تھے کہ: حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی فرمایا کرتے تھے کہ: خلقِ خدا سے بوجھ کم کرنا چاہیے اور یہ سوائے کسبِ حلال کے میسر نہیں ہے۔ ”دست بہ کار و دل بہ یار“ خواجگان کا طے شدہ طریقہ ہے۔ (۱۶)

ظاہری علوم اور باطنی معارف کا فرق

علمائے ظاہر کے علوم ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح ہیں اور اربابِ باطن و کمال کے معارف و حقائق بہتے پانی کی طرح ہیں جو ابر کرم سے ان کے دل پر اترے ہوتے ہیں اور بے حد مقدس اور پاک ہیں۔ ان میں کسی تبدیلی اور ملاوٹ کا شائبہ نہیں کیا جاسکتا۔ (۱۷)

مراقبہ

مراقبہ کا مطلب، خاموشی اور کسی ایک چیز پر ارتکازِ توجہ نہیں ہے۔ مراقبہ کا مطلب خود کو ظاہری اور باطنی طور پر ناشایستہ امور سے بچانا ہے، جیسا کہ کسی بادشاہ کی صحبت میں جو بات خلاف ادب ہو، آدمی خود کو اس سے بچاتا ہے۔ (۱۸)

مرجع وقت کی ترجیحات

اگر کوئی شخص مرجع اور بار سوخ ہے اور اس کی سفارش سے غیر شرعی امور رفع ہو جاتے ہیں تو اس کا حال دو باتوں سے خالی نہیں ہے۔ یا اس کے سر میں ذکر متمکن ہوا ہے یا نہیں ہوا ہے۔ اگر وہ بالغ ہے اور اس اعلیٰ مقام تک پہنچا ہے تو اس کے لیے وقت کا فریضہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو ظلم و ستم سے بچانے کے لیے اپنا وقت صرف کرے اور اگر وہ اس مقام تک نہیں پہنچا تو دین کی حمایت اور نصرت اور مسلمانوں کی تقویت اس پر فرض ہے، نہ کہ اپنی جمعیت خاطر کی حفاظت۔ جس طرح بوقت نماز اور اس کی شرائط کی تیاری میں جمعیت خاطر کی حفاظت متروک ہے اور جمعیت کے فقدان کے باوجود نماز ترک نہیں کی جاسکتی اور نماز اہم اور اولیٰ ہے، اسی طرح موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی مدد اور نصرت، توجہ، مراقبہ اور جمعیت خاطر کے دیگر لوازم سے اہم اور اولیٰ ہے۔^(۱۹)

بزرگوں کے دیدار کی فضیلت

فرماتے تھے، اکابر کو دیکھنا بھی ایک طرح سے شرف اور فضیلت ہے۔ ایک بزرگ نے دوسرے ولی سے ملاقات کی تو راستے میں چلتے اور اٹھتے بیٹھتے وقت ان کا بے حد احترام بجالاتے۔ ولی نے بزرگ سے پوچھا: یہ احترام کس فضیلت کی وجہ سے ہے؟ فرمایا: اس لیے کہ آپ نے جنید بغدادی کو دیکھا ہے اور میں نے نہیں دیکھا ہے۔^(۲۰)

صحبت کی قضا ممکن نہیں ہے

تُرک مشائخ کے ہاں ضرب المثل ہے کہ نماز کی قضا ہے، صحبت کی قضا نہیں ہے۔ اس ”صحبت“ سے مراد یہ نہیں کہ کچھ لوگ اکٹھے ہو کر بیٹھ جائیں اور جو دل میں آیا کہہ دیا، بلکہ صحبت سے مراد یہ ہے۔ جیسا کہ بعض اکابر کے کلام میں بھی آیا ہے۔ کہ اصحابو مع اللہ۔ صحبت کا مطلب ہے اللہ کے ساتھ دائمی حضور، اور حضور و آگاہی کے حصول کے لیے ہر سانس وقف کرنا۔ جو وقت اور سانس حضور و آگاہی کے لیے صرف نہ ہو اس کا پلٹنا ممکن نہیں ہے۔ یہ آگاہی دوسری سانس کے لیے بھی شرط ہے۔ پس جو وقت ہاتھ سے نکل گیا اس کی قضا نہیں ہے۔^(۲۱)

خواجہ عبدالحق غجدوانی کا قول ہے: خلوت کا دروازہ بند کرو، صحبت کا دروازہ کھولو، پیشوائی

کادروازہ بند کرو، دوستی کادروازہ کھولو۔ (۲۲)

دوستی اور صحبت کی اہمیت

مولانا فخر الدین علی کاشفی کہتے ہیں کہ میں نے دوبار خواجہ احرار سے یہ بات سنی۔ فرمایا کہ: خواجہ عبدالخالق غجدوانی کا قول ہے: پیری کادروازہ بند کرو، دوستی کادروازہ کھولو، خلوت کادروازہ بند کرو، صحبت (مجلس) کادروازہ کھولو۔

دوسری دفعہ مثنوی کے یہ اشعار پڑھے:

حرف آموزی، طریقش فعلی است

علم آموزی، طریقش قولی است

فقر خواہی، آن بہ صحبت قائم است

نی زبانت کار می آید، نہ دست

(ترجمہ: اگر تم پیشہ سیکھنا چاہتے ہو، اس کا طریقہ عمل ہے، اگر علم سیکھنا چاہتے ہو، اس کا طریقہ قول ہے، اگر فقر چاہتے ہو تو وہ صحبت (مجلس) سے ملتا ہے۔ وہاں نہ زبان کام آتی ہے نہ ہاتھ)۔ (۲۳)

ظلم اور جبر کیوں غالب آتا ہے؟

معاشرے میں ظلم اور جبر کے غلبے کی مناسبت سے یہ حکایت بیان کی کہ کسی بزرگ کے موزے میں چوہے نے سوراخ کر دیا۔ وہ بزرگ رو پڑے۔ لوگوں نے پوچھا: حضرت آپ ایک موزے کی خاطر رورہے ہیں؟ فرمایا: نہیں، روزنا موزے کے لیے نہیں بلکہ چوہے کے غلبے کے باعث ہے۔ مجھ سے کوئی ایسا جرم سرزد ہوا ہے کہ چوہا بھی مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ (۲۴)

زراعت اور کام کرنے کی ترغیب

خواجہ احرار بعض فقرا کو زراعت اور کسب (کام) کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے: ایک ایسی جماعت جو معارف الہیہ میں قطب کے برابر ہیں اور انہیں جو معرفت حاصل ہے، اس میں کوئی کمی نہیں، وہ بھی کسب کرتے ہیں۔ ان میں اور قطب میں فرق یہ ہے کہ دنیا کی مصلحتیں قطب کی

راے اور تدبیر سے وابستہ ہیں، جب کہ دوسری جماعت کو امور دین میں کوئی دخل نہیں ہے۔ (۲۵)

ایک دوسری جگہ فرمایا: ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ لوگ اپنے طریقہ کو کسب اور زراعت میں پوشیدہ رکھیں۔ بعض لوگ کسب / پیشہ کو طریقہ میں مانع سمجھ کر اس سے باز رہتے ہیں اور گوشہ نشینی اور ترک دنیا اختیار کر لیتے ہیں۔ چونکہ ہمارا عقیدہ ایسے طریقے پر نہیں ہے، اس لیے ان اصحاب کے کام میں ترقی نہیں ہوتی۔ (۲۶)

ایک جگہ فرمایا: ہمارے دوستوں کو ان دو کاموں میں سے ایک اختیار کرنا چاہیے۔ یا رزق حلال قبول کریں اور زراعت میں مشغول ہوں اور اپنے تمام تر مشاغل کے بعد اپنے آپ کو مجتمع رکھیں جیسا کہ خانوادہ خواجگان کے فقرا کا طریقہ ہے۔ یا اپنے آپ کو بھینٹ چڑھا دیں اور ہونے نہ ہونے کا اندیشہ نہ کریں اور پوری کوشش کریں کہ اپنی مصلحت کو دوسرے کی مصلحت میں گم کر دیں تاکہ سعادت عظمیٰ — یعنی فنا فی اللہ — سے مشرف ہوں۔ (۲۷)

مجاہدوں کی آفت

جو لوگ اپنے آپ کو جس دم (سانس روکنے)، توجہ اور مراقبے کے ذریعے دوسرے مریدوں سے ممتاز کرتے، خواجہ احرار انہیں منع کرتے، تنبیہ فرماتے، اور کہتے: جن عزیزوں کو ہم نے دیکھا ہے وہ تو سرخ اور زرد ہونا نہیں جانتے تھے اور نہ ہی اپنے آپ کو سیدھا تیر بناتے تھے بلکہ اپنی نسبت چھپا کر رکھتے تھے۔ (۲۸)

فصوص الحکم

ایک شخص نے شیخ زین الدین خوانی سے، ایک واسطے سے، نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: مصر کے علما اور اکابر نے اس بات پر اتفاق کیا کہ فصوص الحکم کو جلا دیا جائے۔ اسی زمانے میں مولانا شہاب الدین سیرامی مصر آئے اور علماے مصر ان کی آمد سے باخبر ہوئے تو ان کے پاس گئے اور بتایا کہ ہم نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ اس کتاب کو جلا دیا جائے، آپ کیا فرماتے ہیں؟ مولانا شہاب الدین نے فرمایا: ہم نے یہ کتاب نہیں دیکھی لہذا کیا کہہ سکتے ہیں؟ دیکھنے کے بعد کچھ کہیں گے۔ فصوص ان کے لیے لائی گئی۔ مطالعہ کے بعد فرمایا: جو کچھ ہم نے سمجھا ہے وہ جلانے کے قابل

نہیں اور جو کچھ نہیں سمجھ سکے اس کے بارے میں کیسے کہہ دیں کہ بُرا ہے اور جلا دینا چاہیے؟ ان کی اس رائے سے نصوص الحکم کا جلایا جانا موقوف ہو گیا۔ (۲۹)

اولاد کو ادب کی نصیحت

اپنی وفات سے دو سال قبل، اپنی اولاد کو نصیحت کے طور پر فرمایا: آگے اپنی اولاد سے کہنا کہ لوگوں کے ساتھ ادب سے پیش آئیں اور اس بات پر یقین رکھیں کہ ہر شخص کے پاس دل سے حق سجانے تک پہنچنے کا کوئی راستہ اور راز ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایسے شخص کو ترک ادب کے باعث رد کرے گا تو وہ شخص خود دنیا اور آخرت میں مردود ہوگا۔

مثنوی کے یہ اشعار آپ کی زبان پر اکثر جاری رہتے:

از ادب پُر نور گشت این فلک و ز ادب معصوم و پاک آہو ملک

بی ادب خود را نہ تنہا ساخت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

کہ گہی زین قوم شوم بی ادب، اندرین عالم بینتا دست لہب

(ترجمہ: یہ آسمان ادب سے پُر نور بنا، اور ادب ہی سے فرشتے معصوم اور پاک ہوئے۔

بے ادب نے نہ صرف اپنے آپ کو خراب کیا، بلکہ اس نے تمام اطراف میں آگ لگا دی، کبھی اسی بد بخت قوم کی وجہ سے اس دنیا پر آگ برسی ہے۔) (۳۰)

اچھی بات کا احترام

فرماتے تھے، ہرات میں ملک دروازہ کے باہر ایک بوڑھا بیٹھا ٹوپیاں سیا کرتا تھا۔ میں نے اس سے ایک دو باتیں ایسی سنیں جن سے صوفیانہ مذاق کی بو آتی تھی۔ اس وجہ سے میں اس شخص کا ایسا احترام کرنے لگا کہ کبھی راستے یا بازار میں چلتے وقت اس سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھتا، صرف ان باتوں کی عزت اور احترام کے لیے۔

نیز فرماتے تھے، اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ خطا (چین) میں کوئی کافر، اس طبقے (صوفیہ) کی باتیں ٹھیک طرح سے بیان کرتا ہے تو میں وہاں بھی جاؤں گا اور اس [کافر] کی خدمت کروں گا اور اس کا احسان مندر ہوں گا۔ (۳۱)

اربابِ حکومت کو نصیحت

امرا اور اربابِ حکومت کی طرف سے شریعت کی عدم پابندی پر فرمایا: ہماری بڑی خواہش تھی کہ کارخانہ سلطنت آباد اور مضبوط ہو۔ ہم نے جتنی کوشش کی اور ہمت جتائی، ایک دن بھی یہ لوگ ہماری ہمت کے مطابق نہ چلے۔ انھیں چاہیے تھا کہ ایسی روش اپناتے کہ سب کے دل ان کی طرف راغب ہو جاتے۔ لیکن ان حکام کو مسلمانوں کا ذرہ برابر بھی غم نہیں ہوا۔ دین اور ملت کی غیرت اور عصیت کے بغیر دنیا اور آخرت مضبوط نہیں ہو سکتی۔ امیر المومنین عمرؓ نے صرف دین کی خاطر اپنے بیٹے پر ایسی حد لگائی کہ وہ حد کے دوران ہی مر گیا۔ اُس کی جان نکل چکی تھی لیکن حد کے چند ذرے ابھی باقی تھے، وہ بھی مارے گئے۔ سلطنت اور امارت حقیقت میں یہی ہے کہ خدا اور رسول کے فرمان کے مطابق چلا جائے۔ (۳۲)

”شکور“ کی تعریف

آیت وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشُّكُورُ [۱۳/۳۳] کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ”شکور“ حقیقت میں وہ ہے جو نعمت میں منعم (نعمت دینے والا) کا مشاہدہ کرے۔ امام غزالی نے فرمایا، اگر بندہ نعمت سے لذت پاتا ہے تو یہ شکر کے منافی نہیں ہے۔ بشرطے کہ وہ تلذذِ حق سے ملانے کا سبب بنے۔ (۳۳)

مصائب پر صبر اور شکر

فرماتے تھے کہ، حق سبحانہ کی طرف سے آنے والی مصیبتوں پر صابر بلکہ شاکر رہنا چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ کے ہاں ایک سے بڑھ کر ایک مصیبت ہے۔ پھر فرمایا کہ، مولانا نظام الدین علیہ الرحمہ کہا کرتے تھے کہ، دو جڑواں بھائی تھے جو ایک پیٹ سے تھے اور ان کی پیٹھ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھی۔ جب یہ بڑے ہوئے تو ہمیشہ خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ ایسی مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود تم کس بات کا شکر ادا کرتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے خدا کے ہاں اس سے بڑی مصیبتیں اور آزمائشیں بھی ہیں، ہم اس مصیبت پر شکر ادا کرتے ہیں مبادا اس سے بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔ اچانک ان دو بھائیوں میں سے

ایک مر گیا۔ تب دوسرے بھائی نے کہا، لو اب بڑی مصیبت آگئی۔ اب اگر اس مردہ کو مجھ سے کاٹ کر جدا کر دیا جائے تو میں بھی مر جاؤں گا اور اگر نہ کاٹیں تو مجھے اس وقت تک مردہ گھسیٹنا پڑے گا جب تک اس کا لاشہ گل سر نہیں جاتا اور گر نہیں جاتا۔ (۳۴)

۱۔ اس طرح کی ایک حالیہ مثال ایران کی دو جڑواں بہنیں لالہ بیونی اور لادن بیونی ہیں، وہ ۱۷ جنوری ۱۹۷۳ء کو پیدا ہوئیں تو ان کے سر جڑے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں انہوں نے ۲۹ سال خوش و خرم زندگی گزاری اور دونوں نے تہران یونیورسٹی سے قانون کی تعلیم بھی پائی۔ جب ان بہنوں اپنی اپنی خواہشات پانے کے لیے ایک دوسرے سے الگ ہونے کا فیصلہ کیا تو ۸ جولائی ۲۰۰۳ء کو سنگاپور کے ایک اسپتال میں ایک آپریشن سے وہ جانبر نہ ہو سکیں! اگر وہ اپنی پیدائشی حالت پر شاکر اور صابر رہتیں تو شاید موت سے اتنی جلدی دو چار نہ ہوتیں۔

مصائب پر شکایت اور عدم شکایت کا نظریہ

فرماتے تھے، مشرق کے صوفیہ کا نظریہ ہے کہ [کسی مصیبت پر] شکوہ کرنا دراصل صبر کے منافی ہے۔ لیکن اکثر صوفیہ کا یہ کہنا ہے کہ غیر حقی کے آگے شکوہ کرنا صبر کے منافی ہے، حق کے آگے شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں ہے۔ حضرت ایوب کا قصہ اور مناجات رَبُّهُ اِنِّیْ مَسْنِی الضُّرِّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِمِیْنَ [۸۳/۲۱] اور آیت اِنَّا وَ جَدْنُهٗ صَابِرٌ [۴۴/۳۸] دوسرے موقف کی واضح دلیل ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ آزمائش میں صبر اور خدا سے عدم شکایت مذموم ہے اور یہ تبراہی پر ایک طرح سے راسخ رہنے کے مترادف ہے۔ خدا کے حضور گڑگڑانا موجب عجز و بندگی ہے اور یہی پسندیدہ ہے۔ (۳۵)

قناعت

حدیث ”القناعة کنز لا یفنی“ (قناعت فنا نہ ہونے والا خزانہ ہے) کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: ہمارے نزدیک قناعت یہ ہے کہ جب کسی کو بھوکے کچی روٹی ملے تو بھوکے کچی روٹی طلب نہ کرے۔ اور وہ کچی روٹی بھی اس قدر کھائے کہ اس کی طاقت سے نماز پڑھنے کے لیے ہاتھ پاؤں حرکت کر سکیں۔ جو چیز ہمیشہ میسر ہو اسی کے مطابق رہنا چاہیے۔ کھانے اور پہننے

میں ایسی چیز پر قناعت کرنی چاہیے کہ اس سے کمتر کوئی اور چیز نہ ہو۔ یہ بیان کر کے خواجہ احرار نے اپنی مٹھی کھول کر فرمایا کہ جب کوئی بھوکا ہو تو اُسے اتنے [مٹھی بھر] چاول یا آنا کافی ہے۔ جس نے ایسا کیا اس نے سکھ پایا۔ اور فرماتے تھے، کوئی شخص ایسے بیابان میں سے گذر رہا ہو جہاں نہ پانی ہے، نہ آبادی، اور کسی طرح سے بھی کھانے کی امید نہیں ہے، اگر ایسے میں اس شخص کو روٹی کی فکر نہ ہو اور نہ ہی اس کے دل میں طلبِ طعام کے لیے رقت ہو، تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس شخص کو حقیقی قناعت حاصل ہے۔ (۳۶)

شکر

شکر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ شکر منعم کو دیکھنے اور اس کے وجود پر ہونا چاہیے نہ کہ نعمت کے وجود پر۔ اس لیے کہ نعمت، منعم تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ امام غزالی نے اس کی مثال یوں دی ہے کہ کسی کا محبوب بغداد میں ہے اور خود محبت مشرق میں۔ محبت کے پاس زاہد راہ نہیں اور نہ ہی سفر کا وسیلہ اور ہمیشہ آتش شوق میں جلتا رہتا ہے۔ اچانک محبوب اس کے لیے زاہد راہ، سواری اور ملاقات کے وسائل مہیا کر دیتا ہے تو محبت کا شکر انہ اس سواری اور زاہد راہ کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کی تمام کوشش محبوب کے لیے ہے اور شکر بھی محبوب کے لیے۔ (۳۷)

تکبر

حدیث ”التکبر مع المنکر صدقہ“ (منکر سے تکبر کرنا صدقہ ہے) کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تکبر دو طرح کا ہے، بُرا اور اچھا۔ بُرا تکبر یہ ہے کہ خلقِ خدا کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور خود کو اُن سے مافوق اور اچھا خیال کیا جائے۔ اچھا تکبر یہ ہے کہ غیر اللہ پر التفات نہ کیا جائے اور غیر حق کی تعظیم نہ کی جائے؛ اس طرح کہ جو کچھ غیر حق ہے، انسان کی نظر میں حقیر اور بے حیثیت نظر آئے اور انسان کو اس سے کوئی اُنس اور التفات نہ ہو۔ یہی اصل تکبر ہے جو مرتبہ فنا تک پہنچاتا ہے۔ (۳۸)

علماء اور اطباء کی بے دردی

علمائے حقانی کی تمام تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ لوگ ان کے قول و فعل سے آگاہ ہوں اور ان کے علم کا جو مقصد ہے اس میں منہمک رہیں۔ جس مقام پر ایسے علماء کی ضرورت ہوتی ہے، وہ وہاں جاتے ہیں اور لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں۔ اگر علماء ظاہر بھی اسی طرح کام کریں تو بہت حق ہے لیکن ان کی ساری ہمت امر اور حکام کے کاموں کو نمٹانے میں صرف ہوتی ہے۔ جہاں زیادہ وظیفہ ملتا ہے وہاں رہتے ہیں۔ طبیب (ڈاکٹر) بھی اسی طرح ہیں۔ کئی سال اپنے علم کی تکمیل میں لگاتے ہیں اس کے بعد کسی امیر یا حاکم کی [ذاتی] ملازمت اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر ان کے دل میں اسلام کی شفقت ہوتی تو ایسی جگہ جاتے جہاں لوگوں کی ضرورت اور اضطرار (ایمر جنسی) زیادہ ہے۔

خواجہ احرار نے یہ بات اپنے انتقال سے بیس روز قبل ادا فرمائی، اس مناسبت سے کہ اس

شہر (سمرقند) میں کوئی طبیب نہ تھا اور کسی طبیب کے دل میں اسلام کا درونہ تھا کہ یہاں آتا (۳۹)

امارت پسند علماء

فرمایا: درویش احمد سمرقندی بہت دلیر آدمی تھے۔ وعظ میں کہتے تھے: [آج کا] دانشمند اور عالم جلدی جلدی نماز پڑھتا ہے اور امام کے سلام پھیرنے کا انتظار بھی نہیں کرتا۔ بڑی بے چینی سے مسجد سے باہر نکلتا ہے۔ قیمتی لباس پہن کر کتے کی طرح علیکہ اور فیروز شاہ کے دروازے کا رخ کرتا ہے۔ پھر درویش احمد سمرقندی نے کہا: استغفر اللہ! استغفر اللہ! اگر کل قیامت کے دن خدا نے مجھ سے پوچھا کہ کتا تو کبھی نافرمانی نہیں کرتا، تم نے ان نافرمان لوگوں کو کتا کیوں کہا تو میں کیا جواب دوں گا؟ بلکہ یہ لوگ شاہرخ، علیکہ اور فیروز شاہ جیسے کتوں کی کتا مکھی ہیں جو درندگی کی قوت رکھتے ہیں۔ ان علماء میں وہ قوت تو نہیں ہے البتہ امرانے اپنی درندگی سے جو مال پیدا کیا ہے اور مردار جمع کیا ہے، یہ علماء اس پر اکٹھا ہوتے ہیں۔ (۴۰)

پیشوائی کی شرط

فرمایا، ایک دفعہ حافظ کپنکی ہمارے ہاں آئے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ حضرت سید عاشق کہتے تھے کہ شیخ [طریقہ] ہونے کے لیے ستر شرطیں ہیں۔ میں نے کہا: سید صاحب نے

کچھ زیادہ شرطیں کہہ دی ہیں! شیخ ہونے کی ایک ہی شرط ہے۔ حافظ صاحب کو چونکہ سید عاشق سے بہت عقیدت تھی اس لیے اپنے شیخ کے خلاف بات کہنا دشوار تھا۔ آخر میں نے کہا: کیا آپ نے وہ شرطیں سنیں، شاید شرطیں یہ ہیں، خدا اور اس کے رسول سے روگردانی، جو چاہا کھانا، جو چاہا حاصل کرنا، شریعت کے احکام کی کسی طرح پیروی نہ کرنا۔ ہمارے زمانے کے مشائخ اسی عمل پر کاربند ہیں، گویا اسی کو شرط سمجھ لیا ہے۔^(۴۱)

سفر کی شرائط

فرماتے تھے، سفر اس شخص کے لیے اچھا ہے جو ان دو کاموں میں سے ایک کر سکے، قوت توکل رکھتا ہو، توکل کرے اور یہ بے حد مشکل ہے یا قوت کسب رکھتا ہو۔ ان دو قوتوں کے بغیر سفر پر نہ نکلے۔ کیونکہ یہ طمع اور مانگنے پر ختم ہوگا اور یہ دونوں صفات بے عاقبت ہیں۔^(۴۲)

تین اسفار کی ممانعت

مشائخ طریقت نے مریدوں کو تین اسفار سے منع کیا ہے۔ یمن کا سفر، خراسان کا سفر اور غیر کے ساتھ حج (حج عن الغیر)۔ یمن کا سفر اس وجہ سے کہ وہاں حسن و جمال زیادہ ہے اور شاید مرید آنکھ اور دل کی حفاظت نہ کر سکیں اور ایمان کا نقصان ہو اور تفرقہ کا باعث بنے۔ خراسان کے سفر سے اس لیے منع کیا کہ وہاں فقرا کے لیے رباطیں اور خانقاہیں نہیں بنائی گئیں اور کوئی مناسب وظیفہ بھی نہیں ہے۔ اگر یہ مرید وہاں جائیں گے تو ضرورت کی وجہ سے کام کریں گے یا سلاطین سے مال مانگیں گے اور یہ فقیر کے مناسب حال نہیں اور تفرقہ کے اسباب ہیں۔ حج عن الغیر سے اس لیے منع کیا گیا کہ اس جماعت کے اعمال خدا کے لیے ہوں، دنیا کے لیے نہیں۔ اکابر نے اسے مستحسن نہیں سمجھا، ورنہ حج کے واجب ہونے میں کوئی شک نہیں اور مسلمانوں کی امداد، مکارم اخلاق اور دین کی مستحسن باتوں میں ہے۔ طریقت کا خلاصہ اور اہم رکن، ماسویٰ کی نفی ہے اور خاص حق سبحانہ کے لیے اخلاص عمل۔ لیکن سفر حج کی وہ صورت اس بات کے منافی اور الٹ ہے۔^(۴۳)

مرید صادق

فرماتے تھے کہ، اہل ارادت بہت کم ہیں۔ اسی مناسبت سے فرمایا کہ، ایک شیخ طریقت نے کسی دوسرے بزرگ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر کہیں سے ”مرید صادق“ کا سراغ ملے تو ہمارے لیے بھیجئے۔ بزرگ نے جواب بھیجا کہ یہاں ”مرید“ کم ہیں، لیکن ”شیخ“ جتنے چاہیں آپ کے لیے بھیجے جاسکتے ہیں۔ (۴۳)

مریدوں کو تنبیہ و تادیب

بعض اوقات مریدوں کو غصے سے نصیحت فرماتے: مجھے مکتب دار ملا نہ بناؤ۔ جب تک میری صحبت میں بیٹھے ہو، طریقہ [خواجگان] کو ملحوظ رکھو۔ میری غیر موجودگی میں جیسا چاہو کہو۔ جو کچھ میری مجلس سے حاصل کرتے ہو اسے غارت نہ کرو۔ تمہارے سر پر مرغ لاہوتی بیٹھا ہے اُسے مت اڑاؤ۔ اگر بالفرض کوئی معمولی پرندہ کسی کے سر پر بیٹھا ہو تو تم ہزار کوشش کرتے ہو کہ وہ نہ اڑے حالانکہ اس پرندے کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ لیکن تمہیں اپنی نسبت کی۔ جو کبریت احمر سے بھی بڑھ کر عزیز ہے۔ حفاظت کا قطعاً خیال نہیں ہے اور نہ ہی اکابر کا طریقہ عزیز ہے۔ چونکہ تمہیں یہ بلند نسبتیں بڑی آسانی سے مل گئی ہیں اور انھیں حاصل کرنے کے لیے تم نے کوئی محنت، مشقت نہیں کی۔ اسی وجہ سے اس کی قدر نہیں جانتے ہو۔ (۴۵)

ایک اور مقام پر اپنے مریدوں کو تنبیہ کی: ہمیں محتسب نہ بناؤ کہ ہم میں احتساب کی مجال نہیں ہے۔ اپنا محتسب اور نگہبان اپنی نسبت کو بناؤ۔ یعنی جو عمل حضور مع اللہ کے لیے فتور کا باعث بنتا ہے اُس سے مکمل طور پر پرہیز کرو۔ مجھے امید ہے تمہیں میری طرف سے دوبارہ تنبیہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ (۴۶)

بعض اوقات تنبیہ کے طور پر فرماتے: اگر تمہارا یہاں رہنا لوگوں کو بھگانے کے لیے ہے تو تمہیں یہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اگر کسی حقیقی لگن کے تحت یہاں رہ رہے ہو تو پھر تمہیں اپنے طور طریقے، طریقہ خواجگان کے مطابق ڈھالنے ہوں گے۔ افسوس ہے کہ عمر عزیز لہو اور عبث کاموں میں گذر جائے۔ اگر تم میں یہ قابلیت تھی کہ دانشمند بننے اور خلق خدا تمہارے علم سے فائدہ اٹھاتی تو تم لوگوں نے وہ عظیم کام، اس بہتر کام (طریقہ کی خدمت) کی وجہ سے چھوڑا۔ اب تمہیں اپنے اطوار

اپنے مقصد کے مطابق درست کرنے چاہئیں۔ میرا کام کہنا اور متنبہ کرنا تھا۔ باقی آپ مختار ہیں۔

بانگ دو کر دم اگر درو یہ کس است

(ترجمہ: میں نے آواز لگا دی ہے اگر بستی میں کوئی ہے تو سن لے گا)۔ (۴۷)

فرمایا: ہم مریدوں کو جو حکم دیتے ہیں، وہ اس پر عمل نہیں کرتے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اپنے حجروں میں رہو، سوار نہ ہو، لیکن وہ صبر نہیں کرتے۔ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایک استاد مصور کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرے ہاتھ پر شیر کی تصویر کندہ کر دو۔ استاد نے سوئی اٹھائی اور تصویر بنانا شروع کی تو وہ شخص زخم اور تکلیف برداشت نہ کر سکا۔ استاد سے پوچھا: یہ شیر کی کون سیہم مریدوں کو جو حکم دیتے ہیں، وہ اس پر عمل نہیں کرتے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اپنے حجروں میں رہو، سوار نہ ہو، لیکن وہ صبر نہیں کرتے۔ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایک استاد مصور کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرے ہاتھ پر شیر کی تصویر کندہ کر دو۔ استاد نے سوئی اٹھائی اور تصویر بنانا شروع کی تو وہ شخص زخم اور تکلیف برداشت نہ کر سکا۔ استاد سے پوچھا: یہ شیر کی کون سی جگہ ہے؟ استاد نے کہا: شیر کا سر ہے۔ اس نے کہا: بغیر سر کے شیر بنا دو۔ استاد نے بنانا شروع کیا۔ پھر سوئی کی چھین اور تکلیف ناقابل برداشت ہو گئی تو پوچھا: یہ شیر کی کون سی جگہ ہے؟ استاد نے کہا: گردن۔ کہنے لگا: بغیر گردن کے شیر بنا دو۔ استاد نے پھر بنانا شروع کیا۔ پھر تکلیف برداشت نہ کر سکا اور پوچھا: یہ شیر کی کون سی جگہ ہے؟ استاد نے کہا: شیر کی پیٹھ۔ کہنے لگا: اس شیر کی پیٹھ نہ بناؤ۔ استاد نے پھر تصویر کھودنا شروع کی۔ پھر استاد کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا: یہ شیر کی کون سی جگہ ہے؟ استاد نے کہا: ہاتھ اور پاؤں۔ کہنے لگا: اس شیر کے ہاتھ اور پاؤں بھی نہ ہوں۔ استاد کو غصہ آ گیا اور سوئی توڑ ڈالی اور کہا: کسی نے بغیر سر، گردن، پشت، سینہ، ہاتھ اور پاؤں کے شیر نہیں دیکھا ہے۔

خواجہ احرار نے مریدوں سے کہا: تم بھی دعویٰ کرتے ہو کہ تم نے اپنے طور طریقے بدل لیے ہیں اور میں جو کہوں گا بجالاؤ گے۔ لیکن جب حکم دیتا ہوں تو کہتے ہو اس حکم کے علاوہ جو ہو بی لائیں گے۔ تمہارا حال بھی اس شخص جیسا ہے۔ (۴۸)

دست کا علاج

ایک دفعہ کسی مرید کو اسہال اور پیٹ کا درد تھا۔ فرمایا: پہلے اسے تخم اسبغول صاف کر کے دو تاکہ

پیٹ کا بقیہ مواد جلد خارج ہو جائے۔ اس کے بعد وہ چار تخم کھالے۔ اگر قبض مطلوب ہو تو تخم خرفہ، بریان کر کے باقی تین تخم کے ساتھ ملا کر کھائے۔ انڈے کی زردی نیم برشت بھی مناسب غذا ہے۔ (۴۹)

اولاد کو دنیا داری سے ممانعت

میں تمہیں اگر دنیا سے منع کرتا ہوں تو اس وجہ سے نہیں کہ میں تمہارے لیے دنیا سے دریغ کرتا ہوں۔ بلکہ دنیا سے بچنے اور محفوظ رہنے کے لیے ایسا کہتا ہوں۔ مجھے افسوس ہوگا اگر آپ کے اوقات، دنیا کے لیے صرف ہوں۔ (۵۰)

تاہل اور شادی

فرماتے تھے، شادی انبیا اور اولیا کے لیے مناسب ہے، کیوں کہ وہ لوگ شادی کے باوجود حق سبحانہ سے غافل نہیں ہوتے۔ عوام الناس کے لیے بھی شادی ٹھیک ہے کیوں کہ وہ اس کے ذریعے اپنے مرتبہ حیوانی کی تکمیل کر لیتے ہیں۔ لیکن انبیا، اولیا اور عوام الناس کے درمیان بھی ایک طبقہ ہے جو ”طریقت“ پر چلنا چاہتا ہے، ان کے لیے شادی نہایت ناموزوں ہے۔ خدا کی یاد کے ساتھ ایک سانس کا ماہر آنا، ہزار اولاد سے بہتر ہے۔ کیوں کہ اُس (ایک سانس) میں ہزار فائدے اور منافع ہیں اور اس (اولاد) میں ہزار فتنے اور نقصانات۔ طہ

فرمایا: اگر بالفرض میرے پانچ سو سال بھی ہو اور میں یہ ساری عمر استغفار میں گزار دوں تو اُس ایک گناہ کا، جو مجھ سے سرزد ہوا ہے، کفارہ ادا نہ ہو سکے گا اور وہ گناہ، شادی ہے۔ (۵۱)

شادی کے متعلق خواجہ احرار کے ان اقوال پر جامع ملفوظات مولانا فخر الدین علی کاشفی نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ ممکن ہے کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ شادی تو سنتِ حسنہ ہے اور اس کے حق میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی موجود ہیں، پس اس کی نفی کرنا جائز نہیں ہے۔ اس الجھن کا جواب یہ ہے کہ یہاں شادی کی نفی، اطلاق اور اصول کے طور پر نہیں کی گئی ہے بلکہ بعض ایسے اشخاص کے لیے نفی کی گئی ہے جن کا ظاہری و باطنی حال تجرید کے لائق ہے۔ یہ بھی جاننا چاہیے کہ ہر زمانے میں حکمتِ الہی کے مطابق جو کچھ طالبانِ طریقت کے دل اور مریدوں کے کام کے لیے مناسب ہوتا ہے، وہی اولیا اور اہل ارشاد۔ جو کہ علومِ محمدیہ کے وارث ہیں۔ کی زبان پر حاوی

ہوتا ہے۔ چونکہ اس زمانے میں مبتدیانِ طریقت کے مناسب حال، تہجد اور فراغت تھا، ناگزیر خواجہ احرار نے، جو کہ حکیمِ الہی اور جامع حکم نامتا ہی ہیں، تہجد کی طرف اشارہ کیا ہے اور تاہل (شادی) سے اجتناب کرنے کے لیے فرمایا ہے۔ (۵۲)

عیسوی نسبت

فرماتے تھے: اوائل طلب میں مجھے بہت زیادہ اضطراب اور درماندگی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میں نے خواب میں دیکھا۔ انھوں نے فرمایا: غم نہ کرو، میں تمہارا مرتی ہوں گا۔ اس خواب کی ظاہری تعبیر تو یہ ہے کہ ہمیں بھی حضرت عیسیٰ کی طرح تہجد اور انقطاع رہے گا لیکن میں اس تعبیر سے مطمئن نہیں ہوں۔ دوسری تعبیر یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ خدا کے نام ”المحیی“ کے مظہر بھی ہیں اور مردوں کو زندہ کرتے ہیں، زندہ کرنا دو طرح سے ہے، ایک جسمانی اور دوسرا روحانی۔ اکابر کا کہنا ہے کہ جو زندہ ہونا روحانی طور پر ہو وہ زیادہ قوی ہے۔ اس حیا سے مراد اپنے ذوق کے مطابق حق تعالیٰ سے دل کی آگاہی ہے۔ عزیز مشائخ کے التفات کے باعث ہمیں بھی یہ چیز حاصل ہے۔ ہماری مجالس میں بعض لوگوں کو یہ ذوق حاصل ہو جاتا ہے بلکہ اکثر لوگوں کو حاصل ہو جاتا ہے اور ان مشائخ کے ادراک کا مذاق بھی حاصل ہو گیا ہے۔ شاید اس وجہ سے ہمیں ”نسبت عیسوی“ ہو۔ (۵۳)

نسبت طریقہ پر مواظبت

طریقہ خواجگان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ، خواجگان کا طریقہ یہ ہے کہ بطور مثال اگر کسی شخص کا کھیت کو پانی دینے کے معاملے میں شریک برادری سے جھگڑا ہو گیا ہے تو وہ نزاع اور جنگ صرف ظاہری طور پر ہونا چاہیے اور باطناً قطعاً نزاع نہ ہو۔ اگر اس شخص کو تکلیف بھی پہنچائی جائے تو اسے چاہیے کہ اس تکلیف سے خوش ہو اور تکلیف پہنچانے والوں کو معذور سمجھے اور اپنی نسبت سے غافل نہ ہو۔ (۵۴)

غافل نہ ہو۔
بہنو

نسبت کی حفاظت

ریاضت صرف یہ نہیں کہ روزہ رکھا جائے یا نماز پڑھی جائے۔ ریاضت یہ ہے کہ اپنی نسبت کی، اس نسبت سے منافی امور سے حفاظت کی جائے۔ نفس جو چیز مانگتا ہے وہی نسبت کے منافی ہے۔ جو لوگ ہماری صحبت میں قبولِ نسبت کر لیتے ہیں ان کا کام ہے کہ وہ اپنے آپ کو خواہشات سے بالکل خالی کر لیں اور جو چیز ہمیں بھلی معلوم ہو، اس پر چلیں۔ یہ مقصد بغیر پاسبان کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ میں نے بات صاف اور کھول کر بیان کر دی ہے۔ والسلام۔ (۵۵)

سید محمد نور بخش قاینی کی مہدویت

فرماتے تھے، شیخ اسحاق ختلانی کے ایک مرید سید زین العابدین نامی تھے۔ ہرات کے محلہ خیابان میں نئی ندی کے قریب اس راستے پر ان کا گھر تھا جو خواجہ عبداللہ انصاری کے مزار کو جاتا ہے۔ میں ان کے پاس گیا۔ وہ بالا خانہ پر رہتے تھے۔ وہاں سے باہر نکلے۔ ندی کے کنارے گئے اور طہارت کی۔ ان کی طبیعت کچھ بند بند تھی۔ جب واپس اوپر جا کر بیٹھ گئے تو میں نے اجازت طلب کی کیا آپ کے پاس آسکتا ہوں؟ انھوں نے اجازت دی۔ میں ان کے پاس چلا گیا۔ رسم نذر کے مطابق میں نے انھیں جو کچھ پیش کرنا تھا اپنے رومال پر رکھ کر ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انھوں نے قبول کیا۔ موسم بے حد گرم تھا اور میں شہر سے چل کر آیا تھا، گرمی کا ستایا ہوا، پسینے سے شرابور تھا۔ اُس وقت میرا پسینہ بہت جلد جلد بہ رہا تھا۔ میں نے کہا: میں بترکستانی ہوں اور ہمارے علاقے کی رسم یہ ہے کہ جو نذر کسی بزرگ کے ہاں لے کر جاتے ہیں، وہ رومال پر رکھ کر پیش کرتے ہیں۔ یہ نذر آپ قبول کریں، رومال میرا ہے! میں نے اپنے علاقے کی رسم نبھائی ہے، البتہ رومال کی کوئی بات نہیں، چونکہ مجھے بہت پسینہ آ رہا ہے، مجھے ڈر ہے کہ ہوا لگ گئی تو بیمار ہو جاؤں گا۔ اگر رومال مجھے واپس عنایت فرمادیں تو مہربانی ہوگی۔ میری اس بات سے ان کی طبیعت کھل گئی اور مجھ سے خوب باتیں کیں۔

میں نے ان سے سید محمد قاینی کے حالات پوچھے کہ آیا وہ مہدی ہیں یا نہیں؟ انھوں نے کہا، معلوم نہیں ہے۔ ان کا ”مہدی“ ہونا صرف شیخ اسحاق کی جماعت میں مشہور ہے۔ پھر کہا: سید

محمد قاینی کے ہرات سے چلے جانے کے بعد اور رے پہنچنے پر، انھوں نے وہاں ایک گاؤں فتح کیا اور فتح نامہ میرے پاس بھیجا۔ سید زین العابدین نے وہ فتح نامہ مجھے دکھایا۔ اس خط کی پیشانی پر یوں لکھا تھا: "من الہادی الی اللہ محمد بن عبد اللہ"۔ خواجہ احرار نے فرمایا کہ سید محمد قاینی کو میرزا شاہرخ کے زمانے میں مہدویت کے دعوے کی وجہ سے تین جاہل دفعہ قید کیا گیا۔^(۵۱)

ملامتیہ

فرماتے تھے: طریقہ خواجگان میں سب سے اوپر طریقہ ملامتیہ ہے۔ ملامتیہ وہ فرقہ ہے جو اپنے ظاہر کو اس طرح رکھتا ہے کہ ان کی نسبت حتی چھپی رہے۔ ان کی صورت، شکل پرست درویشوں کے دل کے نقش کی طرح نہیں ہے۔ یہ بھی نہیں کہ حاشا و کلا اس ملامتیہ سے خلاف شرع حرکات سرزد ہوں۔ آپ نے یہ دو اشعار پڑھے:

پیدا ست حال مردم رند آچنان کہ ہست خرم کسی کہ فاش کند ہر نہان کہ ہست
می خوارہ داشت چیزی و مارا گمان کہ نیست زاہد داشت چیزی و مارا گمان کہ ہست^(۵۲)

(ترجمہ: رندوں کا جو باطن ہے وہی ظاہر ہے۔ اس شخص کے کیا کہنے جو ہر پوشیدہ بات کو فاش کر دے۔ مے نوش کے پاس کوئی قابلیت تھی لیکن ہمیں یہ گمان تھا کہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ زاہد کے پاس کچھ بھی نہیں تھا اور ہمیں یہ خوش بھی تھی کہ اس کے پاس کچھ [لیاقت] ہے۔)

کثرت میں شہود و وحدت

ایک روز، آپ بعض حاضرین مجلس کو ملامت کر رہے تھے اور ارشادات بھی فرما رہے تھے۔ اسی اثنا میں فرمایا کہ: تم لوگ گلی کوچوں میں گھومتے ہو، ایسا کوئی کام کرو کہ کسی کو تم سے کوئی فائدہ ملے۔ جیسے بھی ہو سکے خود کو گم کرو۔ کوشش کرو کہ شہودِ احدیت، عین کثرت میں حاصل ہو۔ بعض نے انا اعطیناک الکوثر کی تفسیر یہ کی ہے کہ ہم نے تمہیں کوثر دی، یعنی کثرت میں شہود

۱۔ سید محمد قاینی وہی سید محمد نور بخش (۷۹۵۔ ۸۶۹ھ) ہیں جنہوں نے "مہدی" ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ سید

نور بخش یہ انھی سے منسوب ہے۔ شاہرخ کی وفات کے بعد وہ علاقہ رے چلے گئے اور وہاں اپنے ہی

آباد کردہ گاؤں "سولقان" میں وفات پائی۔

جمالِ حق کے مشاہدے کی کاذب صورت

فرماتے تھے کہ، ہمارے زمانے میں ”توحید“ یہ ہے کہ لوگ بازاروں میں جاتے ہیں اور خوبصورت لونڈوں کو تاڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حق سبحانہ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ نعوذ باللہ اس مشاہدے سے۔ پھر فرمایا کہ، ایک دفعہ حضرت سید قاسم تبریزی اس علاقے میں آئے ہوئے تھے۔ ان کے مرید بازاروں میں گھومتے، امر و لونڈے ڈھونڈتے اور ان کے ساتھ تعلق قائم کرتے اور کہتے کہ ہم خوبصورت شکلوں میں جمالِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں! ایسے موقع پر کبھی کبھی سید قاسم فرماتے، ”ہمارے سو رکھاں چلے گئے؟“ ان کی اس بات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سید قاسم کو اپنے وہ مرید، سو رکھی شکل میں دکھائی دیتے تھے۔ (۵۹)

مکرا الہی

فرماتے تھے کہ مکرا الہی (خدا کی تدبیر) دو طرح سے ہے، ایک عوام کے لیے، دوسرا خواص کے لیے۔ عوام کے لیے یہ ہے کہ خدا انھیں خدمت میں کوتاہی کے باوجود نعمت سے نوازتا رہتا ہے، اور خواص کے لیے تدبیر یہ ہے کہ ترکِ ادب کے باوجود انھیں ان کے حال اور مقام پر برقرار رکھتا ہے۔ (۶۰)

پست ہمتی اور بلند ہمتی کی نشانی

فرماتے تھے، خواجہ بہاء الدین نقشبند نے فرمایا کہ انھوں نے دو آدمی مکہ معظمہ میں دیکھے، ایک بے حد بلند ہمت تھا اور دوسرا بے حد پست ہمت۔ پست ہمت وہ جو ایک روز طواف میں خانہ کعبہ کے دروازے کا کنڈا ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ ایسی مقدس جگہ پر، ایسی سہانی گھڑی میں وہ خدا سے کوئی (دنیاوی) چیز مانگ رہا تھا۔ جب کہ بلند ہمت شخص منیٰ کے بازار میں ایک ایسا نوجوان تھا جس نے تقریباً پچاس ہزار دینار کا سودا خریدا اور بیچا اور اس دوران ایک لمحہ بھی اس کا دل خدا کی یاد سے غافل نہیں رہا۔ اس جوان کی غیرت دیکھ کر، میرے اندر سے خون اُبل پڑا۔ (۶۱)

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ كِ تَفْسِير

آیت ”لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ط لِّلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ“ [۱۶/۴۰] کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ شاید ”مُد“ سے مراد سالک کا دل ہے کیونکہ جب حق سبحانہ کسی دل پر قہر احدیت سے متجلی ہوتے ہیں تو اس دل میں اپنے سوا کسی کو نہیں چھوڑتے۔ پس اس دل میں ”لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ“ کی آواز ڈالتے ہیں اور جب اس مملکت میں اپنے سوا کسی کو نہیں دیکھتے تو خود ہی جواب دیتے ہیں، ”لِّلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ“۔ سبحانی ما اعظم شأنی اور انا الحق اور هل فی الدارین غیری؟ کی صدا میں اسی مقام پر ہیں۔ (۶۲)

جمادات کی حیوانات سے اثر پذیری

فرماتے تھے کہ، جمادات کا انسانوں کے اعمال اور اخلاق سے اثر پذیر ہونا، ارباب تحقیق کے ہاں ایک طے شدہ امر ہے۔ شیخ محی الدین بن عربی نے اس بارے میں بہت تحقیقات کی ہیں۔ جمادات کی یہ اثر پذیری اس حد تک ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے مقام پر نماز، جو کہ افضل عبادات ہے، پڑھے جو کسی جماعت کے ناپسندیدہ اعمال اور اخلاق سے متاثر ہو تو اس عمل کی قدر و قیمت اس کمتر درجہ کی عبادت کے برابر نہیں ہے جو کسی ایسے مقام پر ادا کی جائے جو ارباب جمعیت کی جمعیت سے متاثر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حرم مکہ میں دو رکعت نماز برابر ہے ستر رکعت نماز کے جو حرم سے باہر پڑھی جائے۔ (۶۳)

سماع مزامیر

فرماتے تھے، بعض اکابر طریقت نے نئے، رباب اور ان جیسے دیگر ساز جو فاسقوں کی مجلسوں میں استعمال ہوتے ہیں، اپنی مجلس میں بھی ان کا استعمال جائز قرار دیا ہے، بلکہ اسے مستحسن سمجھا ہے۔ چونکہ حق سبحانہ کی محبت جبلت روح میں پنہاں ہوتی ہے اور ارواح کو فطری طور پر اچھی آوازوں اور موزوں نعمات سے بے حد مناسبت اور شیفنگلی ہے، یہ سنتے وقت اس حقیقت کے آگے جو حجاب ہوتا ہے، اسے ہٹا دیتا ہے اور جبلت روح میں پوشیدہ محبت ظاہر ہو جاتی ہے۔ تمام ریاضتوں اور عبادات کا مقصود بھی اسی محبت کا ظاہر کرنا ہے۔ پس اس چیز کو نظر میں رکھتے ہوئے اور

بعض مبتدیوں کی تربیت کے لیے، مشائخ نے سماع کا ارتکاب کیا ہے۔ لیکن اس کے لیے کچھ شرطیں ہیں، ایک یہ کہ مجلس میں ارباب ہوں نہ ہوں، ایسے خوبصورت نوجوان جن کے دیکھنے سے فتنہ انگیزی ہو، وہ بھی نہ ہوں اور میٹھی آوازیں سننے کا مقصد خواہش نفس نہ ہو۔

امام غزالی نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو اپنی کنیز اور منکوحہ سے نفرت اور کدورت ہو اور مرد اچھی آوازیں سنے اور اس سے زوجین کے درمیان محبت اور تعلق بڑھ جائے تو یہ مستحسن ہے۔ کیونکہ شوہر اور بیوی کے درمیان انس اور اُلفت ایک شرعی تقاضا ہے [جو بذریعہ سماع الحان پورا ہو گیا]۔

امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ ایسے مزامیر جو فاسقوں کی مجلس میں استعمال نہیں ہوتے اور ابریشم سے نہیں ہیں، ان کا سننا مباح ہے، جیسے دف، نئے اور وہ رباب جسے ”شاہین“ کہتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ جنید بغدادی کو معلوم ہوا کہ شام میں ایک بزرگ فوت ہو گئے ہیں اور ان کے پسماندگان میں ایک مغنیہ کنیز ہے۔ جنید بغداد سے شام گئے، اُس گھنجر سے نکاح کیا اور

واپس آ گئے۔

مزامیر کا سننا، متقدم مشائخ کے ہاں ایک معتبر اصول رہا ہے۔ (۶۴)

دعا میں تقدیم کلمات کی اہمیت

ایک دفعہ بادشاہ وقت کی پریشانی اور دشمنوں کی یورش کی مناسبت سے فرمایا، حضرت رسول نے دعا کی تھی، اے خدا! عمر یا ابو جہل کے ایمان لانے کے ذریعے دین کو مضبوط فرما۔ اس دعا کے بعد حضرت عمر مسلمان ہوئے۔ منقول ہے کہ حضرت عمر شکر بجالاتے تھے اور روتے تھے کہ رسول اللہ اپنے دعائیہ کلمات میں اگر ”ابو جہل اور عمر“ کہہ دیتے تو میں کیا کرتا اور عمر کا حال کیا ہوتا؟ یعنی جس کا ذکر پہلے آیا، قبولیت اس کے لیے مانگی گئی تھی۔ پھر خواجہ احرار نے فرمایا، بادشاہ مستجاب الدعوة ہوتا ہے، اگر وہ بھی اپنے اور اپنے ملک اور بادشاہت کے لیے دعا کر لے تو کیا بُرا ہے؟ (۶۵)

آداب طعام

فرماتے تھے، میں نے کئی بار مولانا نظام الدین کو یہ کہتے سنا ہے کہ کھانے کی کسی تقریب

میں کوئی بزرگ اور بڑا شخص موجود ہو تو اُس سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانا خلاف ادب ہے۔ مگر جب روٹی آجائے تو ادب یہ ہے کہ روٹی کا انتظار نہ کروایا جائے اور جو نہی روٹی آجائے کھانے میں مصروف ہو جائیں اور بڑے آدمی کے انتظار میں نہ رہیں۔^(۶۶)

شقاوتِ حال اور سعادتِ حال

فرماتے تھے، اگر اصحاب سلوک میں سے کوئی حال اور طریقت کے مطابق عمل نہ کرے اور اپنی طبیعت کے تقاضے کا اتباع کرے، اس شخص کو ”شقی حالی“ کہتے ہیں۔ اور جو شخص حال اور طریقت کے مطابق کام کرے صوفیہ اسے ”سعید حالی“ کہتے ہیں۔ لیکن شقی حالی، سعید حالی میں بدل سکتا ہے اور سعید حالی، شقی حالی میں، کیونکہ حالات تغیر پذیر ہوتے ہیں۔^(۶۷)

معاملاتِ دنیوی میں مشغولیت اور یادِ حق

فرماتے تھے، شیخ ابوالقاسم حکیم سمرقندی، لدین و ملت کا رکن اعظم تھے۔ وہ قاضی تھے۔ ان کے ایک ہم عصر شیخ طریقت کے دل میں خیال گذرا کہ حکیم سمرقندی کا لوگوں کے معاملات میں اس طرح مشغول ہونا اپنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے، نیک احوال کا اکتساب اس سے اولیٰ و افضل ہے۔ وہ بزرگ، حکیم سمرقندی کو تنبیہ کرنے کی نیت سے ایک روز ان کی عدالت میں چلے گئے اور لوگوں کے سامنے اپنا مصلحتاً پانی کے حوض پر بچھا دیا اور نماز شروع کی۔ حکیم سمرقندی نے یہ دیکھا تو فرمایا: ان چیزوں سے کیا حاصل؟ بات تو جب ہے کہ لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے اپنا دل حق سبحانہ سے آگاہ رہے۔^(۶۸)

اولیاء اللہ کا لوگوں کے ساتھ معاملہ

فرماتے تھے، اولیاء کے معاملات لوگوں کے ساتھ بہت مشکل ہیں۔ ان کے معاملہ کا

۱۔ ابوالقاسم اسحاق بن محمد حکیم سمرقندی (م: ۳۴۲ھ) ماوراء النہر کے صوفیہ اور محکمین میں سے تھے۔ کتاب السواد الاعظم ان کی تصنیف ہے۔

طریقہ یہ ہے کہ بے شک کسی نے دشمنی کی بنا پر انھیں ایذا اور تکلیف پہنچائی ہو، یہ پھر بھی اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں کہ اس شخص کو یہی گمان رہتا ہے کہ اولیاء ان کی دشمنی اور ایذا رسانی سے واقف نہیں ہیں۔ (۶۹)

قتل پر مستعین ۱۱۸

گم شدہ نسبت کی بازیابی کا تجربہ

فرماتے تھے، جب کبھی میں اپنا طریقہ کھود دیتا تو کبھی طوافِ مزارات کو نکل جاتا، کبھی اپنے آپ کو ذکر میں مصروف کرتا، بہت جتن کرتا لیکن اپنی نسبت واپس حاصل نہ ہوتی۔ آخر ایک تنکے کے آگے بیٹھ جاتا اور بڑی نیاز مندی اور مسکینی سے اپنے آپ کو اس تنکے کی طرف متوجہ رکھتا اور تنکے پر توجہ مرکوز کرنے کی برکت سے اپنی گم شدہ نسبت پالیتا۔

فرماتے، اس نسبت کی لطافت اور نزاکت اس قدر ہے کہ اگر کسی کتے کو بھی بلا وجہ دھمکا دیا جائے تو یہ نسبت غائب ہو جاتی ہے۔ (۷۰)

حواشی

- ۱۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۲۸۵
- ۲۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۲۵۵
- ۳۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۴
- ۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۲۳۷
- ۵۔ ایضاً، ۲۱
- ۶۔ ایضاً، ۲۶
- ۷۔ ایضاً، ۲۷
- ۸۔ ایضاً، ۳۸
- ۹۔ ایضاً، ۶۳
- ۱۰۔ ایضاً، ۶۷
- ۱۱۔ ایضاً، ۹۷
- ۱۲۔ ایضاً، ۲۰۹
- ۱۳۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۷۳۵
- ۱۴۔ ایضاً، ۲۴۰
- ۱۵۔ ایضاً، ۲۸۴
- ۱۶۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۲۵۷
- ۱۷۔ ایضاً، ۲۸۹
- ۱۸۔ ایضاً، ۳۰۰
- ۱۹۔ ایضاً، ۳۱۴
- ۲۰۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۴۱
- ۲۱۔ ایضاً، ۳۰۸
- ۲۲۔ ایضاً، ۲۳۷

- ۲۳ - رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۲۵۱
- ۲۴ - ایضاً، ۲۳۹
- ۲۵ - ایضاً، ۲۷۵
- ۲۶ - ملفوظات (جامع محمد امین کرکی)، بند ۵۴
- ۲۷ - ایضاً، ۱۳۵
- ۲۸ - ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۵۰۱
- ۲۹ - ایضاً، ۵۳۲
- ۳۰ - ایضاً، ۵۶۷-۵۶۸
- ۳۱ - رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۲۸۷
- ۳۲ - ایضاً، ۵۸۷
- ۳۳ - رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۲۳۵
- ۳۴ - رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۲۵۵
- ۳۵ - ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۶۳۳
- ۳۶ - رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۲۴۰
- ۳۷ - رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۲۴۱
- ۳۸ - ایضاً، ۶۰۳ ملخص، خواجہ امیر الدین حسن کشمیری نے اسی ملفوظ کو یوں منظوم کیا گیا ہے:
- بجز مواج غرق نور اللہ . خواجہ خواجگان، عبید اللہ
گفت شکر خدای بر نعمت . دیدن منعم است در نعمت
- مثنوی تحفہ محمدی، مخطوطہ، گنج بخش، لاہور، لاہور، اسلام آباد، شمارہ ۵۹۸، ص ۲۸۱
- ۳۹ - ایضاً، ۶۰۴
- ۴۰ - ایضاً، ۶۰۵
- ۴۱ - ایضاً، ۶۲۵
- ۴۲ - ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۴۲۳
- ۴۳ - ایضاً، ۱۵۸ و ۶۳۳ ملاکر۔

- ۴۴۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۳۹
- ۴۵۔ ایضاً، ۷۰۹
- ۴۶۔ ملفوظات (جامع محمد امین کرکی)، بند ۲۰
- ۴۷۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۷۱۰
- ۴۸۔ ایضاً، ۷۲۶
- ۴۹۔ ایضاً، ۷۱۶
- ۵۰۔ ایضاً، ۷۲۵
- ۵۱۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۷۸
- ۵۲۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۷۹
- ۵۳۔ ملفوظات (جامع محمد امین کرکی)، ۳۲
- ۵۴۔ ملفوظات (جامع محمد امین کرکی)، بند ۱۲۹
- ۵۵۔ ایضاً، ۳۶، ۳۳
- ۵۶۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۶۸۳
- ۵۷۔ ایضاً، ۹۴
- ۵۸۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۳۹
- ۵۹۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۵۳
- ۶۰۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۷۲
- ۶۱۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۵۵
- ۶۲۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۳۹
- ۶۳۔ رشحات عین الحیات، ج ۲، ص ۴۵۲
- ۶۴۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۴۲۹
- ۶۵۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۴۳۷
- ۶۶۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۴۶۵
- ۶۷۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۶۴۶

- ۶۸۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۲۷۰
- ۶۹۔ ملفوظات (جامع میر عبدالاول)، بند ۲۳۰
- ۷۰۔ ملفوظات (جامع محمد امین کرکی)، بند ۸۶، ۸۵

مکتوباتِ خواجہ احرار
(انتخاب)

سلطان ابوسعید کے نام خطوط

(۱)

نیاز کے بعد، اس فقیر کی عرضداشت یہ ہے کہ دشمن پر غلبہ پانے کے لیے حق سبحانہ کی بارگاہ میں حُسن التجا کے بغیر اس کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔ پہلے ہمت باندھ کر اپنے معنوی دشمنوں پر غلبہ پائیں پھر ظاہری دشمنوں پر غلبہ آسان ہو جائے گا۔ یہ مقصد سوائے شریعت محمدی کی پاسداری کے میسر نہیں ہے، لہذا میری درخواست ہے کہ شریعت کی ترویج کو اپنے وقت کا لازمی تقاضا قرار دیں۔ والسلام۔^(۱)

(۲)

نیاز کے بعد، اس فقیر کی عرضداشت یہ ہے کہ سلاطین اخلاق الہی کا مظہر ہوتے ہیں۔ ان کے حضور حاجت اور ضرورت کا اظہار اس طرح کرنا چاہیے کہ بے ادبی کا پہلو نہ نکلے۔ حاجت اور ضرورت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ایسی کمر ہمت باندھیں کہ تمام مسلمان سکھ کا سانس لیں اور سب ارشاد نبوی ”الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ“ کے مطابق فریضہ باے بندگی انجام دے سکیں۔ باقی حاجات اور ضروریات کا اظہار حامل رقعہ ہذا آپ کی خدمت میں کر دے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اپنی اور مسلمانوں کی دونوں جہان کی سعادت کے لیے آپ اسے شرف قبولیت بخشیں گے۔ والسلام۔^(۲)

(۳)

نیاز کے بعد، اس فقیر کی اپنے مخدوم زادہ کے آگے عرضداشت یہ ہے کہ اکابر نے سمرقند کو ”مخفوظ شہر“ قرار دیا اور لکھا ہے۔ لہذا آپ کی طرف سے سمرقند پر حملے کا ارادہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ خدا نے ایسا نہیں فرمایا ہے۔ شریعت محمدی بھی ایسا حکم نہیں دیتی۔ آیا اپنے بھائیوں کی گردن پر تلوار چلانا آپ کے شایان شان ہے؟ اس عاجز نے آپ کی خیر خواہی میں خدمت کاری کی، بہت درخواست کی، لیکن اسے قبول نہیں کیا گیا۔ لوگوں کی باتوں میں آ کر حملے کا ارادہ کرنا اور میری

خدمت کو نظر انداز کرنا بہت عجیب معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ میں آپ کی خدمت کرتا ہوں۔ لوگ اپنے مطلب کی بات اڑاتے ہیں۔ سمرقند میں بے شمار عزیز لوگ ہیں، بے شمار صلحا ہیں، فقرا و مساکین بھی کافی ہیں۔ انھیں اس سے زیادہ تنگ کرنا مناسب نہیں ہے۔ خدا نہ کرے کوئی دل دکھے۔ اگر دل دکھا تو معلوم نہیں کیا ہو جائے۔ صلحا کے دل دکھنے سے ڈرنا چاہیے۔ اس عاجز کی التماس، جو محض بے لوث خدمت ہے، خالصاً لوجہ سبحانہ قبول کریں۔ ایک دوسرے کی مدد سے وہ کام کریں جس سے حق سبحانہ راضی ہو۔ سب متحد اور ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر جو کام ادھورے پڑے ہیں انھیں مکمل کریں۔

حق سبحانہ کے کچھ پیارے بندے ایسے ہیں کہ حق سبحانہ کو ان کے حال پر جو کمال مہربانی ہے، اس کی وجہ سے اگر کوئی شخص اُن بندگانِ خدا کو تکلیف اور ایذا پہنچاتا ہے اور ان کے خلاف جنگ کا ارادہ کرتا ہے تو حق سبحانہ اسے اپنے خلاف اعلانِ جنگ اور اپنے کو ایذا پہنچانا کہتا ہے۔ صحیح احادیث سے یہ بات بالکل واضح ہے۔

مشاہدہ پیش چشم تو خاکسرم، میا گستاخ ، کہ ہست درتہ او آتشی و دریایی
(ترجمہ: تمہاری نظروں میں میں نہیں راکھ ہوں۔ میری طرف مت بڑھنا۔ کیوں کہ اس راکھ کی تہہ میں آگ اور دریا ہے۔)

مجھے یقین ہے کہ آپ حکم خداوندی ”فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لِّئِنَّا“ [پھر اُس سے نرمی سے بات کرنا، ط/۴۴] کا خیال رکھیں گے اور لَعَلَّه يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشَى [شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے، ط/۴۴] پر غور کر کے اپنی ساری ہمت تبلیغ کے اثرات کو پایدار بنانے میں صرف کریں گے۔ سلطنت و حکومت کے ادب کی پاسداری موجب تاثر ہے۔ (۳)

بنام سلطان حسین بایقرا

عرضِ نیاز کے بعد واضح ہو کہ:

ہر کوئی اپنی استعداد کے مطابق سلاطین کی خدمت کرتا ہے۔ ہم جیسے فقیروں کی خدمت اس کے سوا کچھ نہیں کہ جس چیز کو ہم سعادت دارین کا نقصان سمجھیں، اسے نیاز مندی کے ساتھ [بادشاہ کے حضور] بیان کر دیں کہ ازراہ کرم فلاں چیز خراب کر دی جائے تاکہ دولت دارین کے

اضافہ کا سبب بنے۔

کچھ عرصہ سے ہم بہت کچھ سن رہے ہیں جس کے بارے میں ہمارا گمان ہے کہ وہ چیزیں باعث نقصان ہوں گی۔ اب جسارت سے کام لیتے ہوئے ہم آپ سے التماس کرنا چاہتے ہیں کہ وہ امور ترک کر دیے جائیں۔ اس لیے کہ ہم نے سنا ہے کہ وہ سب کام کسی فتویٰ کی بنا پر کیے جا رہے ہیں۔ اس بارے میں ہم کچھ کہنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ اگر [فتویٰ کی] یہ رکاوٹ نہ ہوتی تو جرأت کر کے کہتے کہ ہمیں نہیں معلوم فتویٰ ان کاموں کے جواز پر ہے یا وجوب پر؟ اگر وجوب پر ہے تو کیا علاج؟ اگر کسی ضرورت کے باعث ہے کہ اگر وہ کام انجام نہ دیے گئے تو کثیر خلقت کا بے حد نقصان ہوگا۔ اگر بقدر ضرورت اس میں تصرف کر دیا جائے تو وہ دوسری بات ہے۔ ہمیں ایسی کوئی ضرورت نظر نہیں آتی۔

آپ اہتمام کریں کہ ایسی ضرورت ہی نہ پڑے۔ میرا گمان ہے کہ ایسی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ امید واثق ہے کہ حق سبحانہ آپ کو اس چیز کے ترک کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو وقت کی ضرورت نہیں ہے۔

یہاں [سمرقند میں] بھی علما موجود ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ انھوں نے (بذریعہ فتویٰ) ان امور کا جواز فراہم کیا ہو۔

الفقیر عبید اللہ (۲)

بنام میر علی شیر نوائی

مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ، مَنْ كَانَ لِلَّهِ كَانَ اللَّهُ لَهُ.

[ترجمہ: جس نے خدا کے سامنے عاجزی کی، خدا نے اس کو بلند کیا، جس نے خدا کے لیے

مدد کی، اللہ نے اس کی مدد کی۔]

عرضِ نیاز کے بعد، فقیر کی عرضداشت خالصاً لوجہ سبحانہ یہ ہے کہ حق سبحانہ نے محض اپنے فضل سے بادشاہت کا جو انعام عنایت فرمایا ہے وہ سب سے عمدہ اور قوی سبب ہے سعادت دارین حاصل کرنے کا۔ اس انعام کو حق سبحانہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کام میں لایا جائے۔ یعنی ہر لحاظ سے کوشش یہ کی جائے کہ شاہدولت کی تمام توجہ شریعت محمدی کی ترویج میں مصروف ہوتا کہ ہر

جگہ نور بھر جائے اور کسی تار کی کو نور کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رہے۔

اس وقت جب کہ مسلمانوں کی جان اور ایمان کے دشمن قریب آ پہنچے ہیں اور خرابی کر رہے ہیں، سلاطین کے لیے اس سے مکمل اور مناسب عبادت، نماز کے بعد اور کوئی نہیں ہے کہ وہ ان آدم خور (۵) ظالموں کو ختم کرنے میں مشغول ہوں۔ اس لیے میری التماس ہے کہ شاہد دولت اور تمام اراکین حکومت (۶) ، بلکہ تمام مسلمان، سب کام چھوڑ دیں اور ان ظالموں کے خاتمے میں لگ جائیں۔

مجھے یقین ہے کہ شاہد دولت نے وہاں [ہرات میں] یہ کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے، اگر آپ ولی عہد [مخدوم زادہ] کی اس طرح مدد کریں کہ ان کی بھی شان و شوکت ہو تو یہ دیکھ کر دیگر اراکین حکومت (مخدوم زادگان) بھی ساتھ دیں گے اور ان بد بخت ظالموں کا قلع و قمع بہت جلد ممکن ہو سکے گا۔۔۔

الفقیر عبید اللہ (۷)

بنام خواجہ محی الدین عبدالحق (خواجہ احرار کے پوتے)

غیر حق ہر ذرہ کان مقصود تست

تیغ ”لا“ برکش کہ آن معبود تست

(ترجمہ: غیر حق کے سوا جو ذرہ بھی تمہارا مقصود و مطلوب ہو اس پر ”لا“ کی تلوار چلاؤ۔ اس

لیے کہ تم نے اسے معبود بنا لیا ہے۔)

فرزند، نور چشم، تمہاری ساری ہمت یہ ہونی چاہیے کہ دل میں حق سبحانہ کے علاوہ، کچھ اور نہ ہو۔ حق سبحانہ کے علاوہ جو چیز تمہارا دل لہائے اُسے ”لا الہ الا اللہ“ کہہ کر دل سے ایسا دور کرو کہ گویا وہ تمہاری دشمن ہے۔ ہمیشہ حق سبحانہ سے پوری نیاز مندی سے یہ دعا مانگو کہ اپنے سوا تمہیں کس اور کا محتاج نہ کرے۔ صاف ستھرے رہو، خلوت میں نماز پڑھو، زمین پر سر رکھ کر حق سبحانہ سے مانگو کہ تمہیں اپنے خاص بندوں کے دل میں جگہ دے۔ اس کے سوا کسی چیز کو سعادت نہ سمجھو کہ بندگانِ حق سبحانہ تمہیں اپنے دل میں جگہ دے دیں اور وہ حق سبحانہ سے تمہارے لیے یہ دعا مانگیں کہ تمہارے دل میں خدا کی محبت پیدا ہو۔

کہ بر ناید ز جانت بی خدا دم
اگر تو یاد داری پاس انفاس
ترا یک بندہ بس در ہر دو عالم
بسلطانی رساندت ازین پاس

تو مباش اصل کمال اینست و بس تو ز خود گم شو وصال اینست و بس
(ترجمہ: ہر دو عالم میں تجھے ایک بندہ (مرشد) ہی کافی ہے۔ تاکہ بغیر خدا کی یاد کے
تمہاری ایک سانس بھی نہ نکلے۔ اگر تم ”پاسِ انفاس“ کو یاد رکھو تو یہ تمہیں بادشاہت کے مقام تک
پہنچا دے گا۔
تم درمیان میں نہ رہو، بس یہی کمال ہے۔ تم اپنے آپ کو بھول جاؤ، بس یہی وصال
ہے۔) (۸)

بنام مولانا جامی

[بے شک مولانا جامی اپنے آپ کو خواجہ احرار کا ایک راسخ العقیدہ نیاز مند سمجھتے
تھے لیکن مندرجہ ذیل خط سے معلوم ہوتا ہے کہ خود خواجہ احرار کو مولانا سے کیا قربت
حاصل تھی اور ان کا کس قدر احترام کرتے تھے۔ خواجہ احرار نے الفاظ کا چناؤ اس
طرح کیا ہے گویا وہ مرید اور مولانا جامی مراد ہوں۔ مرتب]

نیاز کے بعد، اس بے چارے، گرفتار کی عرض داشت یہ ہے کہ کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ
گستاخی کر کے اپنی خرابی احوال آپ کے آستانہ تک پہنچاؤں، لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس فقیر کی خرابی
احوال آنجناب کے لیے ملال آور ہوگی۔ ”ذکر الوحشة وحشة“ [وحشت کا ذکر خود وحشت
ہے] بہ ہر حال میرے ملحوظ ہے۔ میری خواہش ہے کہ اس در ماندہ کی خرابی احوال پر نظر کریں اور
اس ضعیف سے ہمدردی، جو کہ اخلاق کریمہ ہے، کا اظہار کریں۔ میں اپنی گرفتاری کا سبب سوائے
اس کے اور کچھ نہیں جانتا کہ:

ہر کہ را دیو از کریمان وا برد بی کسش سازد، سرش را وا خورد
(ترجمہ: جسے دیو، کریموں کے پاس سے اٹھا کر لے جاتا ہے اسے بے کس بنا دیتا ہے اور
اس کا سر چبا لیتا ہے۔)
والسلام والا کرام (۹)

حواشی

- ۱- احوال و سخنان خواجه عبید اللہ احرار، ص ۵۵۰
- ۲- ایضاً، ص ۵۵۰.
- ۳- ایضاً، ص ۵۵۲-۵۵۳
- ۴- < خواجه عبید اللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط >، ص ۱۵۲
- ۵- خط کی انگریزی مترجم پروفیسر جو۔ این گروس کا خیال ہے کہ اس ”دشمن“ سے مراد وہ اُزبک اور پُختے ہیں جو مشرقی ترکستان میں آل تیمور کے خلاف کارروائی کرتے تھے۔ < خواجه عبید اللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط >، ص ۱۸۶، حاشیہ نمبر ۱۲۴
- ۶- جس لفظ کا میں نے اراکین حکومت ترجمہ کیا ہے، متن میں وہ لفظ ”مخدوم زادگان“ ہے۔ انگریزی مترجم نے Princes (شہزادے) ترجمہ کیا ہے۔ < خواجه عبید اللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط >، ص ۱۸۶
- ۷- < خواجه عبید اللہ احرار اور اُن کے متعلقین کے خطوط >، ص ۱۸۶-۱۸۷
- ۸- احوال و سخنان خواجه عبید اللہ احرار، ص ۵۶۳-۵۶۵ منقول از فقرات
- ۹- رشحات عین الحیات، ج ۱، ص ۲۴۸

فہرستِ مآخذ

فہرست مآخذ

(عربی، فارسی، ترکی، اردو، انگریزی، روسی کتب و رسائل)
 دو بریکٹ < > کے اندر غیر ملکی کتب کے اسماء کے مخففات درج ہیں۔

آثارالصنادید، سرسید احمد خان، بہ اہتمام خلیق انجم، دہلی، اردو اکادمی دہلی، ۱۹۹۲ء
 آئین اکبری، ابوالفضل علامی، مطبع منشی نول کشور، ۱۸۹۳ء
 سلسلہ احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار، تصحیح و مقدمہ و تعلیقات عارف نوشاہی، تہران،
 مرکز نشر دانشگاهی، ۱۳۸۰ ش / ۲۰۰۲ء
 < ادبیات ترکی >

Turkish Literature: A Bio-Bibliographical Survey,

H. F. Hofman, Utrecht, 1969

اردو دائرہ معارف اسلامیہ، بہ اہتمام دانشگاه پنجاب، لاہور، ۱۹۷۵ء، ج ۱۱: ۱۹۸۵ء، ج ۱۸
 < اسٹوری >

Persian Literature: A Bio-Bibliographical Survey,, C. A.

Storey, London, 1935

اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید، محمد بن منور بن ابی سعد بن ابی طاہر بن ابی سعید میہنی،
 مقدمہ، تصحیح و تعلیقات محمد رضا شفعی کدکنی، تہران، آگاہ، ۱۳۶۶ ش، ۲ حصے
 < اسناد سمرقند >

اسناد سمرقند: ۱۵ - ۱۶ ویں صدی، او۔ ڈی۔ چیخوویچ، O. D. Chekhovich,

Samarkandskie dokumenty XV-XVI vv. روسی ترجمہ، فارسی نقل، اصل

اسناد کا عکس، ماسکو، ۱۹۷۳ء

اسناد و مکاتبات تاریخی ایران (از تیمور تا شاہ اسماعیل)، عبدالحسین نوایی، تہران، بنگاہ ترجمہ و نشر کتاب، ۱۳۵۶ ش

اکبر نامہ، ابوالفضل علائی، بہ تصحیح مولوی آغا احمد علی و مولوی عبدالرحیم، کلکتہ، ایشیا ٹک سوسائٹی آف بنگال، ۱۸۷۷ء، ج ۱

الغ بیگ و زمان وی، بارتھولڈ، فارسی ترجمہ حسین احمدی پور، تہریز، چہر، ۱۳۳۶ ش؛ اصل کتاب کے کوائف یہ ہیں:

Ulug Beg i Ego Vermya, by V. V. Barthold, Moscôw, 1964

(reprint)

انیس الطالین وعدۃ السالکین، صلاح بن مبارک بخاری، بہ تصحیح خلیل ابراہیم صاری، بہ کوشش توفیق ہاشم پور سبحانی، تہران، کیمیان، ۱۳۷۱ ش

ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، اسماعیل باشا بغدادی، بہ تصحیح محمد شرف الدین بالتقابا، بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۰ء، ج ۱، ۲ [کشف الظنون کی تیسری اور چوتھی جلد کے طور پر شائع ہوئی ہے۔]

بابر نامہ (ترکی)، ظہیر الدین محمد بابر، بہ اہتمام اے۔ ایس۔ بیورج، لندن، لوزاک، ۱۹۷۱ء، یہ سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد کے نسخہ کی عکسی اشاعت ہے۔

انگریزی ترجمہ:

B bur N ma (Memoirs of Babur), Zâhirud din Muhammad

B bur P dshah Gh zi, Tr. Annette Susannah

Beveridge, Dehli, 1979 (reprint).

برصغیر میں تصوف کے نادر مخطوطات پر جنوبی ایشیائی علاقائی سمینار منعقدہ ۱۹۸۵ء کے

مقالات، باضمیمہ ”ہندوستان کے کتابخانوں میں مخطوطات تصوف فارسی و عربی“، خدا

بخش اور نیشنل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۲ء

< بہاء الدین نقشبند > ۱

Bahaeddin Naksbend:**Hayati,****(XII-XVII Asirlar),**

Necdet Tosun, Istanbul, İnsan Yayinlari, 2002.

تاریخ رشیدی، میرزا محمد حیدر دوغلات، تصحیح عباس قلی غفاری فرد، مرکز نشر میراث مکتوب، تہران،
۱۳۸۳ ش ۲۰۰۴ء

تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی تا پایان قرن دہم ہجری، سعید نفیسی، تہران، فروغی،
۱۳۶۳ ش

تجارب المملوک (ترجمہ بابرنامہ)، ظہیر الدین محمد بابر، فارسی ترجمہ عبدالرحیم خانخانا، بمبئی، بہ
اہتمام میرزا محمد ملک الکتاب، ۱۳۰۸ھ

تحائف قدسیہ، پیر کمال لاہوری، قلمی، مکتوبہ سید بشیر احمد بشارت نوشاہی، ۶ رمضان ۱۳۵۶ھ،
کتب خانہ سید شریف احمد شرافت نوشاہی، ساہن پال شریف، ضلع منڈی بہاء الدین
تحفۃ الاحرار، عبدالرحمن جامی، مشمولہ مثنوی، فتن اورنگ، بہ تصحیح و مقدمہ آقا مرتضی مدرس
گیلانی، تہران، سعدی، [۱۳۵۱ ش]

تذکرہ ہمایون و اکبر، بایزید بیات، بہ سعی و تصحیح محمد ہدایت حسین، کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی آف
بنگال، ۱۹۴۱ء

تصوف و ادبیات تصوف، یوگنی ایڈورڈوویچ برٹلس، فارسی ترجمہ سیروس ایزدی، تہران، امیر کبیر،
۱۳۵۶ ش

تقوم البلدان، ابوالفدا، فارسی ترجمہ عبدالحمید آتی، تہران، بنیاد فرہنگ ایران، ۱۳۴۹ ش
ثمرات القدس من شجرات الانس، لعل بیگ بدخشانی، بہ تصحیح و تعلیقات سید کمال حاج سید جوادی،
تہران، پڑو، شگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، ۱۳۷۶ ش

جادۃ العاشقین، شرف الدین حسین خوارزمی، قلمی، مملوکہ پیر ابوالخیر عبداللہ جان نجدی، پشاور
جامی، علی اصغر حکمت، تہران، توس، ۱۳۶۳ ش

الجانب الغربی فی حل مشکلات الشیخ محی الدین ابن عربی، ابوالفتح محمد بن مظفر اللہ بن محمد بن
حمید الدین عبداللہ مشہور بہ شیخ ملکی، بہ اہتمام و حواشی نجیب مایل بروی، تہران، مولی،

۱۳۶۳ش / ۱۴۰۵ھ

جغرافیائی تاریخی سرزمین ہای خلافت شرقی، لسترنج، فارسی ترجمہ محمود عرفان، تہران، شرکت
انتشارات علمی وفرہنگی، ۱۳۶۷ش، طبع سوم

حامد الگار < تاریخ مختصر نقشبندیہ >

Hamid Algar, "A brief History of the Naqshbandi Order", in
Naqshbandis, Istanbul-Paris, 1990, pp. 3-44

حامد الگار < مقدم نقشبندیوں پر ابن عربی کے اثرات >

"Reflections of Ibn 'Arabi in early Naqshbandi tradition",

Islamic Arastirmalar, Ankara, vol. 5, No. 1, Jan. 1991,

pp. 1-20

حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، غیاث الدین بن ہمام الدین حسینی المدعو بہ خواند امیر، زیر نظر محمد
دبیر سیاقی، تہران، خیام، ۱۳۶۲ش، طبع سوم، ج ۳، ۴

حدائق الشقائق، مجدی محمد افندی، بہ اہتمام عبدالقادر اوزجان، استنبول، دار الدعوة، ۱۹۸۹ء، یہ
شقائق النعمانیہ کا ذیل ہے۔

حوراسیہ، عبید اللہ احرار، قلمی، ابوریحان بیرونی انسٹیٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، 507۔
اسلام آباد اور تہران سے شائع ہو چکا ہے۔

خردنامہ اسکندری، عبدالرحمان جامی، مشمولہ مثنوی، نفث اورنگ، بہ تصحیح و مقدمہ آقامر تفضی مدرس
گیلانی، تہران، سعدی، [۱۳۵۱ش]

خزیمۃ الاصفیاء، غلام سرور لاہوری، لکھنؤ، مطبع ثمر ہند، ۱۸۷۳ء، ج ۱

خواجہ احرار ولی، باتورخان خلعت پور ولی، بہ اہتمام رحیم مسلمانیان قبادیانی، تہران، دفتر نشر فرہنگ
اسلامی، ۱۳۷۶ش

< خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط >

*The Letters of Khwaja 'Ubayd Allah Ahrar and his
associates/by Jo-Ann Gross and Asom Urunkbayev,*

Published in cooperation with the Al-Beruni Institute of
Oriental Studies of the Academy of Sciences of the
Uzbekistan.-Leiden:Boston:Koln;Brill,2002

خوارق عادات احرار، مولانا شیخ، قلمی، خدا بخش اور نیشنل پبلک لائبریری، پٹنہ، H.L.2480،
تہران اور ٹوکیو سے شائع ہو چکی ہے۔

تذکرہ خوش معرکہ زیبا، سعادت خان ناصر، بہ اہتمام مشفق خواجہ، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۰ء،
دانش، فصلنامہ رازی فی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران، اسلام آباد، شمارہ ۲،
۱۳۶۳ش/۱۹۸۵ء

دائرة المعارف فارسی، بہ سرپرستی غلام حسین مصاحب، تہران، شرکت سہائی کتابہای جدید
باہمکاری مؤسسہ انتشارات فرانکلین، ۱۳۳۵ش، ج ۱: ۱۳۵۶ش، ج ۲
دلائل السلوک، اللہ یار خان، مرتبہ حافظ عبد الرزاق، ادارہ نقشبندیہ اویسیہ، دارالعرفان
منارہ، ضلع چلوال، ۱۹۹۲ء

دیوان بہرام سقا، بہرام سقا بخاری، قلمی، بادلیان، Whinfield 39، مکتوبہ ۱۰۲۸ء
دیوان جامی، نورالدین عبدالرحمان جامی، مقدمہ و تصحیح املا خان فتح زاد، مرکز نشریات
مکتوب، تہران، ۱۳۷۸ش/۱۹۹۹ء، ۲ جلد

رشحات عین الحیات، فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی، بامقدمہ و تصحیح ت و حواشی و تعلیقات
علی اصغر معینیان، تہران، بنیاد نیلوی کاری نوریانی، ۱۳۵۶ش، ۲ جلد

روضات الجنات فی اوصاف مدینہ ہرات، معین الدین محمد زبکی اسفزاری، با تصحیح و حواشی و
تعلیقات محمد کاظم امام، تہران، دانشگاه تہران، ۱۳۳۸-۳۹ش، ۲ جلد

روضات الجنات و جنات الجنان، حافظ حسین کربانی تبریزی معروف بہ ابن النیر بلالی، بہ
اہتمام جعفر سلطان القرانی، تہران، بنگاہ ترجمہ و نشر کتاب، ۱۳۳۳ش

روضۃ الریاحین، درویش علی بوزجانی، بامقدمہ و تعلیقات حشمت مؤید، تہران، بنگاہ ترجمہ و نشر
کتاب، ۱۳۲۵ش

تاریخ روضۃ الصفا، میر محمد بن سید برہان الدین خواوند شاہ اشیر، بہ میر خواند، تہران، مرکزی و خیام

دہلیروز، ۱۳۳۹ھ، ج ۵، ۶، ۷

ریاض الانشاء، عماد الدین محمود گادان ملقب بہ صدر جہان، بہ تصحیح و تحشیہ شیخ چاند بن حسین، بہ اہتمام
غلام یزدانی، حیدرآباد دکن، مجلس مخطوطات فارسیہ، ۱۹۳۸ء
ریاض العارفین، رضاقلی خان ہدایت، تہران، محمودی، بلا تاریخ۔

ریاض الفصحاء (تذکرہ ہندی گویان)، غلام ہمدانی مصحفی، مرتبہ مولوی عبدالحق، اورنگ
آباد، انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۳ء

زاد المتقین فی سلوک الطريق الیقین، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، قلمی، قومی عجائب
گہر پاکستان، کراچی، شمارہ N.M.1966-135

زبدۃ المقامات (برکات الاحمدیہ الباقیہ)، محمد ہاشم کشمی، کان پور، نول کشور، ۱۸۹۰ء
سخنان منظوم ابوسعید ابوالخیر، بہ اہتمام سعید نفیسی، کتاب خانہ سنائی، تہران ۱۳۶۹ھ، طبع سوم
سلسلہ الذہب، عبد الرحمان، جامی، مشمولہ مثنوی ہفت اورنگ، بہ اہتمام آقا مرتضیٰ مدرس گیلانی،
تہران، سعدی، [۱۳۵۱ھ؟]

سلسلہ العارفین و تذکرۃ الصدیقین، مولانا محمد قاضی سمرقندی، قلمی، گنج بخش، اسلام آباد، ۲۹۵۱
سلسلہ نامہ خواجگان نقشبند، محمد بن حسین بن عبداللہ قزوینی، قلمی، لالہ لی (Laleli)، استنبول،

1381

سمریہ، ابوظاہر سمرقندی، بہ کوشش ایرج افشار، تہران، فرہنگ ایران زمین، ۱۳۴۳ھ، طبع اول؛
تہران، مؤسسہ فرہنگی جہانگیری، ۱۳۷۰ھ، طبع دوم

سنوات الاتقیاء، بدرالدین سرہندی، قلمی، ذاتی کتب خانہ ایف اللہ عثمانی، سرگودھا، بقلم شیخ محمد
یسین پانی پتی، مکتوبہ غزہ ذیقعدہ ۱۲۶۲ھ، اس کا عکس ڈاکٹر ساجد اللہ تفسہی، کراچی کے
پاس ہے جس سے استفادہ کیا گیا۔

المشائق النعمانیہ فی علماء الدولۃ العثمانیہ، عصام الدین ابی الخیر احمد الشہیر بطاش کوپری زادہ،
تحقیق احمد سحی فرات، استنبول یونیورسٹی، ۱۴۰۵ھ

طبقات شاہ جہانی، محمد صادق کشمیری، ہمدانی، قلمی، برٹش میوزیم، لندن، Or1673، اس کا عکس
ڈاکٹر محمد اسلم خان، دہلی یونیورسٹی کے پاس تھا جس سے استفادہ کیا گیا، نیز مطبوعہ: بہ

اہتمام محمد اسلم خان، شعبہ فارسی، دہلی یونیورسٹی، (طبقة تاسعہ) ۱۹۹۳ء؛ (طبقة عاشرہ)،

۱۹۹۰ء

طریقہ خواجگان نقشبند، شیخ احمد سرہندی، قلمی، گنج بخش لاہوری، اسلام آباد، ۲۰۲۳ء
عرفات العاشقین و عرصات العارفین، تقی الدین محمد اوحدی بلیانی، قلمی، کتابخانہ ملی ملک،

تہران، ۵۳۲۳

عمل صالح الموسوم بہ شاہجہان نامہ، محمد صالح کنبو، ترتیب و تحشیہ غلام یزدانی، ترمیم و تصحیح وحید
قریشی، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء

فقرات، عبید اللہ احرار، قلمی، قومی عجائب گھر پاکستان، کراچی N.M. 1974-108، مکتوبہ
ربیع الآخر ۱۰۹۰ھ۔ حیدرآباد دکن سے شائع بھی ہو چکا ہے۔

<فہرست ازبکستان>:

<فہرست نسخہ ہای خطی عربی، فارسی و ترکی موجود در اکادمی علوم ازبکستان>، مختلف مؤلفین،
تاشقند، ۱۹۵۲-۷۵ء، ۱۰ جلد، کتاب روسی زبان اور کریلیہ رسم الخط میں ہے۔

<فہرست تاجیکستان>:

<فہرست نسخہ ہای خطی عربی و فارسی موجود در اکادمی علوم تاجیکستان>، دو شنبہ، ۱۹۶۸ء، ۲ جلد،
کتاب روسی زبان اور کریلیہ رسم الخط میں ہے۔

<فہرست دانشگاه تاشقند>:

*A Descriptive catalogue of the Persian, Arabic, Turkish
Manuscripts Preserved in the Library of Middle Asiatic
State University, A. A. Semenov, Tashkent, 1935.*

فہرست کتابہای چاپی فارسی، خانباہامشار، تہران، ناشر مصنف، ۱۳۵۱ ش، ج ۲: ۱۳۵۲ ش، ج ۳
فہرست المخطوطات ترکیہ العثمانیہ التي اقتنھا دارالکتب القومیہ منذ عام ۱۸۰۰ حتی نہایت
۱۸۰ م، مصنف نامعلوم، قاہرہ، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، ۱۹۸۷ء، القسم

الاول

فہرست مخطوطات شفیع (بہ فارسی و اردو پنجابی) در کتابخانہ مرحوم پروفیسور داکتر مولوی محمد شفیع،

محمد بشیر حسین، لاہور، دانشگاه پنجاب، ۱۹۷۲ء

فہرست المخطوطات الفارسیہ التي تقيها دارالکتب حتی عام ۱۹۶۳م، مصنف نامعلوم، قاہرہ،

۶۷-۱۹۶۶ء، جلد ۲

> فہرست موزہ مولانا <

Mevlânâ Müzesi Yazmalar Katalogu, Abdülbaki

Gölpınarlı, M.E.B (Milli Eğitim Bakanlığı), Ankara,

1971, Vol.2

فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، احمد منزوی، تہران، آرسی ڈی، ۱۳۴۸ش، ج ۱: ۱۳۳۹ش،

ج ۲: ۱۳۵۱ش، ج ۵

فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، احمد منزوی، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران

و پاکستان، ۱۹۸۴ء، ج ۳: ۱۹۸۶ء، ج ۷: ۱۹۸۷ء، ج ۸: ۱۹۹۰ء، ج ۱۱: ۱۹۹۱ء، ج ۱۲

فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانہ بروسنہ، توفیق ہ۔ سبحانی، دانشگاه گیلان، رشت ۱۳۶۸ش

فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانہ رضا، رامپور، [بلا مصنف]، رام پور رضالا بہریری، ۱۹۹۶ء

فہرست نسخہ ہای خطی فارسی کتابخانہ ہمدرد کراچی، خضر عباسی نوشاہی، اسلام آباد، مرکز تحقیقات

فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۸۸ء

فہرست نسخہ ہای خطی فارسی موزہ ملی پاکستان کراچی، عارف نوشاہی، اسلام آباد، مرکز تحقیقات

فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۸۳ء

> فہرست نسخہ ہای خطی فارسی و تاجیکی در اسیا و آسیایی، مسکو، ۱۹۶۴ء، کتاب روسی

زبان اور کریلیہ رسم الخط میں ہے

فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ گنج بخش، احمد منزوی، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و

پاکستان، ۱۹۷۸ء، ج ۲: ۱۹۸۲ء، ج ۴

فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ ملی ملک وابستہ بہ آستان قدس، زیر نظر ایرج افشار و محمد تقی دانش

پڑدہ، باہمکاری محمد باقر جتئی و احمد منزوی، مشہد، آستان قدس، ۱۳۶۳ش، ج ۵: ۱۳۶۹ش

ش، ج ۷

فہرستوارہ کتابہای فارسی، احمد منزوی، مرکز دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، تہران،

۱۳۸۲ ش، ج ۷، ۸

قدسیہ، (کلمات بہاء الدین نقشبند)، جمع کردہ محمد بن محمد پارسای بخارائی، مقدمہ و تصحیح و تعبیق احمد

طاہری عراقی، تہران، طہوری، ۱۳۵۴ ش؛

دوسری اشاعت: رسالہ قدسیہ، با مقدمہ و تفسیر و تصحیح و تعلیقات ملک محمد اقبال، راول

پنڈی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۵ء

کتابخانہ ہای پاکستان، محمد حسین تسبیحی، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۷ء

کشف الظنون عن اسامی الکتب والفتون، مصطفیٰ بن عبداللہ معروف بہ حاجی خلیفہ، بیروت،

دار الفکر، ۱۹۹۰ء، ج ۲

الکواکب السائرہ بأعیان المحدثہ العاشرہ، نجم الدین غزنی، بہ اہتمام جبرائیل سیمان جبور،

بیروت، ۱۹۲۵ء

کلیات باقی باللہ یعنی مجموعہ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات، خولجہ محمد باقی معروف بہ خولجہ باقی

باللہ، مرتبہ ابوالحسن زید فاروقی و برہان احمد فاروقی، لاہور، ملک دین محمد اینڈ سنز، ۱۹۶۷ء

لحات من فحاحات القدس، محمد عالم صدیقی علوی، پیشلفتن رو بہارس محمد نذیر راجھی، اسلام آباد، لاہور، مرکز

تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، مؤسسہ انتشارات اسلامی، ۱۹۸۶ء، فکس میڈیٹیشن

مآثر الامراء، عصام الدولہ شاہ نواز خان، بہ تصحیح مولوی عبدالرحیم و مولوی میرزا اشرف علی،

کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، ۱۸۹۰ء، ج ۲

مجالس العشاق، کمال الدین حسین گازرگاہی، قلمی، گنج بخش، اسلام آباد، ۷۳۰

مطبوعہ: بہ اہتمام غلام رضا طباطبائی، تہران، زرین، ۱۳۷۶ ش

تذکرہ مجالس العفاس، میر نظام الدین علی شیر نوائی، فارسی ترجمہ سلطان محمد فخری بہ اتی و سیر شہد

قزوینی، بہ اہتمام علی اعظم حکمت، تہران، منوچہری، ۱۳۶۳ ش

مجمع الفصلاء، محمد عارف بقائی بخارائی، قلمی، تہران یونیورسٹی سنٹرل لائبریری، ۶۵۳۶، ایک جدید

نسخہ جو محمد انور نے ۱۳۳۰ ش ۱۹۵۱ء میں کابل میں تحریر کر کے سعید نفیسی کو پیش کیا۔

مجمع العفاس، سراج الدین علی خان آرزو، بہ کوشش زیب النساء سلطان علی، اسلام آباد، مرکز

تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۲۰۰۴ء، ج ۱

تذکرہ مخزن الغرایب، احمد علی خان ہاشمی سندیلوی، بہ اہتمام محمد باقر، لاہور، پنجاب یونیورسٹی،

۱۹۶۸ء، ج ۱؛ ۱۹۷۰ء، ج ۲

مرآت الادوار و مرقات الاخبار مشہور بہ تاریخ لاری، مصلح الدین لاری، قلمی، آستان قدس

رضوی، مشہد، ۲۱۵۵؛ خواجہ احرار سے متعلقہ حصہ شائع ہو چکا ہے، دیکھیے: مقالات

عارف، عارف نوشاہی، تہران، بنیاد موقوفات دکتر محمود افشار، ۲۰۰۶ء، ج ۲، ص ۸۵-۱۰۲

مرآت التصوف (تصوف پر اہم مخطوطات کی جزوی فہرست)، محمود حسن قیصر امر وہوی، زیر

نگرانی محمد حسین رضوی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۱۹۸۵ء

مطلع سعدین و مجمع بحرین، کمال الدین عبدالرزاق سمرقندی، بہ تصحیح محمد شفیع، لاہور، مطبع برقی

گیلانی، ۱۹۳۶-۳۹ء

معجم البلدان، شہاب الدین ابی عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی، طہران،

اسدی، ۱۹۶۵ء، طبع عکسی

معجم المؤلفین، عمر رضا کحالی، بیروت، مکتبہ المثنیٰ و دار احیاء التراث العربی، بلا تارخ، ج ۶ و ۸

مقامات جامی، نظام الدین عبدالواسع نظامی، بہ اہتمام نجیب مایل ہروی، تہران، نشرنی، ۱۳۷۱ ش

مکتوبات امام ربانی، شیخ احمد سرہندی، حواشی و شرح نور احمد امرتسری، تصحیح و نظر ثانی محمد سعید احمد

نقشبندی، لاہور، مکتبہ سعیدیہ، بلا تارخ، دفتر ۳

ملفوظات احرار، جمع و تحریر میر عبدالاول نیشتاپوری، مشمولہ احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار، بہ

اہتمام عارف نوشاہی، تہران، مرکز نشر و اشگاہی، ۱۳۸۰ ش

منتخب التوارخ، عبدالقادر بدآونی، بہ تصحیح ولیم ناسولیس و احمد علی، کلکتہ، ۱۸۶۵ء

تذکرہ منتخب اللطائف، رحم علی خان ایمان، بامقدمہ تارا چند، بہ اہتمام محمد رضا جلالی تائینی و امیر

حسن عابدی، تہران، ۱۳۴۹ ش

منشآت میدی، حسین بن معین الدین میدی، قلمی، تہران یونیورسٹی سنٹرل لائبریری،

۷۵۰۰، مجموعہ مکتوبہ ۱۰۸۷ھ؛ [طبع نصرت اللہ فروہر، تہران، ۱۳۷۶ ش بھی دستیاب ہے]

مہمان نامہ بخارا، فضل اللہ بن روز بہان نجفی، بہ اہتمام منوچہر ستودہ، تہران، بنگاہ ترجمہ و نشر

کتاب، ۱۳۵۵ش

نامہ ہا و منشآت جامی، نورالدین عبدالرحمان جامی، مقدمہ و تصحیح عصام الدین اورون بائیف
 و اسرار رحمانوف، مرکز نشر میراث مکتوب، تہران، ۱۳۷۸ش، ۲۰۰۰ء

نامہ ہای دست نویس عبدالرحمان جامی از مرقع علی شیر نوائی، تہبید و تنظیم از عصام الدین اورون
 بائیف، تاشقند، فن، ۱۹۸۲ء

نزہۃ الخواطر و ہجۃ المسامع والنواظر، عبدالحی بن فخر الدین حسنی، حیدرآباد دکن، دائرۃ المعارف
 العثمانیہ، ۱۹۷۶ء، ج ۳ و ۵

< نسایم الحبیۃ من شمایم الفتوۃ >، امیر علی شیر نوائی، بہ اہتمام کمال ارسلان، استنبول،
 ۱۹۷۹ء (رومن ترکی رسم الخط میں)

نسب نامہ احرار، عبدالحی بن ابوالفتح، قلمی، گنج بخش، اسلام آباد، ۱۳۹۶؛ قلمی، اسعد افندی، سلیمانیا،
 استنبول، ۱۶۸۸

نسخہ ہای خطی، (نشریہ)، کتابخانہ مرکزی و مرکز اسناد دانشگاه تہران، ۱۳۶۲ش، دفتر ۱۱ و ۱۲

نسمات القدس من حدائق الانس، محمد ہاشم کشمی، قلمی، گنج بخش، اسلام آباد، ۱۰۴۷۰

نجات الانس من حضرات القدس، عبدالرحمان جامی، بہ اہتمام محمود عابدی، تہران، اطلاعات،
 ۱۳۷۰ش

نقشی از خالد نقشبندی و پیروان طریقت او، تحقیق و تصحیح و ترجمہ مہین دخت معتمدی، تہران،
 پاژنگ، ۱۳۶۸ش

رسالہ والدیہ ترجمہ سی، عبید اللہ احرار، ترکی ترجمہ ظہیر الدین محمد بابر، بہ اہتمام اکمل ایوبی، علی گڑھ
 مسلم یونیورسٹی، ۱۹۶۸ء

ہدیۃ العارفین (اسماء المولفین و آثار المصنفین من کشف الظنون)، اسماعیل باشا بغدادی،
 بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۰ء، جلد ۲، [کشف الظنون کے ساتھ جلد ۵ و ۶ کے طور پر شائع ہوئی]

ہفت اقلیم، امین احمد رازی، با تصحیح و تعلیق جواد فاضل، تہران، علی اکبر و ادبیہ، بلا تارخ

یوسف وزلیخا، عبدالرحمان جامی، مشمولہ مثنوی، ہفت اورنگ، بہ تصحیح و مقدمہ آقا مرتضی مدرس
 گیلانی، تہران، سعدی، [۱۳۵۱ش]

ضمیمہ مزید مطالعہ کے لیے

یہاں مختلف زبانوں میں لکھی گئی چند ایسی کتابوں کی فہرست دی جا رہی ہے جن میں خواجہ احرار کا ذکر ہے۔ ان کتب سے موجودہ تحقیق میں استفادہ نہیں کیا گیا، کیوں کہ یہ میری دسترس میں نہیں تھیں یا یہ درجہ دوم کے ماخذ میں شمار ہوتی ہیں۔ اپنے ماخذ کا حوالہ ساتھ دے دیا ہے۔

فارسی

احوال بزرگان، شاہ غلام علی دہلوی، قلمی، کتابخانہ جی معین الدین، لاہور (مقامات مظہری، بہت صحیح محمد اقبال مجذدی، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۱۷۱)

احوال حضرت مولانا محمد قاضی [سمرقندی]، قلمی، موزہ بریتانیا، ش Add 26267،
<فہرست ریو، ۲: ۸۵۹>

بدایۃ السالکین، مصنف نامعلوم، قلمی، کتابخانہ مرکزی دانشگاه تہران، ش ۵۸۷۷،
(فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ مرکزی دانشگاه تہران، ۱۶: ۱۱۸)

بیان سنن روایت مشائخ نقشبندیہ تا عبید نقشبندی، قلمی، اورینٹل انسٹی ٹیوٹ، ماسکو، ش
C 2210، تاریخ ۱۱۳۳ھ <فہرست نسخہ ہای فارسی و تاجیکی>، از میکونو، بہ زبان روسی، ۸۰: ۱
تاریخ ابوالخیر خانی، مسعود بن عثمان کوہستانی، قلمی، دانشگاه لیننگراڈ، ش 852 <انسائیکلو پیڈیا
ایرانیکا، ۱: ۶۶۹>

تاریخ خواجہ عبید اللہ احرار، مصنف نامعلوم، قلمی، دو شنبہ، ش 548/1 <ہسٹری اف
صوفی ازم ان انڈیا، اطہر عباس رضوی، ۲: ۱۷۶>

(تاریخ سلسلہ نقشبندیہ)، ابوالحسن محمد باقر بن محمد علی، سال تصنیف ۹۳۷ھ۔ مصنف
نے کتاب کا کوئی نام مقرر نہیں کیا۔ اس کے مضامین رشحات عین الحیات سے مشابہ ہیں۔ اس کا
”مقصد“ چہارم حالات و ملفوظات و کرامات احرار میں ہے۔ قلمی، انڈیا آفس لندن، ش 1426،
۲۷۷ ورق۔ <فہرست اتے، ۶۳۶>۔ میرے خیال میں اتے نے تاریخ تصنیف لکھنے میں

غلطی کی ہے کیوں کہ اسی مصنف نے مقامات خواجہ نقشبند، ۱۰۶۳ یا ۱۰۸۴ھ میں لکھی اور ان تاریخوں (۹۴۷ھ و ۱۰۸۴ھ) میں بہت زیادہ فاصلہ ہے۔

تذکرۃ الاتقیاء و مسیرۃ الاصفیاء و لذیذۃ الازکیاء، محمد امین بن محمد عظیم مرغینانی نقشبندی، قلمی، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، ش 9137۔ ایک متاخر تذکرہ جس میں علام سرور لاہوری کی خزینۃ الاصفیاء سے استفادہ کیا گیا ہے۔ > فہرست اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، ۶۰۰۴:۸ <

تذکرۃ عبید اللہ احرار، مصنف نامعلوم، قلمی، حبیب گنج، کتابخانہ آزاد، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ش ۲۲: ۸۱-۲۶ ورق (مرآۃ التصوف، ۱۱۵)

تذکرۃ نقشبندیہ بہ طریق نظم، محمد طاہر بن محمد طیب، قرن ۱۲ھ، قلمی، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، ش III 855، مورخ ۱۳۱۱ھ > فہرست اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، ۱۵۲۹:۲ <

تراجم المشائخ الاحرار یہ الحجۃ دیہ، میرزا مقصود دبیدی، قلمی، کتابخانہ عارف حکمت، ملک عبدالعزیز لاہوری، مدینہ منورہ (نسخہ خود دیکھا ہے)

تراجم المشائخ المذكورین فی السلسلہ الحجۃ دیہ، خلیل صاحب افندی، قلمی، کتابخانہ عارف حکمت، ملک عبدالعزیز لاہوری، مدینہ منورہ (نسخہ خود دیکھا ہے)

خلاصۃ الاحباب، محمد افضل سروروی، سال تصنیف ۱۱۶۶ھ، قلمی کتابخانہ مرزا، اشہادہ تہران ش ۹۱۴، ورق ۲۱۱-۲۱۲ (نسخہ خود دیکھا ہے)

رشحات القدس فی شرح نجات الانس، درویش علی بوزجانی، قلمی، ورق ۲۵۱-۲۵۸، نصف اول، کتابخانہ مجلس شورای اسلامی، تہران، ش ۲۹۶۳، (نسخہ خود دیکھا ہے)

روضۃ السالکین، علی بن محمود ابیوردی، تصنیف دسویں صدی ہجری، روضۃ و ہمزات خواجہ احرار کے بارے میں ہے۔ قلمی، کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد، ش ۴۰۴۹ دیکھا ہے، پیرائے

نیشنل لائبریری (یوہار)، ہلکت، ش ۱۷۶، تاریخ ۹۴۸ھ (نسخہ ہائی لکھی، دفتر ۵۶۸۱)؛ کتابخانہ عارف حکمت، مدینہ، ش ۵۶۱ (ایضاً)؛ انڈیا آفس، لندن، ش ۱۱۰: ۶۳۲-۱۰۶۳، اسٹوری، ۹۶۴

زبدۃ الحقائق، محمد موسیٰ بن عیسیٰ دبیدی، ۱۲۵۳ھ، قلمی، اکیڈمی آف سائنسز آف

از بکستان، تاشقند، ش 3808، دوسرا نسخہ نیز، ش ۹۰۳۳۔ (نسخہ ہای خطی، ۹: ۱۷۳، ۱۸۶) سلسلہ علیہ حضرات خواجگان نقشبند، عباد اللہ بن سلطان علی بلخی، ۱۲۱۳ھ، قلمی، آکادمی علوم

از بکستان، تاشقند، ش 1974 > فہرست اکیڈمی آف سائنسز آف از بکستان، ۳: ۲۷۱۷ <

سلسلہ نامہ خواجگان نقشبند، محمد بن حسین بن عبداللہ قزوینی، خواجہ احرار کے مریدوں کے اسما پر مشتمل ہے، ورق ۱۲-۱۰، قلمی، لالہ لی (Laleli)، استانبول، ش 1381

ظواہر السرایر، محمد عمر بن ابراہیم چمکنی پشاور، ۱۱۱۲ھ، قلمی، شیرانی، جامعہ پنجاب، لاہور، ش ۳۳۹۲/۳۸۸۔ (نسخہ خود دیکھا ہے)

عمدة المقامات، محمد ملقب بہ فضل اللہ سرہندی، تصنیف: ۱۱۲۶ھ، مطبوعہ لاہور، بلا تارخ، ص ۸۲-۷۷، حالات و ملفوظات احرار۔ مصنف نے رشحات عین الحیات اور نسماۃ القدس سے استفادہ کیا ہے۔

مجموع التوارخ، تالیف ملا سیف الدین بن ملا شاہ عباس احسیندی، مرید مولانا اعظم سید میر جلیل متونی ۸۴۰ھ۔ تکمیل از نور (تورون) محمد بن ملا سیف الدین۔ یہ کتاب مخدوم اعظم احمد کاسانی کی وفات (۹۳۶ھ) کے ذکر پر ختم ہوتی ہے۔ قلمی، اورینٹل انسٹی ٹیوٹ، لنین گراڈ، ش

963۔ ورق 95b-97a پر عنوان ”باب در واقعہ [وفات] عبید اللہ احرار“، ورق 97a-98b ”باب در آمدن خواجہ عبید اللہ احرار بہ شاش و مدرسہ کردن“، ورق 98a-99a ”باب در بیان

خواب دیدن خواجہ عبید اللہ احرار“۔ > فہرست نسخہ ہای خطی تاجیکی و فارسی نستیو شرق شناسی کتابخانہ لنینگراد در زمینہ تارخ، تذکرہ و جغرافیہ < تالیف تاگر جان اف، طبع ۱۹۶۲، ص 153-159

مختصر الولایۃ، سید محمد سمرقندی، نسخہ عکسی مملوکہ ڈاکٹر حامد الگار، استادہ کالیفرنیا یونیورسٹی، برکلی (اس کی اطلاع خود حامد الگار نے اپنے ایک خط مکتوبہ ادا ستمبر ۱۹۹۱ء میں مجھے دی ہے)

مزارات ولایت سمرقند و عدد مواضع آنہا، تصنیف: میر محمد نسقی، جمع و تدوین: محمد صدیق بن امیر مظفر حشمت، تیرہویں صدی ہجری، قلمی، آکادمی علوم از بکستان، تاشقند، ش 79/xix۔

> فہرست آکادمی علوم از بکستان، ۱: ۶۹۷ < مقامات خواجہ احرار، خواجہ عبدالحق، قلمی، اکیڈمی آف سائنسز آف از بکستان، تاشقند، ش 3735/II؛ بہ قلم میر عبداللہ سمرقندی، ۱۰۸۶ھ۔ > فہرست اکیڈمی آف سائنسز آف از بکستان،

۸:۵۹۷۷<، اس کا آغاز ملفوظات احرار بہ تدوین عبدالاول نیشابوری کے ساتھ ملتا ہے۔
مقامات خواجہ احرار، قلمی، تاشقند، ش ۵537، <ہسٹری اف صوفی ازم ان انڈیا،
<۱۷۷:۲

پارہ ای از مقامات خواجہ احرار، قلمی، اکیڈمی آف سائنسز آف ازبکستان، تاشقند، ش
3808، تاریخ کتابت ۱۲۵۳ھ، (نسخہ ہای خطی، ۱۷۳:۹)

مقامات عبیدی، خطی، سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد دکن، ش 3-1-235/Tas-235، ۱۱ صدی
ہجری، در مجموعہ، ورق ۱-۴، <فہرست نسخہ ہای قلمی فارسی موزہ سالار جنگ، ۸:۲۷۸<
منقبت خواجہ عبداللہ [کذا] احرار و خواجہ بہاء الدین (منظوم)، شاعر نامعلوم، آغاز:
بشنوای سالک خدا آگاہ / شائق وصف اولیاء اللہ، قلمی، ندوۃ العلماء، لکھنؤ، ش ۳۱۸۔ (فہرست نسخہ
ہای خطی فارسی کتابخانہ ندوۃ العلماء، ۲۶۹)

عربی

ارغام المرید فی شرح النظم العتید لتوسل المرید (برجال الطریقہ النقشبندیہ الخالدیہ
الضیائیہ)، محمد زاہد بن حسن دوزجوی، ۱۴ صدی ہجری، طبع استانبول، حسین علمی، ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۳ء،
طبع عکسی از روی طبع استانبول ۱۳۲۸ق فی مطبعہ بکرافندی، حالات احرار، ص ۶۶-۶۴
الانوار القدسیہ فی مناقب السادۃ النقشبندیہ، یاسین بن ابراہیم سنوٹی نقشبندی، طبع
مصر، ۱۳۶۶ھ، ص ۱۷۵-۱۵۷

جامع کرامات الاولیاء، یوسف بن اسماعیل نبہانی (۱۳۵۰-۱۴۶۵ھ)، تحقیق و مراجعتہ
ابراہیم عطوہ عوض، بیروت، دارالفکر، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء، (نسخہ ہای خطی، ۲:۲۵۸)
الحدائق الوردیہ فی حقائق أجلاء النقشبندیہ، عبدالمجید بن محمد الخانی الخالدی نقشبندی،
۱۳۰۶ھ، طبع دمشق، عبدالوکیل دروبی، ۱۳۰۸ھ، ص ۱۷۴-۱۵۶، خواجہ احرار، ان کی اولاد اور
مریدوں کے حالات ہیں۔

الضوء اللامع لاهل القرن التاسع، شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاوی، ۹۰۲ھ،
بیروت، دارمکتبہ الحیاء، ب ت، ۵:۱۲۰: "عبیداللہ بن محمود الشاشی مات فی سلخ ربیع
الاول او مستهل الثانی سنة خمس و تسعین و ترجمته عندی بخط بعض الاحدین

عنه من أخذ عني كما في حوادثها او في حوادث التي بعدها مع موت يعقوب۔“

الطريقة النقشبندية واعلامها، محمد احمد درنيقه

الكواكب السائرة باعيان الممته العاشرة، نجم الدين غزي (م ۱۰۱۶ھ)، بہ اہتمام

جبرائیل سلیمان جبور، بیروت، ۱۹۳۵ء

ترکی

(الف۔ عربی رسم الخط میں)

فتوح المجاہدین لترویح قلوب المشاہدین (ترجمہ نفحات الانس جامی)، محمود بن عثمان بن

علی الشیر بہ لامعی (م ۹۳۸ھ)، طبع استانبول، ۱۲۸۹ھ، ص ۲۲۳ حالات خواجه احرار؛ ص ۲۵۸

اولاد خواجه احرار کے حالات، مترجم نے جامی کی معلومات پر اضافہ کیا ہے۔

قاموس الاعلام، ش۔ سامی، طبع استانبول، مہران مطبع سی، ۱۳۱۱ھ، ۳: ۳۰۹۸ ”عبداللہ

[کذا] احرار“، ۳: ۳۱۱۹ ”عبید اللہ احرار“

لغات تاریخیہ و جغرافیہ، احمد رافعت، استانبول، ۱۳۰۰ھ، ج ۵، ص ۲۶

مرآة المقاصد، احمد رفائی

نقشبندیہ طریقتی کار عائد قولیا ز مہ اثر لار فہرستی، شمس الدین خان ضیاء الدین خان اوغلی

بابا خانف، عبدالعزیز منصور، ماوراء النہر نشریاتی، تاشقند، ۱۹۹۳ء، ۱۲۷ صفحہ، ابوریحان بیرونی انسٹی

ٹیوٹ تاشقند میں موجود سلسلہ نقشبندیہ کے بارے میں مخطوطات کی فہرست ہے۔

(ب۔ رومن رسم الخط میں)

Turkiya Gazetesi, *Islam Alimleri Ansiklopedisi*, Istanbul, vol.

13, pp. 107-137

Turkiya Gazetesi, *Islam Tarihi Ansiklopedisi*, Istanbul, vol.

10, pp. 94-100

روسی

J.M. Rogers نے مقالہ Ahrar مشمولہ ”انسائیکلو پیڈیا ایرانیکا“، ۱: ۶۷۰-۶۷۷ میں

حسب ذیل روسی مآخذ کی فہرست دی ہے:

M. Aydarov, "Svyatiye, chtimiye tuzemtsami, premushchestvenno sartami Turkestanskogo krava: Khodzha Akhrar i ego ucheniki. Sheykh Khasan-Shashi i Sheykh Makhmud Sogdi (legenda)," with additions by P.A. Komarov in Sbornik materialov dlya statistiki Syr-Dar'yinskoi oblasti VI, Tashkent, 1870, pp. 3-90

O.D. Chekhovich, "K voprosu o gramotakh Khodzhi Akhrara," Istoricheskie Zapiski Akademii Nauk SSSR 29, Moscow, 1949, pp. 236-43

R.N. Nabiyeu, "Iz istorii politicheskoi- ekonomicheskoi zhizni Maverannakhra xv v. zametki o Khodzha Akhrare," in Velikiy Uzbekskiy poet, Tashkent, 1948, pp. 25-49

I.B. Pletnev and Yu.Z. Shvab, "Arkhitekturny ansambl'u mazara Khodzha Akhrara v Samarkande," in Srednyaya Aziya v drevnosti i Srednevekov'e, ed. B.G. Gafurov and B.A. Litvinsky, Moscow, 1977, pp. 160-64

N.I. Veselovsky, "Pamyatnik Khodzhi Akhrara v Samarkande," in Vostochnie zametki. Sbornik statei i issledovani professorov i prepodavatelei fakul'teta vostochnykh yazykov Imp. S.-Peterburgskogo Universiteta, St. Petersburg, 1895, pp. 321-35

V.L. Vyathin, "Iz biografii Khodzhi Akhrara," Turkestanskiye Vedomosti, Tashkent, 1904, no. 147

Idem, "O Khodzhe Akhrara," Turkestanskiye Vedomosti, Tashkent, 1898, no. 3

انگریزی

John P. Brown, *The Darvishes or Oriental Spiritualism*, Edited with an Introduction and Notes H.A. Rose, London, 1968, pp. 435-46

J.M. Rogers, "Central Asian Waqfiyyas of the Fifteenth and Sixteenth Centuries. The Endowments of Khwaja Ahrar," in International Seminar on Social and Economic Aspects of the Muslim Waqf, ed. Gabriel Baer, Jerusalem, in Press.

<انسائیکلو پیڈیا ایرانیکا، ۱: ۶۷۰>

جاپانی

مقالہ "وقفیہ خواجہ احرار"، نوشتہ Kawamoto Masatowo، ۱۹۸۹ء
 مقالہ "خواجہ احرار و ابو سعید (شیخ و حاکم عہد تیموری)"، نوشتہ Kawamoto Masatowo، ۱۹۸۶ء۔ (مجلہ آئندہ، ۱۸: ۱۶۷، ۱۶۹)

فرانسیسی

مقالہ "خواجہ عبید اللہ احرار کی تحریریں"، در مجلہ Cahiers d'Asie Centrale، تاشقند، [۱۹۹۸ء]

۱- مجلہ آئندہ، تہران نے یہ معلومات *Books and Articles on Oriental Studies* ناشر The

Toho Gakkai، مطبوعہ جاپان سے نقل کی ہیں۔

۲- مجلہ بخارا، تہران، ش ۱۳۱۳، مرداد۔ آبان ۱۳۷۹ء، ص ۴۷-۴۴

اشاریہ

اشخاص

ابوسعید ابوالخیر ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۹۳	ابراہیم شاشی ۸۵
ابوسعید اوزبکی ۱۰۲، ۱۹۲	ابن عربی ۱۰۵
ابوسعید، سلطان ۳۵، ۸۳، ۹۳، ۱۰۲، ۱۰۵	ابو اسحاق کازرونی ۱۸۷
۱۰۷، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۲۶، ۱۵۰، ۱۹۲	ابوالاعلیٰ ۱۳۰
۱۹۳، ۲۳۱	ابوالبقا بن بہاء الدین ۷۱
ابوسعید مجتہد ۸۳، ۹۶	ابوالحسن بن الیاس ۱۱۷
ابوعلی فارمدی ۹۰	ابوالحسن خرقانی ۹۰
ابولیشی سمرقندی ۸۵، ۱۲۳	ابوالخیر بن دولت شیخ بنی شیبانی ۷۴
ابونصر پارسا ۹۷	ابوالخیر سیونج خولجہ بہادر خان ۵۵
اجری دیوانہ بختی ۱۰۹	ابوالعلا اکبر آبادی ۱۳۱
احرار، عبید اللہ تقریباً تمام صفحات پر	ابوالفتح حسینی ۶۳
احمد اردو سن نویم ۳۱	ابوالفتح محمد شیبانی، دیکھیے: شاہی بیگ خان
احمد بخاری حسینی ۱۰۸، ۱۳۹	ابوالفیض بن خواجکا ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۳۰
احمد بہمن یار کرمانی ۱۷۲	ابوالقاسم بابر ۱۱۲، ۱۱۱
احمد سرہندی، مجدد الف ثانی ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۱۲۷	ابوالقاسم حکیم سمرقندی ۲۲۳
۱۳۲، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۶، ۱۶۳، ۱۸۱	ابوالقاسم گزگانی طوسی ۹۰
احمد صادق ۱۶۳	ابویوب محمد صالح ۱۳۳
احمد عارف بیگ افندی معروف بہ حکمت اللہ ۶۵	ابوبکر صدیق ۸۱، ۸۲، ۹۰
احمد کاسانی ۳۰، ۴۸، ۵۲، ۷۰، ۱۰۱، ۱۶۸	ابوبکر قفال شاشی ۹۱
احمد مشتاق ۱۱۵، ۱۸۹	ابوبکر مودب ۱۶۹
احمد میرزا ۳۵، ۳۸، ۷۱، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱	ابوجہل ۲۲۲
۱۱۳، ۱۲۰، ۱۹۳	ابورافع فرغانی، دیکھیے: عبداللہ

- احمد یسوی ۴۰
اداء دیکھیے: سلطان خواجہ
اسحاق ختلانی ۲۱۸، ۸۷
اسماعیل شروانی ۱۰۲
اسماعیل شمس ۱۰۲
اسماعیل صفوی ۵۸
اسماعیل فرقتی ۱۰۲
اسماعیل قمری ۱۰۲، ۴۱
اسماعیل حاکمی ۱۵
اشرف الدین حسین ۱۳۰
اشرف بن عبدالہادی ۱۲۹
اشرف جہانگیر سمنانی ۱۷۰
اقبال احمد فاروقی ۱۷۳
اکبر بادشاہ ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۲۹، ۱۲۵، ۶۱
اکمل ایوبی ۱۶۸
الغ بیگ ۱۵۰
اللہ دین مدنی ۱۳۳
اللہ یار خان ۱۳۳
الیکزینڈر بولدراف ۶۶
امام ربانی، دیکھیے: احمد سرہندی
امیر الدین حسن کشمیری ۲۲۶
امیر خان ۱۳۱
امیر خسرو ۱۱۰
امیر کلال ۹۰
امیر محمد بن امیر عالم ۱۶۶
- امیری بن خواجگی نظامی بلخی ۵۱
امین الدین ۱۰۲
اورنگ زیب عالمگیر ۱۳۱
اوزن حسن بیگ ۱۱۲
اولیس جلایر ۱۸۱
ایوب علیہ السلام ۲۱۰
آذری طوسی ۱۷۰
آغا مختوم ۱۲۳
باب ماچین ۸۱
بابا خواجہ ۱۰۲
بابا نعمت اللہ بن شیخ محمود نخجوانی ۱۰۵
بابر بادشاہ ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۶، ۱۱۵، ۶۱، ۳۹، ۱۷۹، ۱۶۸، ۱۶۷
باتور خان خلعت پورولی خواجہ ۶۶، ۵۱
بارتھولڈ ۱۱۸
باقی باللہ کابلی دہلوی ۱۷۶، ۱۵۶، ۱۳۶، ۶۵، ۶۳
بایزید بسطامی ۹۰
بختیار ایم باباجان اف ۷۷، ۶۸
بذرا الدین سرہندی ۹۷
برہان الدین آبریز ۸۶
برہان الدین ختلانی ۱۰۲
بلخاری ۱۸۹
بوصالح ۱۶۹
بہاء الدین عمر ۱۸۶، ۸۶، ۹۷، ۱۰۹، ۱۱۷، ۱۵۲، ۱۸۶، ۱۸۷

۱۸۷	حاجی عمر لورستانی	۴۰۰، ۱۷۶، ۱۳۵، ۸۹، ۳۰	بہاء الدین نقشبند
۸۴	حاجی محمود		۲۲۰
۱۰۳	حاجی منشی		۹۷
۱۳۴، ۸۱	حارث بن حراث		۵۲
۱۳۹، ۷۰	حافظ ابراہیم		۱۲۳
۶۲	حافظ صالح بن صنع اللہ ارزنجانی		۱۰۳
۱۸۷	حافظ عمر		۱۸۹
۲۱۲	حافظ کینکی		۱۰۹
۱۸۲	حامد الگار		۱۹۲، ۱۵۳، ۱۲۳، ۱۲۳
۶۵	حبیب اللہ پشوری		۸۳
۱۰۳	حبیب نجرتاشقندی	۸۳، ۴۸، ۳۵، ۳۵، ۱۹، ۱۳	جامی عبدالرحمان
۱۶۲، ۱۰۰، ۸۷	حسام الدین بخاری شاشی	۱۲۵، ۱۲۳، ۱۲۱، ۱۱۶، ۱۱۳، ۱۰۶، ۱۰۵، ۹۷	
۸۷	حسام الدین پارسا	۱۷۳، ۱۶۷، ۱۶۳، ۱۵۵، ۱۳۸، ۱۳۳، ۱۳۲	
۱۰۹	حسامی خوارزمی		۲۳۵، ۱۹۳-۱۹۱، ۱۷۵
۱۷۹	حسن بیگ		۶۱
۴۰	حسن عطار		۱۰۳، ۹۰
۲۳۲، ۱۸۱، ۱۲۱، ۱۱۳	حسین باقرا		۱۷۰
۱۷۰، ۱۲۳، ۱۰۸	حسین بن معین الدین میدی		۱۸۱
۱۰۳	حسین تاشقندی		۱۰۳
۱۰۳، ۹۵	حسین ترک مطایبہ گو		۱۵۵، ۱۲۵
۷۶	حسین قاشقی		۲۲۲، ۲۰۵
۴۶	حسین واعظ کاشفی	۷۷، ۴۹، ۴۷، ۲۲، ۱۷، ۳۶	جو۔ این گروس
۱۶۲، ۸۷	حمید الدین شاشی		۲۳۶، ۱۹۳، ۱۹۲
۱۲۵، ۵۵، ۵۳، ۵۰، ۴۹، ۴۸	حیدر دوغلات		۱۳۱
۱۲۸، ۱۲۶			۵۲
			جہانگیر بادشاہ
			حاجی اعتبار

- حیدر سمرقندی ۱۳۳، ۱۰۳
 حیدر علی آتش لکھنوی ۱۳۲
 خادم ۸۷
 خار پوتلو بیک زادہ علی ۱۶۸، ۳۰
 خالد نقشبندی ۹۷
 خازن زادہ بیگم ۱۲۳
 خاوند شاہ ۱۰۳
 خاوند طہور ۱۰۰، ۸۲، ۸۱
 خاوند محمود، شہاب الدین محمود ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۸
 ۱۵۵، ۱۲۸
 خاوند محمود نقشبندی المعروف حضرت ایشان ۱۵۷
 خدا بخش ملتان ۱۷۵
 خراسانی ۱۰۳
 خضر بیک ۱۶۸، ۱۶۳
 ظلیل اللہ خواجگی ۱۰۳
 خواجہ کا، دیکھیے: خواجہ کلان
 خواجہ احمد ۸۲
 خواجہ خرد، خواجہ عبداللہ ۱۸۲
 خواجہ خرد، دیکھیے: ظہیر الدین
 خواجہ خرد، محمد عبداللہ ۱۷۶
 خواجہ داؤد ۸۲، ۸۱
 خواجہ زادہ احراری ۱۳۱
 خواجہ علی ۱۹۲، ۱۹۱، ۱۲۳
 خواجہ قیوم کلان ۱۲۷
 خواجہ کلان بن سعد الدین کاشغری ۵۸، ۴۷
 خواجہ کلان بن عبدالباقی ۱۲۹
 خواجہ کلان میر بن مولانا محمد ۱۶۸
 خواجہ کلان، شمس الدین محمد عبداللہ ۵۸، ۱۲۲-
 ۱۹۳، ۱۹۲، ۱۳۰، ۱۲۳
 خواجہ محمد النامی بغدادی ۸۲
 خواجہ محمود ۸۲
 خواجہ ملا ۱۲۳
 خواجہ مولانا ۱۱۸، ۱۱۷، ۷۱، ۴۹
 خواجہ مولانا قاضی، دیکھیے: عبداللہ
 خواجہ میر، دیکھیے: زین العابدین
 خواجہ میر خرد ۱۲۷
 خواجہ میر میانہ ۱۲۷
 خیر الدین طاہر ۴۶
 دانیال ۶۱
 داؤد ۸۷
 درویش احمد سمرقندی ۲۱۲، ۸۷
 درویش حسین البسنوی ۱۳۳
 درویش سقا ۱۰۳
 درویش علی بوزجانی ۱۰۸
 درویش محمد ۶۵
 درویش محمد بخاری ۱۵۶، ۱۰۳
 درویش محمد ترخان ۱۱۵
 درویش محمد خان ۱۱۷
 درویش محمد سرپلی ۱۰۳
 دوست محمد فالیز کار بن نوروز محمد الاحسینی ۷۰

۱۷۵	سیتل سنگھ بیخود	۶۲	ذکریا خان صوبہ دار
۱۰۹	سید احمد	۱۶۵	رابیعہ بصریہ
۱۰۲	سیف الدین مناری	۱۰۹	رحمت اللہ بیگ
۲۲۲	شافعی	۶۶	رحیم مسلمانان قبادیانی
۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۳، ۵۸	شاہ بیگ خان	۱۳۳، ۸۱	رسول اللہ رسول اکرم
۱۳۱، ۱۳۰	شاہ جہان	۱۵۵	رمزی بن مست علی کابلی
۲۱۲، ۱۸۷، ۱۸۶، ۱۵۰، ۱۱۱	شاہ رخ	۱۳۱، ۳۹	ذکریا خان
۱۲۱	شاہ نقشبند	۱۹۲، ۱۸۶، ۱۰۹، ۸۹، ۸۷	زین الدین خوانی
۵۹، ۵۸	شاہی بیگ خان	۲۰۷	
۲۲، ۲۰	شعیب احمد	۱۳۱	زین العابدین المعروف خولجہ میر
۱۸۰، ۱۷۰، ۱۶۹	شفیعہ کنہی محمد رضا	۲۱۸، ۸۷	زین العابدین، سید
۱۸۷، ۱۰۱، ۸۷	شمس الدین محمد	۱۲۳	زینب سلطان آغا
	شمس الدین محمد عبداللہ، دیکھیے: خولجہ کلان	۸۷	سراج الدین پیرسی
۲۰۷	شہاب الدین سیرامی	۳۹	سرست
۱۰۳، ۸۲، ۸۱	شہاب الدین شاشی	۱۰۸، ۸۷، ۶۳، ۴۷	سعد الدین کاشغری
	شہاب الدین محمود، دیکھیے: خاوند محمود	۱۹۲	سعد الدین (غالباً کاشغری)
۱۷۰	شیخ ابوسعید	۱۳۲	سعدی
۱۱۷، ۷۰	شیخ زادہ الیاس	۱۲۶	سعید خان
۳۹	شیخ ظہور حاجی حضور	۱۷۳	سعید نفیسی
۱۰۵	شیخ علوان	۱۰۳	سلطان احمد
۱۷۰	شیرین مغربی	۱۵۵	سلطان بخاری
۱۰۲	صدر الدین ترکہ	۱۱۰	سلطان خولجہ شیخ الاسلام سمرقندی متخلص بہ ادا
۳۹	صفی الدین احمد قشاشی	۹۰	سلمان فارسی
۱۳۲	صلاح الدین احراری	۱۳۵	سلیمان غازی
۱۶۸	صلاحی عبداللہ	۲۰۲	سلیمان نبی

عبدالعلی ۱۱۵	صنع اللہ نعمت اللہی ۷۲
عبدالعلیم ۱۵۷، ۱۵۶، ۱۳۰، ۱۲۵، ۱۲۳	صوفی علی خراسانی ۱۹۲
عبدالغفار طباطبائی ۱۰۳	ضیاء الدین ۱۰۴
عبدالغنی بن میر مخدوم ۱۲۹	ظن الرحمان، حکیم ۷۲
عبدالقدوس ۱۱۵	ظہیر الدین المعروف خواجہ خرد ۵۸
عبدالقیوم صاحب آغایی ابوالعلائی ۱۶۳	عارف نوشاہی ۱۵، ۱۶، ۲۳، ۲۹، ۳۲، ۳۵
عبدالکریم احراری ۱۳۱، ۶۲	۱۷۳، ۱۶۶، ۳۸، ۳۷
عبدالکریم (خواہر زادہ احرار) ۱۳۳، ۱۰۳	عاشق ۲۱۲، ۸۸
عبداللطیف معنوی بخارائی ۱۲۹	عبداللحی بن ابوالفتح ۱۲۶، ۶۱
عبداللہ احرار [ی] ۱۳۰	عبدالاول نیشابوری ۱۵، ۳۲، ۳۷، ۳۶
عبداللہ لہش، ورنہ ابورافع فرغانی سمرقندی ۱۶۳	۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۰، ۱۰۳، ۶۰، ۵۸، ۵۷، ۵۱، ۴۷
۱۷۳، ۱۶۶	۱۲۳، ۱۲۷، ۱۹۰، ۱۸۹، ۱۸۵، ۱۷۷، ۱۲۳
عبداللہ المعروف خواجہ مولانا قاضی ۱۰۳، ۵۳	عبدالباری ۱۵۷
عبداللہ المعروف مولانا زادہ اتراری ۱۹۳، ۱۰۳	عبدالباقی ۱۲۷، ۱۲۶
عبداللہ انصاری ۱۹۹	عبداللحق ۱۲۸، ۱۲۷
عبداللہ الہی ساوی حنفی ۱۰۸، ۱۰۵	عبدالحمید پولادی سمرقندی ۵۱
عبداللہ بن عبدالسلام ۱۳۰	عبدالخالق نجدوانی ۲۰۶، ۲۰۵، ۲۰۴، ۹۱، ۹۰، ۴۰
عبداللہ بن عمر فاروق ۸۲	عبدالرحیم خان خانان ۱۷۹
عبداللہ حورامغربی ۱۸۲، ۱۷۶	عبدالرحیم ۱۳۳
عبداللہ خان فیروز جنگ ۱۳۱	عبدالرحیم ملقب بہ نواب سیف الدولہ عبدالصمد
عبداللہ سرپلی ۱۰۳	خان بہادر دلیر جنگ ۱۳۱، ۶۲
عبداللہ یمنی ۱۰۳	عبدالرزاق سمرقندی ۱۱۸، ۱۰۹
عبداللہ، میر ۱۲۹، ۱۲۷، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۰، ۵۸	عبدالرشید بن محمد سکاکی مشہدی ۱۷۲، ۱۶۲
عبدالملک بن خواجہ ابونصر پارسا ۱۱۷	عبدالشہید ۱۵۵، ۱۲۸، ۱۲۵، ۱۲۴، ۶۱
عبدالمنعم ۱۳۰	عبدالصمد خان ۶۲

۱۸۱	علی ہمدانی	۵۸	عبدالواحد
۲۱۴	علیکہ	۱۰۴، ۱۰۳	عبدالوہاب سمرقندی
۱۰۴	عماد الدین	۱۳۶	عبدالوہاب ہمدانی
۱۳۵	عماد الدین محمود شیرازی	۱۵۷، ۱۲۵، ۱۲۳، ۶۱	عبدالہادی بن خواجکا
۴۷	عماد الدین مسکین سمرقندی	۱۵۶	عبید اللہ
۸۸، ۸۱	عماد الملک	۱۶۸	عبید اللہ خان
۲۲۴، ۱۸۶، ۱۶۳	عمر الوہبی	۱۷۵	عبید اللہ ملتانی
۱۲۴، ۹۱، ۸۴، ۸۱	عمر باغستانی	۱۷۸	عثمان علی خان
۱۱۰	عمر خواجہ	۱۰۸	عزیز اللہ بوزجانی
۱۱۳، ۱۰۱، ۹۹	عمر شیخ	۴۶	عز الدین طاہر نیشاپوری
۷۱، ۴۸	عمر شیخ میرزا	۱۷، ۱۷۳، ۱۹۲	عصام الدین اورن بائیف
۲۰۹، ۸۱	عمر فاروق	۱۹۳	
۸۸	عمر ماتریدی	۹۵	عطار (فرید الدین)
۱۰۴	عمر زاوا حرار	۲۰۱، ۱۰۰، ۹۶، ۸۸، ۴۵	علاء الدین عجب دوانی
۱۰۴	عیان کازرونی	۱۴۸، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۴۰	علاء الدین عطار
۲۱۷، ۸۵	عیسیٰ	۹۵	علی ابن ابی طالب
۲۲۲، ۲۱۱، ۱۴۰	غزالی	۱۹۲، ۱۰۴	علی تاشقندی
۱۳۱	غلام علی نقیب الاولیا	۴۹	علی تبریزی
۶۵	غلام مصطفیٰ خان	۹۰	علی رامیتنی
۱۳۳	غیاث الدین آل کرت	۳۵، ۳۶، ۱۱۳، ۱۲۱، ۱۵۳، ۱۵۴	علی شیرنوائی
۹۶، ۵۶، ۵۰، ۳۳، ۱۹، ۱۳	فخر الدین علی کاشفی	۱۹۳، ۱۹۱	
۲۱۶، ۲۰۶، ۱۸۹، ۱۰۴		۱۰۵	علی طوسی
۹۶	فرغانی	۱۰۵	علی عمران
۱۰۹	فضل اللہ نجفی	۱۰۴	علی عماری کردی
۲۱۴	فیروز شاہ	۱۶۳	علی مصری

۱۰۴	لطف اللہ ختلانی	۱۵۶، ۱۲۷، ۱۰۴	فیضی بخارانی
۵۳	لعلی زادہ محمد افندی	۲۲۰، ۱۷۰، ۱۰۹، ۸۸، ۴۵	قاسم انوار تبریزی
۶۰، ۱۸	ماسوتو موکا و اموتو	۱۲۸	قاسم بن خاوند محمود
۱۵۶	مبارک ناگوری	۱۰۴، ۹۰	قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق
۵۴	مجتبیٰ حیدر	۱۹۲	قاسم فرکتی
	مجدد الف ثانی، دیکھے: احمد سرہندی	۱۰۴	قباد بروی
۶۵، ۱۹	محبوب حسن واسطی	۱۸۸	قتلق تیموز
۱۲۶	محمد ارغون	۵۵، ۴۹	قطب الدین احمد
۱۷۵	محمد اقبال مجدی	۱۲۶، ۱۲۴-۱۲۲، ۱۱۳، ۵۹	قطب الدین محمد یحییٰ
۱۳۳	محمد اکرم اعوان	۱۹۲	
۵۲	محمد الحسنی	۱۶۸	کامران
۱۵۶	محمد ملکلی	۱۳۹	کرم اللہ بن لطف اللہ بلگرامی
۱۸۹، ۱۶۸، ۴۰	محمد امین تو قادی	۱۳۹	کرم اللہ بن معین الدین بلگرامی
۱۸۹، ۳۸، ۱۵	محمد امین کرکی	۸۳	کلاویخو
۱۲۸، ۱۲۶، ۱۲۳، ۱۰۴	محمد امین بلغاری	۶۹	کمال ارسلان
۹۰	محمد بابای سماسی	۱۰۹، ۸۹	کمال الدین اتقانی
۱۷۸، ۱۷۴	محمد باقر بن محمد علی	۳۹	کمال الدین حریری زادہ
	محمد باہر	۱۲۵	کمال الدین حسین خوارزمی
۱۹۲	محمد بن امین الدین	۱۳۰	کمال محمد سنہلی
۱۹۲	محمد بن حسن بن علاء العطار	۱۳۰	کوکہ
۱۴۳	محمد بن حسین بن عبداللہ قزوینی	۱۰۴	کوہی خراسانی
۱۹۲	محمد بن عبدالملک	۱۲۹	گلبدن بیگم
۹۶	محمد پارسا	۲۱۰	لادن بیونی
۱۹۲، ۸۹	محمد تابادکانی / محمد تابادکانی	۲۱۰	لالہ بیونی
۶۸، ۵۳، ۱۹	محمد تقی انور علوی کاکوروی	۹۵	لطف اللہ

محمد جمال ملتانى ۱۷۵	محمد فواد کوپرلى ۱۶۸
محمد جوگى ۱۱۲	محمد قاضى ۳۹
محمد جہانگیر ۹۱	محمد قاضى سمرقندى ۵۴، ۵۱، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۳۹
محمد خليل فاروقى پشورى ۶۵	۵۶، ۵۷، ۵۸، ۶۳، ۶۶، ۷۰، ۷۱، ۷۲
محمد خوارزم شامى ۸۳	۱۹۳، ۱۸۹، ۱۰۳، ۱۰۱، ۸۵
محمد ذوق فتح ۱۱۵، ۸۳	محمد مراد قرانى ۱۶۴، ۵۷
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۴، ۹۰، ۸۲	محمد معنائى ۱۱۸
محمد رفعت ۱۶۸، ۴۰	محمد موسى بن خواجه عيسى دہ بیدى ۱۶۴
محمد زاہد خوشى ۱۵۶، ۱۴۷، ۱۰۳، ۶۵	محمد زير رانجھا ۱۳۷
محمد زعفرانچى ۱۰۳	محمد نور بخش قانى ۲۱۹، ۲۱۸، ۸۷
محمد زکريا ۱۲۶	محمد ہاشم ششمى ۱۴۷، ۶۳، ۶۲، ۵۷، ۱۹
محمد سعيد ۱۶۶	محمد يحيى، ديكايے: قطب الدين محمد
محمد شاہ ۱۳۱	محمد يوسف ۱۵۶، ۱۴۸، ۱۴۵، ۶۱
محمد شفيع مولوى ۱۸۹	محمد بن برهان الدين، ديكايے: محمد قاضى سمرقندى
محمد شيرازى ۱۰۳	محمد شاہ بخارى ۶۲
محمد شيرين مغربى تبريزى ۱۸۲	محمد نعمان ۶۳
محمد صادق بن يحيى ۱۳۰	محمد ہاشم ششمى ۶۰
محمد صادق خان اختر بولگوى ۱۳۲	محمد يوسف ۱۲۶
محمد صادق کشميرى ۶۳	محمود افندى ۱۸۹، ۱۱۸، ۱۱۳، ۴۱
محمد صالح زواوى نقشبندى مجددى مظہرى ۵۷	محمود خان ۷۱، ۴۸
محمد عبدالرسول للہى ۲۰	محمود سندھى ۱۰۹
محمد عبداللہ، ديكايے: خواجه گلان	محمود شامى ۱۶۵
محمد على خواجه سمرقندى ۱۱۰	محمود گاوان ۱۱۶
محمد عمر پشورى ۱۴۷	محمود مجلد ۹۶
محمد غوث ۳۹	محمود ميرزا ۱۱۶

۱۳۲	مولوی	۲۳۳، ۱۹۳، ۱۲۵	محن الدین عبدالحق
۱۵	مہدی محقق	۸۹	مسافر خوارزمی
۱۷	مہر داد چترالی	۱۸۸، ۱۰۱، ۸۹	مسافر (شکر شیخ)
۶۲	میرزا نشاط	۱۶۳، ۱۶۳	مصطفیٰ حسین صادقی
۶۰	میرک	۱۱۵، ۱۰۴	مصطفیٰ روی
۱۳۷	نادر کریمیان	۱۶۳	مصالح الدین نقشبندی
۶۰	ناصر	۱۵	مظاہر مصفا
۱۳۵	ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ بیضاوی	۱۲۲	معصوم غازی
۱۰۵	ناصر الدین اتراری	۱۲۸	معین الدین احمد
۳۳، ۸۱	ناصر الدین عبید اللہ احرار	۹۷	معین الدین اسفزاری
۱۳۵	ناصر بن عبد السید مطرزی انخوی	۶۱	معین الدین بن خواجہ خاوند محمود
۱۸۷	ناصر الدین عمر	۱۹۵، ۲۰	معین نظامی
۱۷۵	ناصر علی سرہندی		مغربی تبریزی، دیکھیے: محمد شیرین
۱۸۰، ۱۲۳، ۳۷، ۱۷، ۱۶	نجدت طوسون		مغربی، دیکھیے: عبد اللہ حورا
۱۰۵	نجم الدین	۱۳۳، ۸۳	منصور
۱۷۰	نجم بن قطب الاسلام شریکی	۷۷	منیر جہان ملک
۱۷۵	نجیب مائل ہروی	۱۰۴	موسیٰ، مولانا
۱۷۶	نصیر الدین چراغ دہلی	۶۵	مولانا خواجگی
۱۳۹	نظام الدین احمد بن حسین بن محمد شاہ	۱۶۵، ۱۳۹، ۱۳۲، ۹۶	مولانا روم/مولوی
۲۲۲، ۲۰۹، ۱۲۲، ۹۱، ۸۹	نظام الدین خاموش		مولانا زادہ اتراری، دیکھیے: عبد اللہ
۶۵	نعمت اللہ خوقندی	۱۰۴	مولانا زادہ مولانا عثمان
۱۸۱، ۱۷۰، ۴۷	نعمت اللہ کرمانی	۷۵، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۰، ۳۸، ۱۶	مولانا شیخ
۱۱۷	نعمت واعظ	۱۳۷، ۱۲۰، ۱۰۴	
۱۰۵	نور الدین تاشقندی	۵۸	مولانا شیخ احمد
۱۳۷، ۱۱۹	نور الدین [قاسم] تاشقندی	۱۳۷	مولانا شیخ

- ۱۵۲ نورالدین محمد
- ۱۳۲ نور اللہ احراری
- ۱۷۰ نور اللہ شوشتری
- ۱۱۴ نور سعید
- ۱۵۸، ۱۳۱، ۳۹ نوشہ گنج بخش
- ۱۷۲ والتین ژوکوفسکی
- ۱۷۰ وحید اشرف
- ۱۳۸ ہاشم بن ابوالفیض خواجکا
- ۳۹ ہدیہ اللہ
- ۱۰۵ ہلال
- ۱۶۸، ۱۳۸، ۱۳۵ ہمایون
- ۱۶۸، ۶۱ ہندال
- ۱۰۵ ہندو خواجہ ترکستانی
- ۸۶ [مستعصمی] یاقوت
- ۱۳۹ یحییٰ بن ابوالفیض
- ۵۸ حکمی معرفت ملقب بہ اعطاء دالاسلام کرمانی
- ۱۷۴، ۱۷۰، ۱۳، ۱۰۱، ۸۹، ۳۵، ۳۹ یعقوب چرخ
- ۴۰ یوسف ہمدانی
- ۱۷۹ یونس جعفری
- ۱۱۵، ۱۱۳، ۱۰۱ یونس خان
- ۵۱ یونس محمد صوفی مروی
- ۹۰ یوسف ہمدانی، ابویعقوب
- Denison Ross, E. ۱۶۸
- Kadyrova Mukhlisabony
- Turgunova ۶۷، ۱۸

مقامات

بازار مسگران ۱۸۸	اجین ۱۳۰
باغستان ۸۱	احاطہ ملایان ۱۲۱، ۱۲۰، ۵۸
بخارا ۸۹، ۸۷، ۸۶، ۸۳، ۵۱، ۴۹، ۴۸	اُحسی ۴۸
۱۸۹، ۱۶۲، ۱۴۱، ۱۱۹، ۱۱۵، ۱۱۲، ۱۰۰	ارزنہ ۱۶۶
بدخشان ۶۳	ازبکستان ۸۴، ۸۳، ۴۸
برصغیر پاک و ہند ۱۷۶، ۱۳۲، ۱۳۱، ۳۹، ۳۶	استنبول ۱۸۹، ۱۳۹، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۰۳، ۲۲، ۱۶
بروسہ ۷۳	اسلام آباد ۷۷، ۲۳، ۱۵، ۱۴
برہان پور ۶۳	اشبیلیہ ۸۴
بُز اورد ۹۳	افغانستان ۷۷
بغداد ۲۲۲، ۲۱۱، ۲۲	اکبر آباد ۱۳۱، ۱۲۹
بلخ ۱۸۹، ۱۴۱، ۱۱۹، ۱۱۵، ۱۱۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۸۷، ۸۶	الہ آباد ۱۳۱
بنکٹ ۸۳	امریکہ ۱۸
بنگال ۱۳۲	اندجان ۱۲۳، ۴۸
بورسہ ۷۳	انقرہ ۱۶
بہار ۱۳۱	ایران ۲۱۰، ۷۷، ۳۷، ۳۶، ۱۶، ۱۴
بیت اللہ ۸۱	ایشیائے صغیر ۲۲
بیکٹ ۸۳	آذربائیجان ۱۱۲، ۱۱۰، ۱۰۵، ۴۶
پاکستان ۳۶، ۱۹	آک محل ۱۲۹
پل قرشی ۱۱۵	آگرہ ۱۵۵، ۱۳۱، ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۱۵، ۱۰۹
پنجاب ۱۳۲، ۱۲۶	باخرز ۱۶۶
پھلواری شریف ۱۹۰، ۱۸۹	بازار سوزن فروشان ۱۳۰
تاجیکستان ۸۹، ۷۷، ۳۶	بازار کھنہ فروشان ۱۸۸

حجاز ۱۲۵	تاشقند ۱۷، ۱۸، ۲۲، ۲۸، ۲۹، ۶۷، ۸۳-۸۶،
حرمین شریفین ۱۰۳	۸۹، ۹۱، ۹۷-۱۰۱، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۸،
حیدرآباد ۱۷۸	۱۳۳، ۱۹۱، ۱۹۳
خانقاہ شیخ ابواللیث ۸۸	پاشکنت ۱۳۲
بخند ۱۲۱	تاشکند ۱۳۳
خراسان ۲۶، ۴۷، ۵۱، ۵۶، ۶۳، ۸۶، ۸۸،	تبریز ۱۰۴
۱۰۰، ۱۰۵، ۱۸۷، ۱۹۱، ۱۹۳، ۲۱۳	ترکستان ۹۹، ۱۱۰، ۱۲۱، ۱۳۲، ۲۱۸،
خطا ۲۰۸، ۲۶	ترکی ۷۳، ۳۸
خوارزم ۱۸۹، ۲۹	ترند ۱۲۱
دائج ۱۵۲	تہران ۱۲، ۱۵، ۱۷، ۱۹، ۲۰، ۲۱،
دائج ۱۵۵، ۱۱۶	تہران یونیورسٹی ۲۱۰
دردیہ ۱۸۷	ٹوکیو ۶۰، ۱۸
دروازہ احرار ۱۲۲	جالور ۱۳۰
دروازہ سوزان گران ۱۲۲	جامع سلطان احمد ۱۶۳
دروازہ گازران ۱۲۲	جامع مسجد ہرات ۸۷
دریائے بخند ۷۱	جنوبی ایشیا ۲۲
دریائے جمنا ۱۲۹	جوئے عباس ۱۶۱
دریائے سندھ ۸۳	جیحون ۱۲۱
دریائے یخون ۸۳	چاچ ۸۳
دشت عباس ۱۰۱	چرخ ۸۹
دکن ۱۱۶	چشمہ ناوہ دان ۱۲۲
دمشق ۱۰۳	چغانیان ۸۶، ۱۰۱
دوازہ موردستان ۱۸۷	چکوال ۱۳۲
دوشنبہ ۲۹، ۳۶، ۸۹	چماری/چماری ۱۲۶
دہبید ۵۲	چمن ۲۰۸، ۲۶

سیال کوٹ ۱۹	دو کمان گران ۱۲۰، ۱۱۹
سیردریا ۸۳	دہلی ۱۳۲، ۱۲۸، ۲۲
شادمان ۲۷	راج گھاٹ ۱۲۹
شاش ۱۰۰، ۹۹، ۸۳	رباط میر ۱۲۰
شام ۲۲۲، ۱۰۳	روی ۱۱۸
شاہجہان آباد ۱۳۲	روم ۱۲۵، ۱۲۵، ۱۱۵، ۱۰۵، ۴۶
شاہزئیہ ۱۸۸، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۰۱، ۹۳، ۲۸	ریوگری ۱۰۱
شبرغان ۱۱۹، ۱۰۱، ۱۰۰، ۸۶	رے ۲۱۹
شکر قشلاق ۱۰۱	سبزوار ۵۶، ۴۶
شیر افراسیاب ۸۳	تین ۸۳
شیر سبز ۸۷	سرہند ۶۳، ۲۲
شیراز ۱۸۷، ۱۲۵	سعد سمرقند ۱۱۶
سنو جرد، دیکھئے: سنو جرد	سغناق ۱۰۹، ۴۱
سنو گرد، دیکھئے: سنو جرد	سلیم پور ۱۳۰
طاشکند ۱۳۳، نیز: تاشکند	سامی ۱۰۱
طرخان ۱۲۵	سماو ۱۰۵
عالم اسلام ۳۶	سمرقند ۵۳، ۵۲، ۴۹، ۴۷، ۴۶، ۲۳، ۲۲، ۱۲
عراق ۱۲۱، ۱۱۲، ۱۱۰، ۱۰۵، ۴۶	۹۳، ۸۹، ۸۵، ۸۳، ۶۶، ۶۲، ۶۱، ۵۹، ۵۸
غلیاباد ۱۰۱، ۱۰۰	۱۰۹، ۱۰۵، ۱۰۳، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۸، ۹۷، ۹۵
عجدوان ۱۰۱	۱۳۵، ۱۳۱، ۱۲۹، ۱۲۵، ۱۲۳، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱
غزنہ ۸۹	۲۱۲، ۱۹۳، ۱۹۱، ۱۸۹، ۱۸۸، ۱۶۳، ۱۵۵
قاراب ۱۰۱	۲۳۳-۲۳۱
فارس ۱۲۱	سنگاپور ۲۱۰
فتح پور ۱۳۱	سنو جرد/سنو گرد ۱۰۱، ۸۷
فرغانہ ۲۹، ۲۸	سولقان ۲۱۹

-۱۲۷، ۱۱۸، ۱۱۵، ۱۱۳، ۱۱۱، ۱۰۰، ۸۶، ۸۱

فرکت ۱۰۱

۲۲۳، ۱۹۳، ۱۹۱، ۱۸۹، ۱۸۵، ۱۵۵، ۱۲۹

قرشی ۱۱۳

محلہ ایوب سلطان ۱۳۴

قزاق ۶۵

محلہ خیابان ۲۱۸

قسنطنیہ ۱۳۵، ۱۰۵

محلہ فاتح ۱۳۹

قلعہ شاہزیہ ۱۱۲

محلہ قوچیان ۱۱۹

کابل ۱۲۸، ۱۲۶، ۱۱۵، ۹۸، ۶۰، ۲۲

محلہ کفشیر ۱۲۱، ۱۱۹، ۵۸

کاسان ۱۰۱

محمود آباد مرو ۵۸

کاشغر ۱۵۶، ۱۳۰، ۱۲۶، ۱۲۵، ۶۲

مدرسہ احرار ۱۲۲

کاکوری ۷۳، ۶۸، ۱۹

مدرسہ الفخ بیگ ۱۲۲، ۹۵

کالاپانی ۱۲۸

مدرسہ امیر شاہ ملک ۸۸

کش ۱۰۱، ۹۳

مدرسہ تیمورنگ ۱۶۴

کمان گران، دیکھیے: وہ کمان گران

مدرسہ جامع میب و کلکاش ۱۲۲

کوچہ Balci Yokusu ۱۳۴

مدرسہ زریک ۱۰۵

کوہ تون ۱۱۷

مدرسہ قطب الدین ۱۱۹، ۱۰۱، ۹۹

کشم ۶۳

مدرسہ مبارک شاہ ۱۱۹

کتابیہ ۱۰۵

مدینہ ۱۲۵، ۷۷

گجرات ۱۳۱، ۱۲۸

مرتہ ۱۳۰

گنجش خانہ ۸۷

مرغیان ۱۱۳، ۱۰۱

گیلان ۱۱۶

مرو ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۰۷، ۱۰۵، ۱۰۲، ۸۹، ۸۶

لائیش ۱۵۲

مزار خواجه ابوالولید ۱۸۶

لاہور ۱۵۷، ۱۳۱، ۶۲، ۳۹، ۲۲، ۲۰، ۱۹

مزار خواجه عبدالقدانصاری ۲۱۸

لرستان ۱۸۷

مسجد احرار ۱۲۱

لکھنؤ ۱۳۱

مسجد نگارین ۱۲۰

لنہن کالخور ۸۹

مشرق ۲۱۰

ماوراءالنہر ۷۳، ۶۳، ۵۹، ۴۹، ۴۶، ۳۳

۸۳، ۸۳، ۵۱، ۲۲، ۱۷، ۱۳، ۱۳	وسطی ایشیا	۲۳۶	مشرقی ترکستان
۱۱۸		۲۰۷، ۱۱۹، ۳۶	مصر
۳۶، ۳۵، ۳۳	وسطی یوروایشیا	۲۲۰، ۱۲۵، ۱۰۲، ۷۶، ۶۱، ۵۷	مدہ معظمہ
۱۱۷	ولایت	۲۲۱	
۲۲	وِخْش	۱۳۱، ۶۲	مکتان
۱۹۳، ۱۹۲	ہالینڈ	۲۰۸	ملک دروازہ
۹۷، ۹۴، ۹۱، ۸۹، ۸۷، ۸۶، ۲۸	ہری/ہرات	۱۳۲	منارہ
۱۵۲، ۱۱۹-۱۱۷، ۱۱۴، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۰۵، ۱۰۲، ۱۰۱		۲۲۰	منی
۲۳۲، ۲۱۹، ۲۱۸، ۲۰۸، ۱۹۳، ۱۸۷، ۱۸۶		۱۳۰	نارنول
۱۰۲، ۸۹، ۸۶	ہلغتو	۱۳۰، ۱۲۷، ۱۰۳	ناگور
۶۲، ۶۱، ۳۶، ۳۸، ۳۶، ۱۳	ہند/ہندوستان	۱۰۲	نسف
۱۳۱، ۱۲۹-۱۲۵، ۱۱۶، ۱۱۵، ۶۳		۱۰۲، ۳۶	نیشاپور
۲۱۳	یمین	۲۷، ۱۸	نیوجرسی
۱۰۵	یونان	۱۰۲	واپکن
Vardar Yenicesi ۱۰۵		۲۹	وادی زرافشاں

کتاب

ابدالیہ	۱۳۷، ۸۹	تبیان وسائل تحقیق	۳۹
احوال و سخن خواجه عبید اللہ احرار	۳۳، ۲۹، ۱۹	تجارب الملوک	۱۷۹
	۱۹۳، ۱۹۳، ۱۹۰، ۱۸۹، ۶۰، ۵۱، ۳۷، ۳۵	تحفۃ الاحرار	۱۳
ارشاد السالکین	۱۶۱	تحفۃ خانی	۱۲۵
اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید	۱۷۲	تحفۃ محمدی	۲۲۶
اسرار یہ	۱۳۰	تحفۃ الاحرار	۱۷۶، ۱۶۱، ۱۰۷
اعتقاد نامہ	۱۰۷	تذکرۃ آفتاب عالمیاب	۱۳۲
انیسہ	۱۷۲، ۱۳۷، ۸۹	تذکرۃ خواجه عبید اللہ احرار	۱۷۵، ۱۶۱، ۱۹
انشائے جامی	۱۰۶	تذکرۃ خواجه ناصر الدین عبید اللہ احرار	۶۰
انخاب نفیسہ	۱۷۸، ۱۷۴، ۱۶۱	تذکرۃ الاولیاء	۵۶
انوار التزیل و اسرار التاویل	۱۳۵	تذکرۃ اصدیقین	۵۴
انیس السالکین	۱۷۴، ۱۶۱	تصحیح مخطوطات خواجه عبید اللہ احرار نقشبندی	۱۵
انیس الطالبین	۷۰	تصوف	۱۶
آداب و شرائط شیخ و مرید	۱۰۹	تفسیر چرخی	۱۳۷
آئینہ میراث	۱۷	تفسیر قاضی	۱۵
بابر نامہ	۱۷۹، ۱۶۷، ۱۲۹، ۱۲۸	تفسیر قرآن کریم	۸۹
بابریہ	۱۶۸، ۴۰	تکلمہ نسب نامہ خواجه احرار	۶۲
برکات احمدیہ	۶۵	تنبیہ الضالین و اہل حلیلین	۷۰
بیاض کرم اللہ کریمی قادری بکرامی	۱۳۹	جامع المقامات	۷۱
پاس انفاس	۱۷۵، ۱۹	بنالیہ	۱۳۷
تاریخ رشیدی	۱۴۸، ۱۴۶، ۱۴۵، ۶۴، ۵۵، ۵۰، ۴۱	جمع	۱۸۵
تاریخ مشائخ نقشبندیہ	۲۰	جمع	۱۸۵

- جواہر الذات ۹۵
جہان کتاب ۱۷
حضرت سلطان الاولیاء خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی
۶۸، ۱۹
خوارق عادات احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط
۱۸۰، ۱۷۲، ۱۷۰، ۱۶۹، ۱۶۱، ۸۹، ۴۱
خردنامہ اسکندری ۱۰۸
خمسہ ۱۱۰
خواجہ احرار ولی ۶۶، ۵۱
خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط
۸۵
خوارق عادات احرار ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۳۵، ۵۸،
۱۲۰، ۶۰، ۵۹
خیط السبحات فی تنظیم بقیۃ الرشحات ۵۷، ۵۸،
۷۳
دیوان جامی ۱۱۰، ۱۰۷
ذوقیات ۱۷۵، ۱۶۱
ذوقیہ ۱۷۵
رسالہ ارقام نجوم ۱۰۹
رسالہ حضرت مولانا محمد قاضی ۵۶
رسالہ خواجہ عبید اللہ احرار ۱۷۵
رسالہ در بیان توبہ و اعمال طریقہ خواجہ ہا ۱۷۳
رسالہ در شرایط سلطنت ۱۵۵، ۵۵
رسالہ طریقہ خواجگان نقشبند ۱۶۳
رسالہ عرفانی ۱۷۳
رسالہ کلیات ۱۶۱
رسالہ والدیہ ترجمہ سی ۱۶۸
رسائل احرار ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۷۲، ۱۷۳
رسائل نقشبندیہ ۱۷۴
رشحات القدس شرح فحاشات الانس ۱۰۸
رشحات عین الحیات ۱۴، ۱۹، ۳۳، ۴۰، ۵۰، ۵۶،
۱۸۹، ۱۱۰، ۱۰۴، ۶۷، ۶۴، ۶۳، ۵۸
رقعات احرار ۱۶، ۳۸، ۱۶۱
روضۃ الریاحین ۱۰۸
روضۃ الشہداء ۳۶
زاد المعاد ۱۱۰
زبدۃ القامات ۶۲، ۶۵، ۷۶
سبحۃ الابرار ۱۶۷، ۱۷۹
ستہ ضروریہ ۱۷۴
سخنان منظوم ابوسعید ابوالخیر ۱۷۲
سلسلہ الصدیقین و انیس العاشقین ۷۰
سلسلہ نامہ خواجگان نقشبند ۱۳۳
سلسلہ الاحرار ۱۵۶
سلسلہ الذهب ۱۰۷
سلسلہ العارفین و تذکرۃ الصدیقین ۱۸، ۴۷،
۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۷، ۵۸،
۱۸۹، ۱۰۴، ۷۲، ۷۱، ۶۷
السمط المجید ۳۹
السواد الاعظم ۲۲۳
شرح اسماء الحسنی ۸۹، ۱۳۷
شرح اشعار مشکل فصوص الحکم ۱۶۱، ۱۷۵، ۱۸۲

مرقع نوائی ۱۹۱، ۱۲۳، ۱۱۴	صحیح بخاری ۱۲۳
مسموعات قاضی محمد زاہد از عبید اللہ احرار قدس سرہما	صدائے دل ۱۷۱، ۱۷۵
۱۸۹	طرق الوصول فی شریعۃ الرسول ۶۳
مسموعات میر عبد الول ۱۸۵، ۷۲، ۶۷، ۳۳	ظوایر السرائر ۱۳۷
المصباح ۱۳۵	عرفات العاشقین ۱۰۹
منصب ۸۵	عروۃ الوثقیٰ الارباب الارقا ۱۶۹
مطلع سعدین و مجمع بحرین ۱۰۹	فتوحات مکئیہ ۱۰۵
معدن الدرر فی سیرۃ ایشخ حاجی عمر ۱۸۷	فصوص الحکم ۲۰۸، ۲۰۷
مغل منقوط ۸۵	فقرات ۱۶۶، ۱۶۳-۱۶۱، ۱۳۹، ۱۲۵، ۳۵، ۴۰
مفاح التوحید ۱۳۵	۱۸۲، ۱۷۸، ۱۷۷، ۱۷۳
مقالات عارف ۱۷۳، ۱۶۶	فقرات العارفین ۱۶۱
مقامات احمد کاسانی ۷۰	فقرات شریف، دیکھیے فقرات
مقامات باقیہ احمدیہ ۶۳	فقرۃ نظر ۱۶
مقامات حضرت خواجہ تشنید ۱۷۸، ۱۷۴	قصیدہ تائبہ فرضیہ ۹۶
مقامات خواجہ احرار ۶۷، ۶۰، ۱۸	قصیدہ بردہ ۱۷۹، ۱۶۷
مکتوبات امام ربانی ۱۷۴، ۱۶۴	کلمات قدسیہ ۱۸۵
مکتوبات باقی باندہ ۱۴۶	کلمات قدسیہ خواجہ عبید اللہ ۱۶۴
منقولات خواجہ احرار ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۳۶	گلستان ۱۳۲
۱۸۹، ۱۸۵، ۱۶۱، ۱۲۳، ۵۷، ۵۱، ۴۶	مثنوی معنوی ۲۰۸، ۱۳۵، ۱۳۲، ۹۶
من قب احرار ۳۵	مثنویات عطار ۱۳۹
منشآت ۱۲۳، ۱۰۸	مجالس العشاق ۹۶، ۸۳
نائبیہ ۱۳۷، ۸۹	مجموعہ مراسلات ۳۵
نسایم الحجۃ من شامیہ الشہادۃ ۱۱۴، ۴۶	مجموعۃ اشعار ۱۱۰
نسب نامہ حضرت خواجہ بکان ۷۵، ۶۱	مجموعۃ الفوائد ۱۶۴
نسب نامہ خواجہ احرار ۷۵، ۶۳، ۶۳، ۶۱	مذکر احباب ۶۳

یوسف وزینجا ۱۳۲، ۱۰۸، ۹۷	۱۹، ۵۷	نسمات القدس من حدائق الانس
The Letters of Khwaja		۷۶، ۶۵، ۶۳، ۶۳، ۶۲، ۶۰
'Ubayd Allah Ahrar and	۱۹، ۴۵	نجات الانس من حضرات القدس
his associates ۱۹۲		۱۶۴، ۱۰۸، ۴۶
Zhitiia Khodja Akhrara:		نقاش و صورت ۱۷۵
Opytsistemhogo analiza		نوادر المعارف ۱۶۴
po rekonstuktsii biografii		نور وحدت ۱۷۶، ۱۶۱
Khodja Akhrara iistorii	۱۶۹-۱۶۵، ۱۶۱، ۱۵۷، ۱۳۹، ۱۱۵، ۴۰	والدیہ
roda Akhraridov ۶۷، ۱۸		۱۸۱، ۱۷۹، ۱۷۳
		وقائع بابر ۱۷۹

معاشرتی و تہذیبی اعلام
(اقوام، سلاسل، طبقات، پیشے، مناصب، زبانیں)

۱۲۹	تورانی	۱۲۷، ۱۱۵، ۱۰۹، ۶۶، ۵۲، ۳۶، ۱۴	احراری
۱۱۲، ۳۵	تیموری		۱۳۲
۱۴۱، ۸۴	جلد ساز		احراریہ ۱۲۷، ۳۹
۱۶۸، ۱۶۷، ۳۶	چغتائی ترکی (زبان)		احناف ۱۷۹
۲۳۶	پختے	۶۷، ۶۵، ۵۷، ۳۵، ۲۹، ۲۰-۱۸، ۱۶	اردو
۱۸۷	خانہ بدوش	۱۷۵، ۱۷۳، ۱۵۸، ۱۴۷، ۱۳۲، ۷۳، ۶۸	
۱۲۹	خطاط		۱۷۹
۱۳۳، ۶۹، ۵۶، ۳۸	خواجگان نقشبند	۲۳۶، ۱۶۸، ۱۴۹، ۱۴۳، ۹۹، ۱۸، ۱۳	ازبک
۷۷	دری		ازبکی (زبان) ۶۶
۹۱	دہقان و بھائی		اویسیہ نقشبندیہ ۱۳۲
۲۰۷، ۲۰۶، ۱۴۵، ۹۷	زراعت		آل تیمور ۲۳۶، ۱۷
۵۶	زمین داری		آل محمد ۱۳۳
۱۳۰، ۱۱۲	سپاہی		بہمنیان دکن ۱۱۶
۶۲	سجادہ نشین		تاجیکی (زبان) ۱۷۷، ۶۶
۱۳۷، ۶۹، ۵۰، ۳۵	سدنہ خواجگان		تجارت ۱۵۱، ۱۱۷، ۸۱
۱۲۸	شرافی		تدریس ۱۴۲، ۱۰۵
۱۱۷، ۱۱۶	شیخ الاسلام		ترستانی ۹۹
۱۳۱، ۶۲، ۳۹	صوبہ دار		ثربک مشائخ ۲۰۵، ۸۹
۲۱۰، ۲۰۱، ۱۷۰، ۱۴۹، ۸۶، ۵۵، ۵۰	صوفی	۵۷، ۵۳، ۳۶، ۳۱، ۳۰، ۱۶، ۱۵	ترکی (زبان) ۱۵، ۱۶، ۳۰، ۳۱، ۳۶، ۵۳، ۵۷
۲۲۳		۱۶۷، ۱۶۳، ۱۵۷، ۱۴۹، ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۱۵	
۳۵	طبقہ صوفیہ		۱۶۸

مجلد ۹۶	طبقة مشائخ ۱۳
مسگر ۱۸۸	طریقہ خواجگان ۱۲۳، ۹۸
مصور ۲۱۵، ۱۱۵، ۸۳	طریقہ خواجگان ۱۵۶، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۵
مطبخ کے مہتمم ۴۷	۲۱۹، ۲۱۷، ۲۱۴، ۱۷۸
مغل ۱۳۲، ۱۱۷	عرب قبائل کی زبانیں ۱۲۳
مکتب دار ۲۱۳	عربی ۱، ۷، ۵۷، ۷۲، ۷۳، ۹۶، ۱۰۵، ۱۳۳
ملا متیہ ۲۱۹	۲۲۱، ۲۰۰، ۱۸۲، ۱۷۸، ۱۶۹، ۱۶۵، ۱۶۳، ۱۳۹
منگول ۳۵	عطار (پیشہ) ۱۳۹، ۹۵، ۸۸، ۴۲، ۳۰
مہدویت ۲۱۸، ۸۷	فارسی ۱۳-۲۲، ۳۶-۳۸، ۵۲، ۵۷، ۶۰
نقشبندان ۶۵	۶۲، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۷۳، ۷۶، ۷۷، ۹۰
نقشبندیہ احراریہ ۵۰، ۲۸	۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۴۰، ۱۴۵، ۱۵۰، ۱۶۲، ۱۶۵
نقشبندیہ مجددیہ ۱۹	۱۶۹، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۲
نقشبندی/نقشبندیہ ۱۳، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۲، ۳۳	۱۹۳
۳۷، ۳۹، ۴۲، ۴۷، ۵۷، ۶۳، ۶۴، ۶۸	قاشقی ۷۶
۷۳، ۷۵، ۸۷، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۷، ۱۲۷	قریش ۱۳۳
۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۶، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۶۳، ۱۷۸	قزاق ۹۹
۱۸۲، ۱۹۳، ۲۰۲	قزلباش ۴۹
نقیب الاولیا ۱۳۱، ۱۳۲	قضا ۷۰، ۴۷
نود بخشیہ ۲۱۹	کاغذ فروش ۱۲۱
نوشاہیہ ۱۳۱، ۳۹	کاغذ گر ۱۰۴
واعظ ۱۱۷	کبریہ ۶۳
ہفت ہزاری ۱۳۱	کہنہ فروش ۱۸۸
	کھیتی باڑی ۱۱۷، ۹۷، ۸۱

تصاویر

فہرست تصاویر

شخصیات

- ۱۔ خواجہ احرار (برٹش میوزیم، لندن، اٹھارہویں صدی کا مغل مخطوطہ،
۲۸۹ (MS.1974-617-010(2)
- ۲۔ خواجہ احرار و مولانا جامی (خدا بخش لائبریری، پٹنہ، قلمی مرقع 2005)
- ۳۔ خواجہ احرار محمود جلد سازی کی دکان پر، ایک خیالی تصویر، (مجالس العشاق، مخطوطہ، گنج
بخش لائبریری، اسلام آباد، ۷۳۰)
- ۴۔ سلطان حسین باقرا (عمل استاد بہزاد ہروی)
- ۵۔ امیر علی شیر نوائی (عمل محمود مند، ب)
- ۶۔ عبدالرحمان جامی (عمل دولت جہانگیر شاہی، استاد بہزاد ہروی کی بنائی ہوئی تصویر
کی نقل)

مزارات

بہا الدین نقشبند:

- ۱۔ خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان (بخارا)، بیرونی منظر
(تصویر: V.Klepko, A.Zuev)
- ۲۔ خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان، بیرونی منظر (تصویر: جو۔ این لروس)
- ۳۔ خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان، اندرونی منظر (تصویر: جو۔ این لروس)
- ۴۔ خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان، اندرونی منظر (تصویر: جو۔ این لروس)

یعقوب چرخ:

- ۱۔ قبر مولانا یعقوب چرخ، مضافات دوشنبہ (تصویر: جو۔ این لروس)

۳۰۰ - ۲ سنگ قبر مولانا یعقوب چرخنی، مضافات دوشنبہ (تصویر: جو۔ این گروس)
خواجه احرار:

۳۰۱ - ۱ خواجه احرار اور دیگر متعلقین کے قبور کا چبوترہ، سمرقند (تصویر: ساچیوگما کی، ۱۹۹۹ء)

۳۰۲ - ۲ خواجه احرار اور دیگر متعلقین کے قبور کا چبوترہ، سمرقند (تصویر: ساچیوگما کی، ۱۹۹۹ء)

۳۰۳ - ۳ قبر خواجه احرار، سامنے کا منظر (تصویر: حسن بیگ، ۲۰۰۲ء)

۳۰۴ - ۴ سنگ مزار خواجه احرار، عقبی منظر (تصویر: جو۔ این گروس)

۳۰۵ - ۵ سنگ مزار خواجه احرار کی تحریر

۳۰۶ - ۶ احاطہ مزار خواجه احرار کی عمارت (تصویر: ساچیوگما کی، ۱۹۹۹ء)

۷ - احاطہ مزار خواجه احرار کی عمارت کا ایک خوبصورت دروازہ

۳۰۷ - (تصویر: ساچیوگما کی، ۱۹۹۹ء)

۸ - احاطہ مزار خواجه احرار کی عمارت میں حجروں کے خوبصورت دروازے

۳۰۸ - (تصویر: ساچیوگما کی، ۱۹۹۹ء)

۳۰۹ - ۹ احاطہ مزار خواجه احرار (تصویر: ساچیوگما کی، ۱۹۹۹ء)

۳۱۰ - ۱۰ احاطہ مزار خواجه احرار کی ایک مسجد (تصویر: حسن بیگ، ۲۰۰۲ء)

۱۱ - احاطہ مزار خواجه احرار میں نذر دیوان بیگی مدرسہ کا دروازہ

۳۱۱ - (تصویر: حسن بیگ، ۲۰۰۲ء)

بابا حیدر:

۱ - سنگ مزار (بزبان ترکی) بابا حیدر خلیفہ خواجه احرار، استنبول

۳۱۲ - (تصویر: عارف نوشاہی، ۲۰۰۸ء)

۲ - سنگ مزار (بزبان عربی) بابا حیدر خلیفہ خواجه احرار، استنبول

۳۱۳ - (تصویر: عارف نوشاہی، ۲۰۰۸ء)

۳۱۴ - ۳ بابا حیدر جامع (مسجد)، استنبول (تصویر: عارف نوشاہی، ۲۰۰۸ء)

عبدالرحمن جامی:

۳۱۵ - ۱ سنگ مزار عبدالرحمان جامی، ہرات (مأخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء)

سعد الدین کاشغری:

۱۔ سنگ مزار سعد الدین کاشغری، ہرات (مأخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل،

(۱۹۶۷ء)

۳۱۶

حسین واعظ کاشفی و علی واعظ کاشفی:

۱۔ مزار حسین واعظ کاشفی، ہرات (مأخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء)

۳۱۷

۲۔ سنگ مزار فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی، ہرات (مأخذ، رسالہ مزارات

۳۱۸

ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء)

مخطوطات

۱۔ رقعات خولجہ احرار ان کے اپنے سواد تحریر میں (مرقع نوایی، البیرونی انسٹیٹیوٹ

۳۱۹

آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، 2178)

۳۲۰

۲۔ رقعات احرار، ملفوظات احرار کے آخر میں، گنج بخش، اسلام آباد، ۵۸۶۶

۳۲۱

۳۔ ملفوظات خولجہ احرار (مرتبہ میر عبد الاول)، کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد،

۵۸۶۶ (ابتدا)

۳۲۲

۴۔ ملفوظات خولجہ احرار (مرتبہ میر عبد الاول)، کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد،

۵۸۶۶ (ترقیمہ)

۵۔ ملفوظات خولجہ احرار (مرتبہ محمد امین کرکی)، قونی کتب خانہ پاکستان، اسلام آباد،

۳۲۳

(آخر) اور ملفوظات خولجہ احرار (مرتبہ میر عبد الاول)، انڈیا آفس لندن،

D.P.890 (ترقیمہ)

۳۲۴

۶۔ سلسلہ العارفین و تذکرۃ الصدیقین، کتابخانہ مجلس، تہران، ۱۰۱۳۲ (ظہریہ)

۳۲۵

۷۔ سلسلہ العارفین و تذکرۃ الصدیقین، کتابخانہ مجلس، تہران، ۱۰۱۳۲ (ترقیمہ)

۸۔ میر عبد الاول نیشاپوری کا خط، مرقع نوایی، البیرونی انسٹیٹیوٹ آف اورینٹل

۳۲۶

سٹڈیز، تاشقند، (2178)

۹۔ خواجہ محمد یحییٰ کے خطوط، مرقع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز،

۳۲۷ تا شقند، (2178)

۱۰۔ محمد تقی الدین کرمانی کا خط، مرقع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز،

۳۲۸ تا شقند، (2178)

۱۱۔ خواجہ علی کا خط، مرقع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تا شقند،

۳۲۹ (2178)

۱۲۔ مولانا عبدالرحمان جامی کے خطوط، مرقع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف

۳۳۰ اورینٹل سٹڈیز، تا شقند، (2178)

۱۳۔ عبداللہ خواجکا کے خطوط، مرقع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز،

۳۳۱ تا شقند، (2178)

۱۴۔ مولانا قاسم کے خطوط، مرقع نوایی، البیرونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز،

۳۳۲ تا شقند، (2178)

۱۵۔ العروة الوثقی للآزباب الارتقی (عربی ترجمہ رسالہ والدیہ)، کتب

۳۳۳ خانہ ملت، استنبول، 1041 (اول و آخر)

مطبوعات

۱۔ تذکرہ خواجہ عبید اللہ احرار، لاہور، (ایک غلط انداز سرورق) ۳۳۴

۲۔ خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی، کاکوری شریف، ۱۹۸۶ء (سرورق) ۳۳۵

۳۔ مسموعات قاضی محمد زاہد از عبید اللہ احرار، استنبول، ۱۹۹۳ء، (ایک غلط انداز سرورق) ۳۳۶

۴۔ خواجہ احرار ولی، تہران، ۱۹۹۷ء (سرورق) ۳۳۷

۵۔ احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار، تہران، ۲۰۰۰ء (سرورق) ۳۳۸

۶۔ خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط، لائیڈن، ۲۰۰۲ء (سرورق) ۳۳۹

۷۔ مقامات خواجہ احرار، ٹوکیو، ۲۰۰۳ء (سرورق فارسی متن) ۳۴۰

۸۔ مقامات خواجہ احرار، ٹوکیو، ۲۰۰۵ء (سرورق جاپانی ترجمہ) ۳۴۱

- ۹۔ حیات خواجہ احرار: خواجہ احرار کی حیات اور ان کے خاندان کی تاریخ کی تشکیل نو
کا ایک نظامیاتی جائزہ، تاشقند، ۲۰۰۷ء (سرورق)

۳۳۲

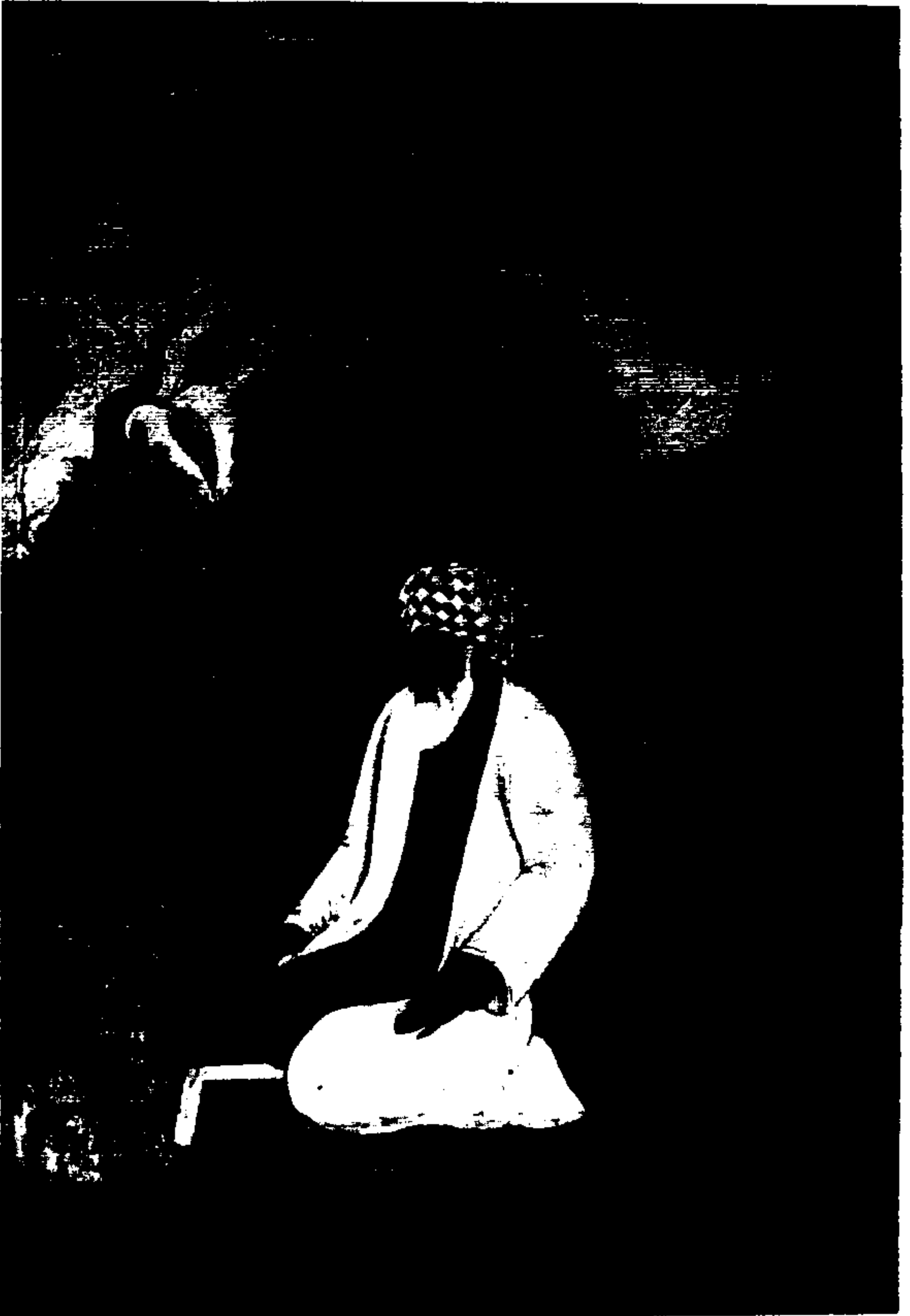
نقشے

۳۳۳

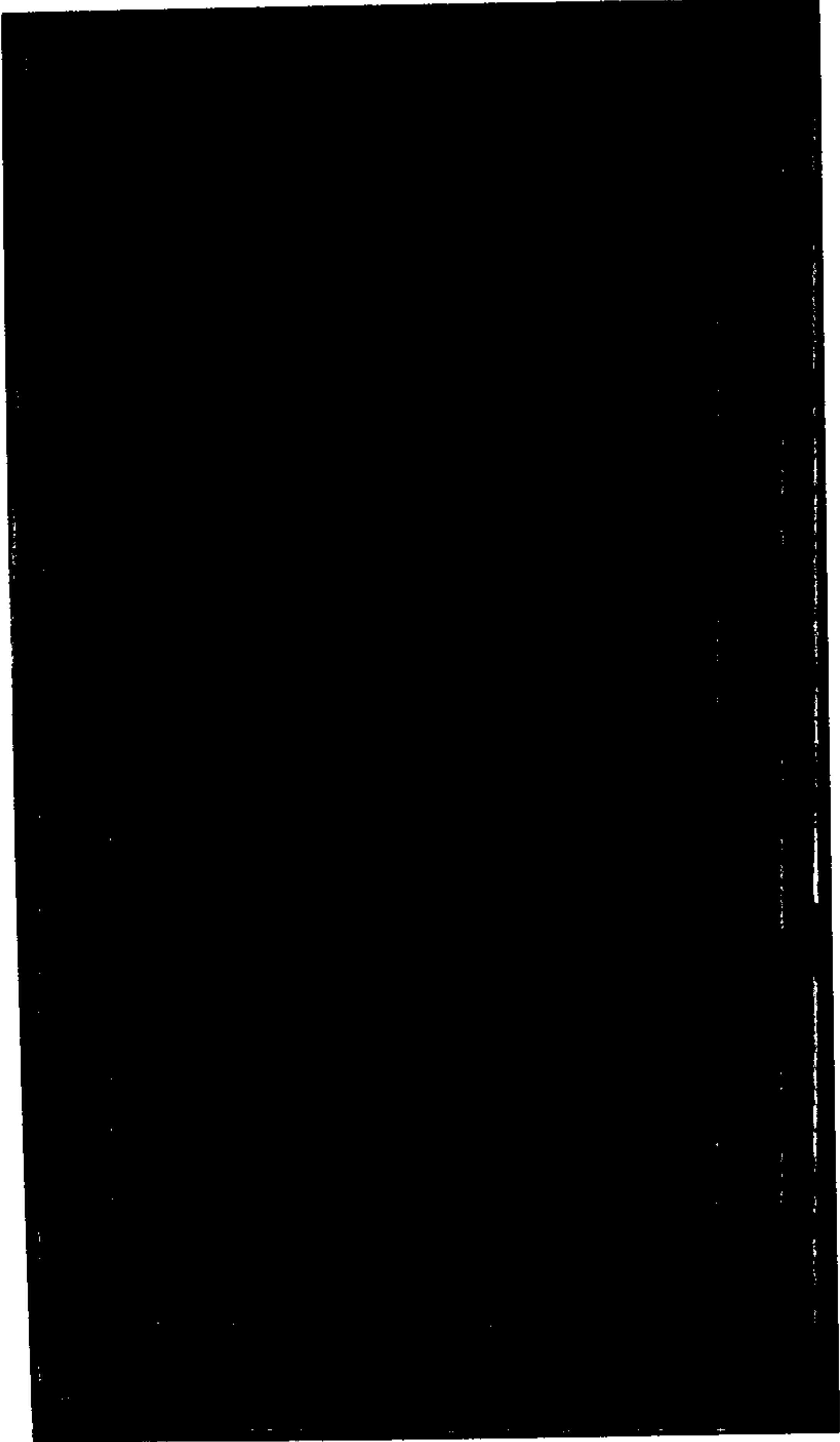
- ۱۔ شاہرخ تیموری کی سلطنت، (ماخذ: اطلس تاریخی ایران)

۳۳۴

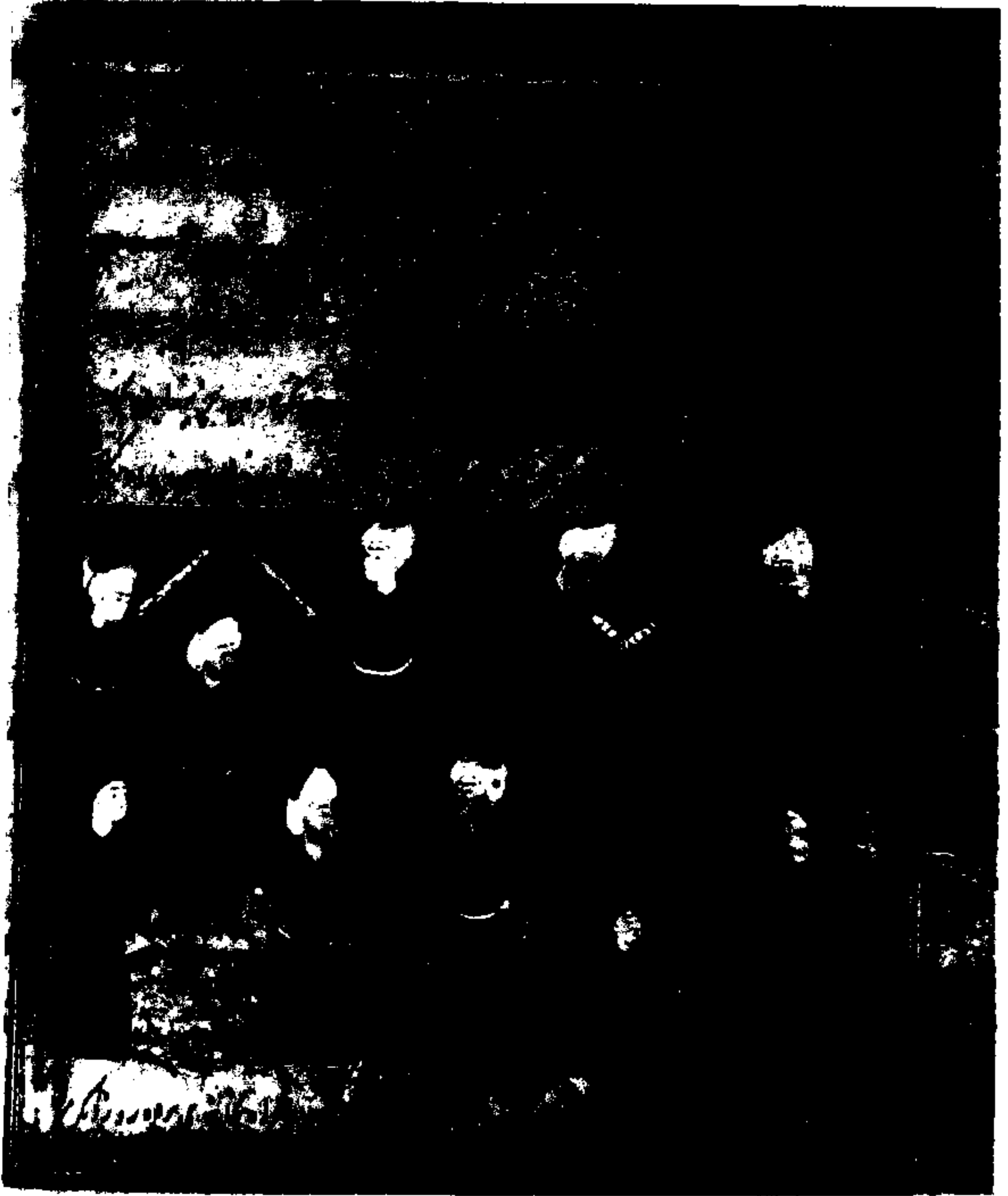
- ۲۔ شاہرخ تیموری کے جانشینوں کی سلطنت، (ماخذ: اطلس تاریخی ایران)



خولجہ احرار (برائش میوزیم، لندن، اٹھارہویں صدی کا مغل منظر، (2) 010 617 1974 MS)



خواجہ احرار و مولانا جامی (خدا بخش لاہوری، پٹنہ، قلمی مرقع 2005)



خواجہ احرار محمود جلد ساز کی دکان پر، ایک خیالی تصویر،
(مجاہد العشق، مخطوطہ، گنج بخش المآثر، اسلام آباد، ۱۳۰۰ء)



سلطان حسین بایقرا (عمل استاد بہزاد ہروی)



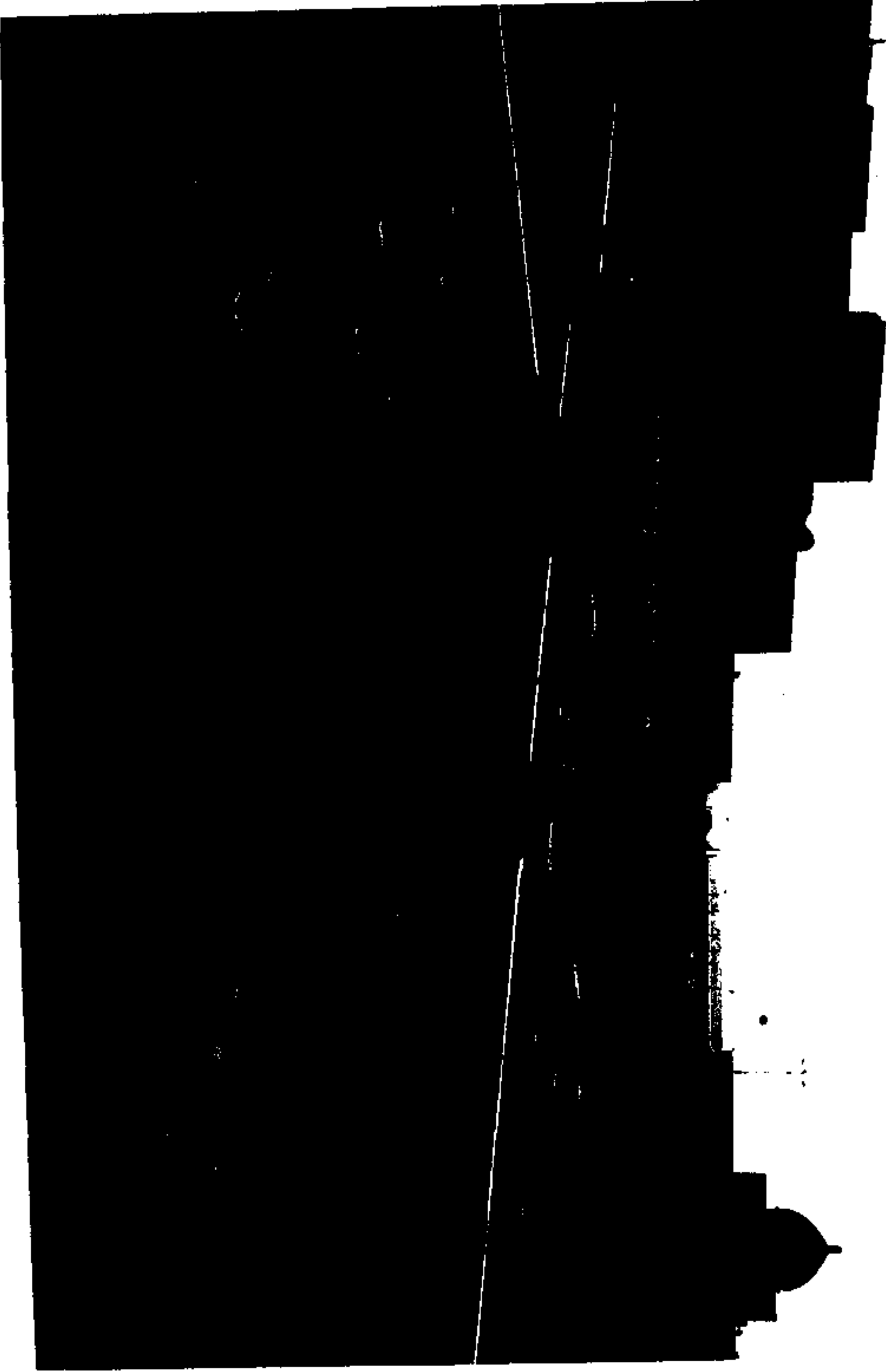
امیر علی شیر نوائی (عمل محمود مذہب)



عبدالرحمان جامی (عمل دولت جہانگیر شاہی، استاد بہراد ہروی کی بنائی ہوئی تصویر کی نقل)



خانقاہ خولجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان (بخارا)، بیرونی منظر (تصویر: A.Klepko, A.Zuev)



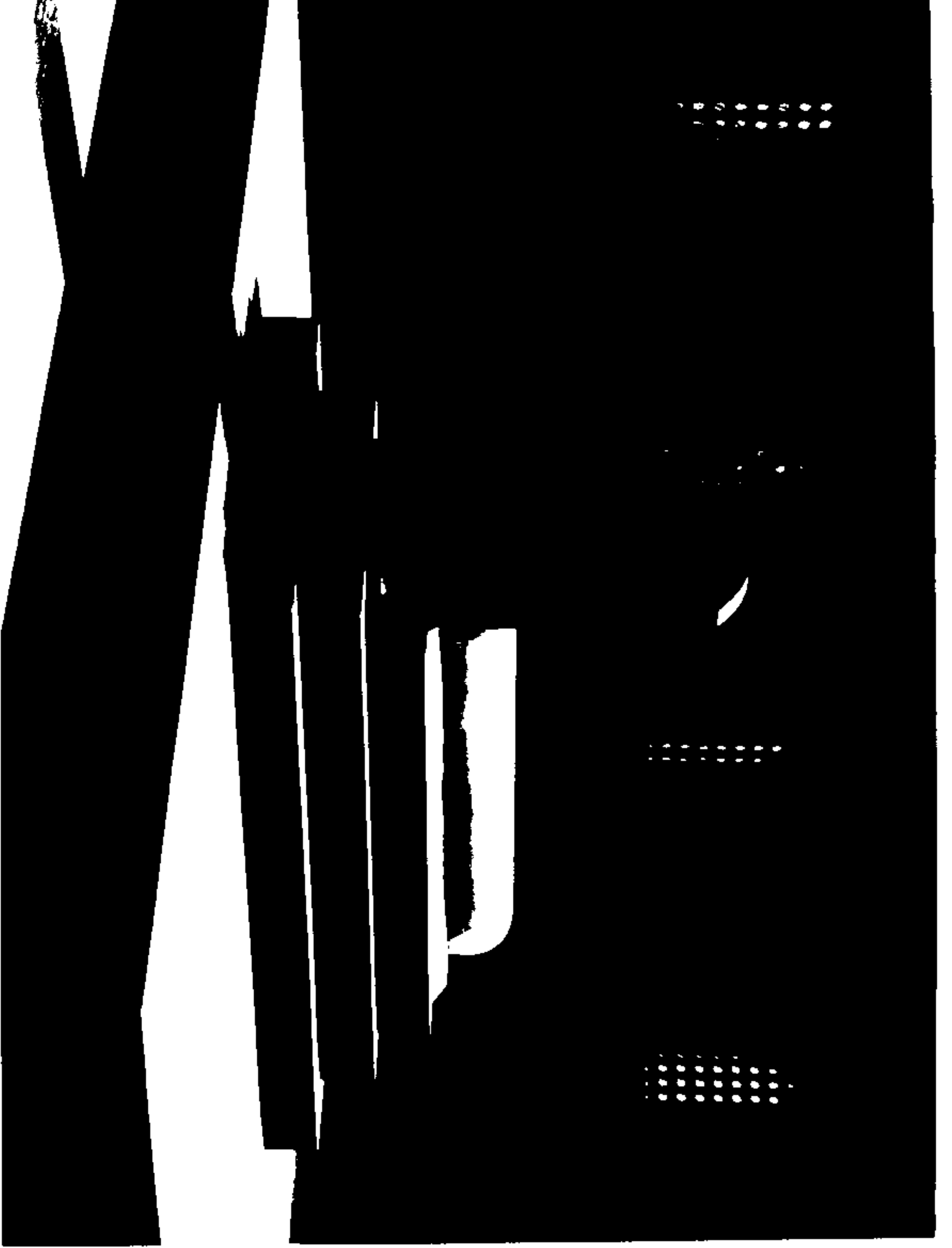
خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان، ہوائی منظر (تصویر: جوہا این گروس)



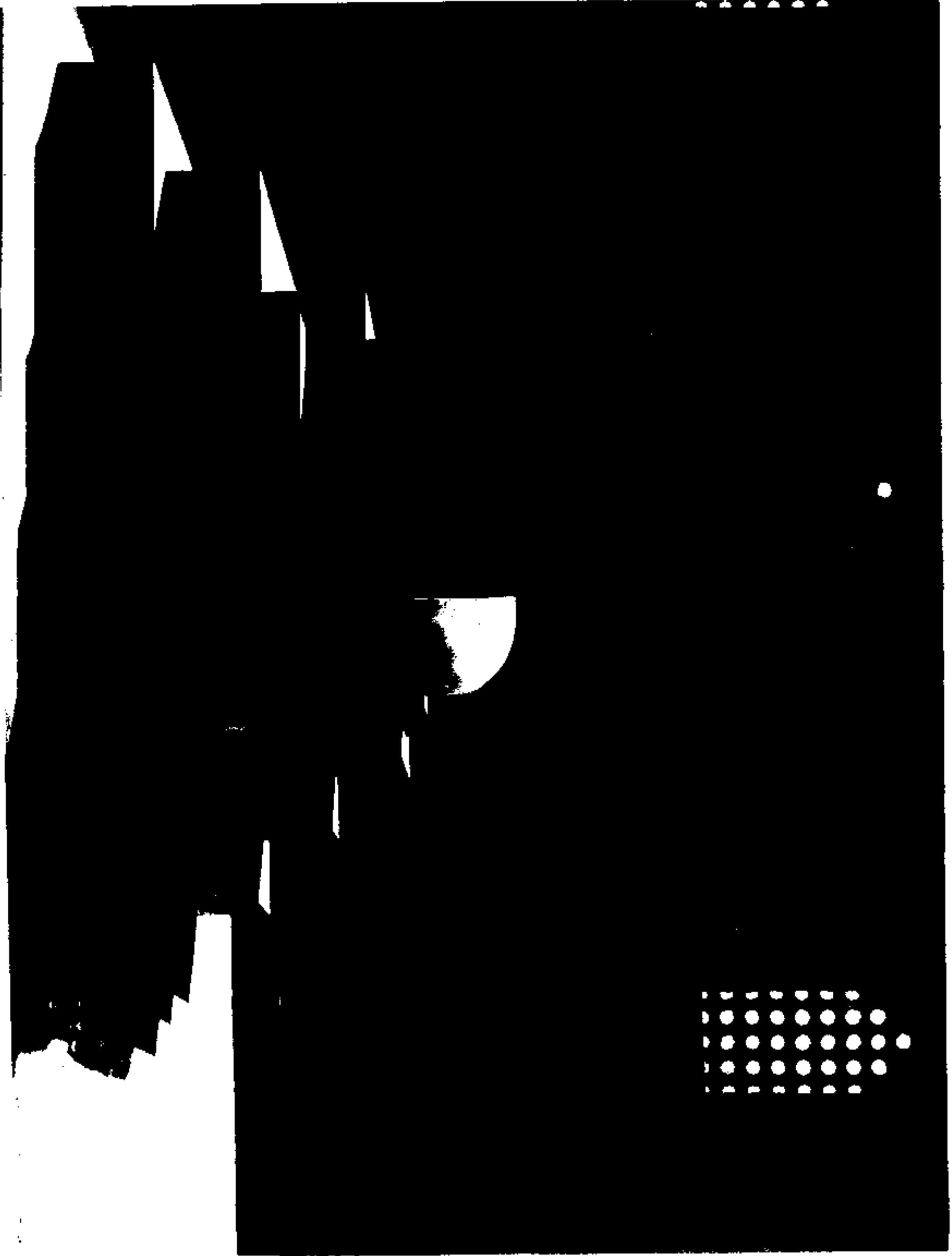
خانقاہ خولجہ بہاء الدین نقشبند، قصبہ عارفان، اندرون فی منظر (تصویر: جو۔ این گروس)



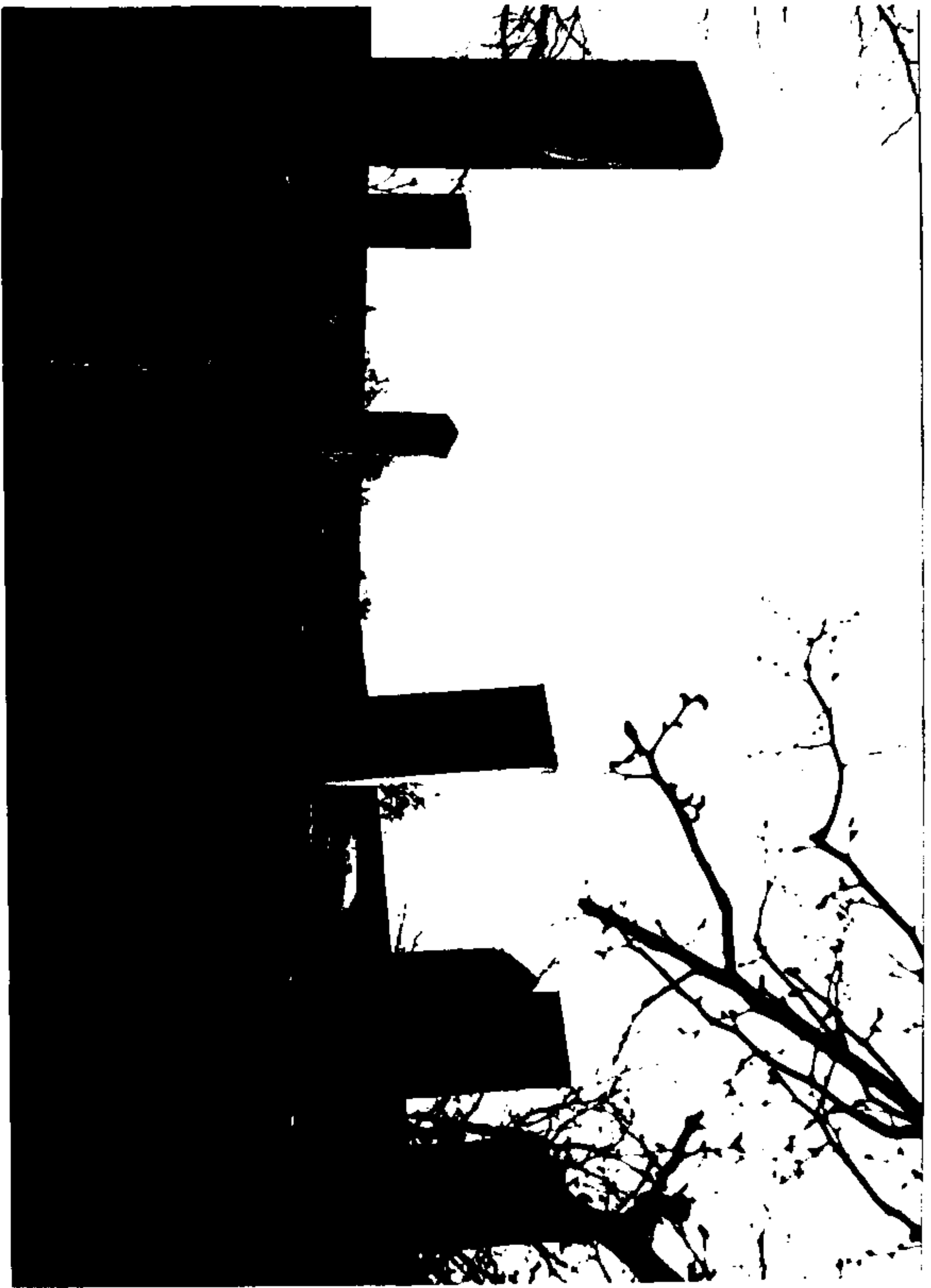
خانقاہ خواجہ بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان، اندرونی منظر (تصویر: جو۔ این گروس)



قبر مولانا یعقوب چرخ، مضافات دوشنبہ (تصویر: جو-این گروس)



سنگ قبر مولانا یعقوب چرخي، مضافات دوشنبه (تصوير: جو-اين گروس)



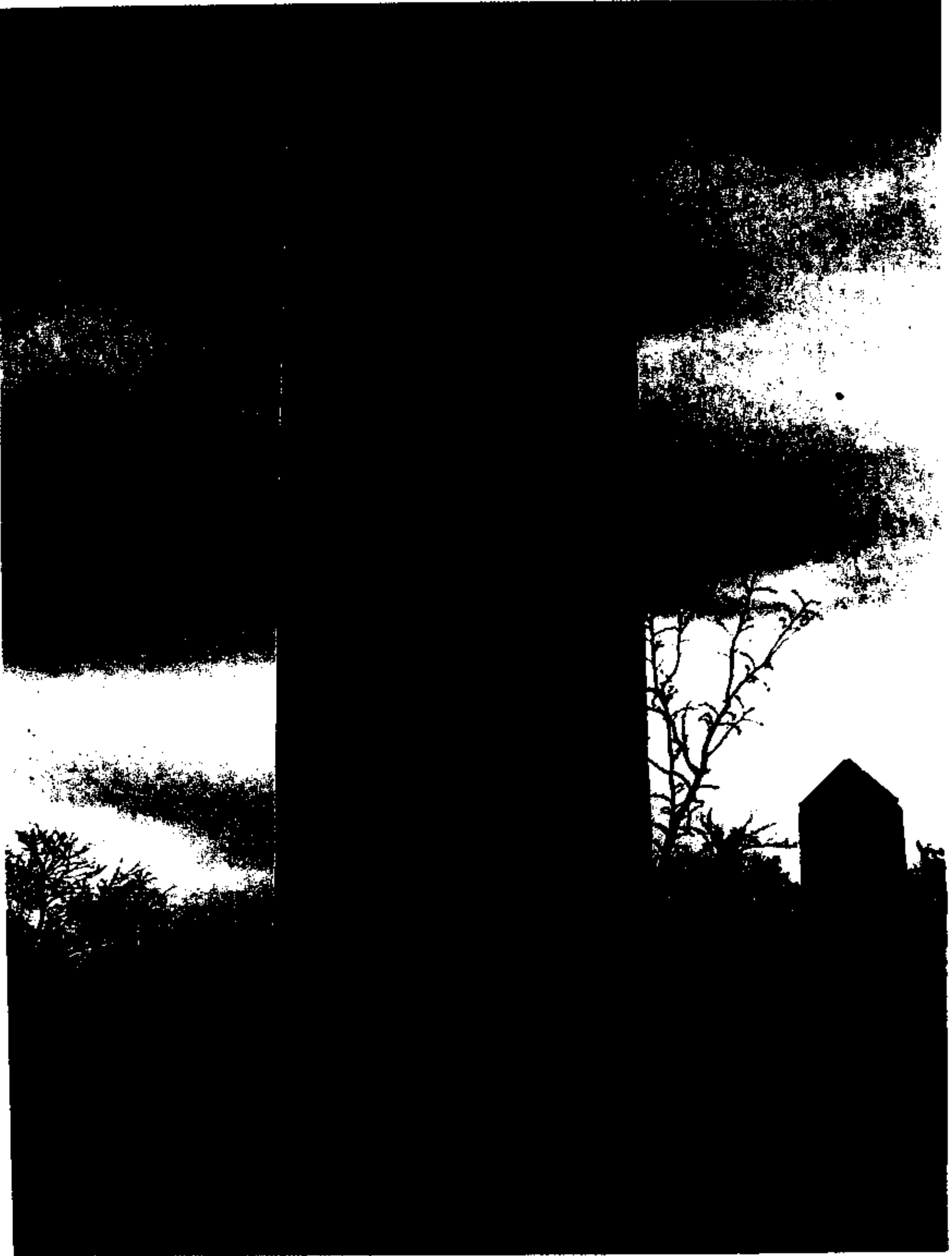
خواجہ احرار اور دیگر متعلقین کے قبور کا چبوترہ، سمرقند (تصویر: ساچیوگما کی، ۱۹۹۹ء)



خواجه احرار اور دیگر متعلقین کے قبور کا چوتراہ، سمرقند (تصویر: ساچیو گاما کی، ۱۹۹۹ء)



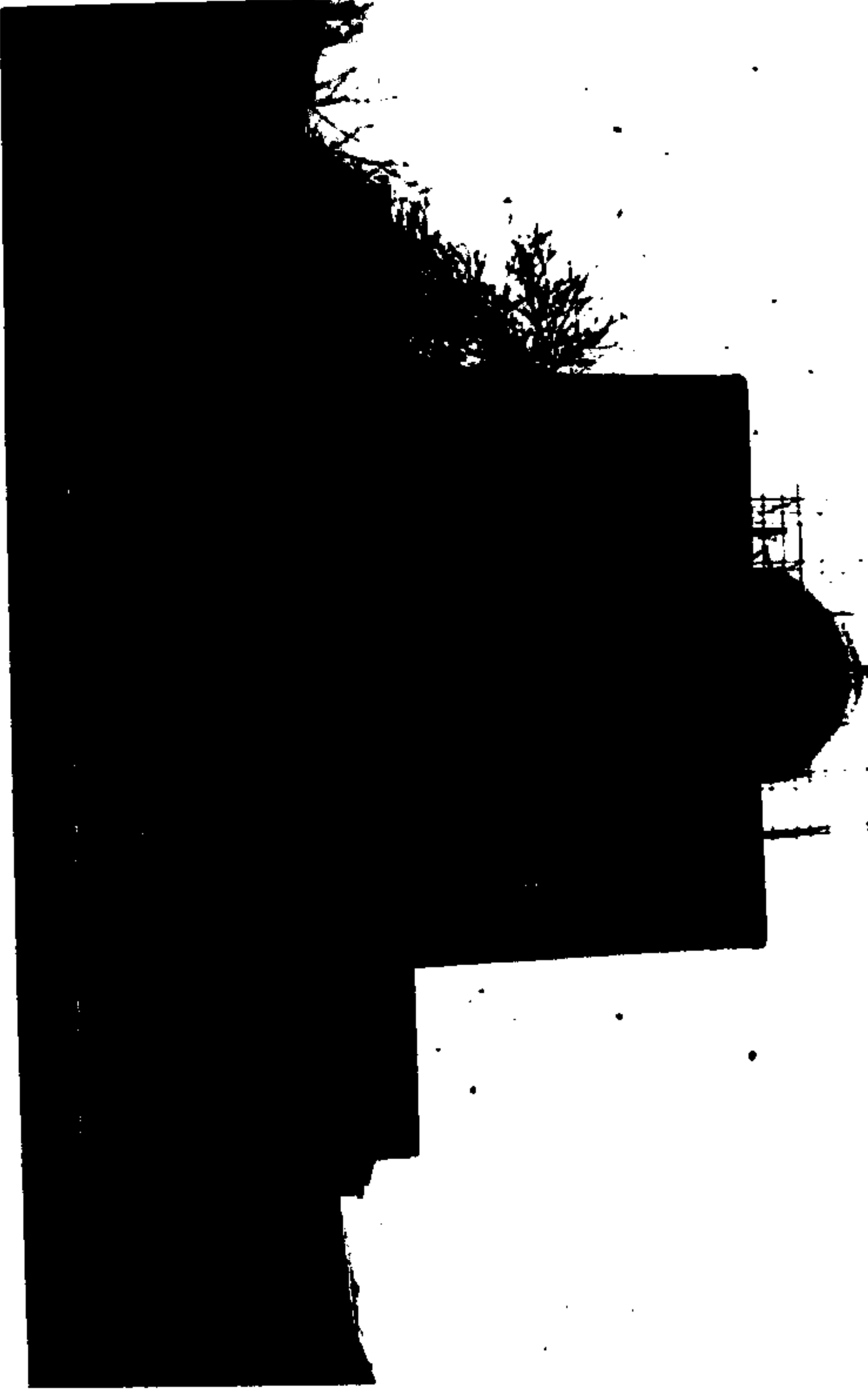
قبر خولجہ احرار، سامنے کا منظر (تصویر: حسن بیگ، ۲۰۰۲ء)



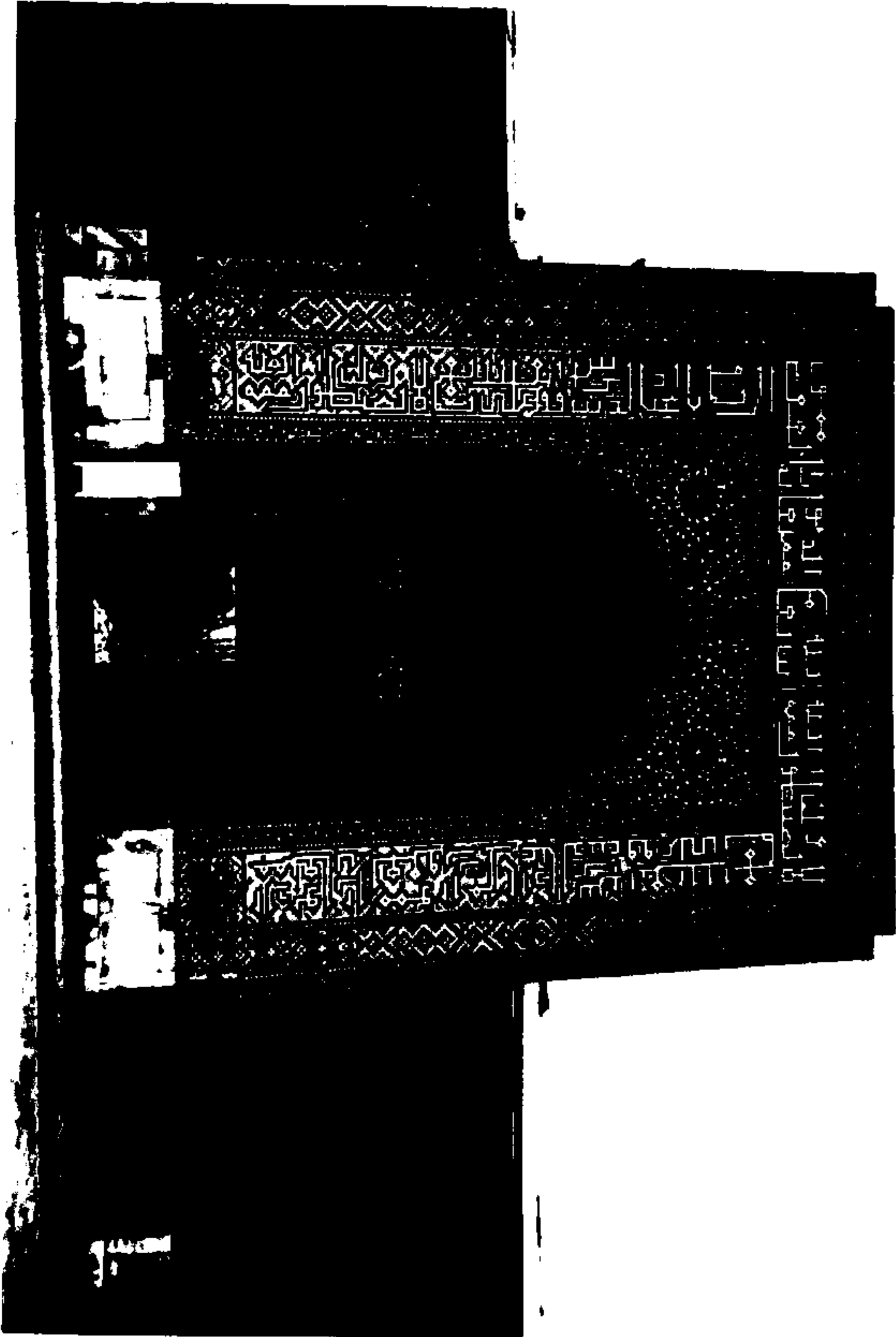
سنگ مزار خواجہ احرار، عقبی منظر (تصویر: جو-این گروس)



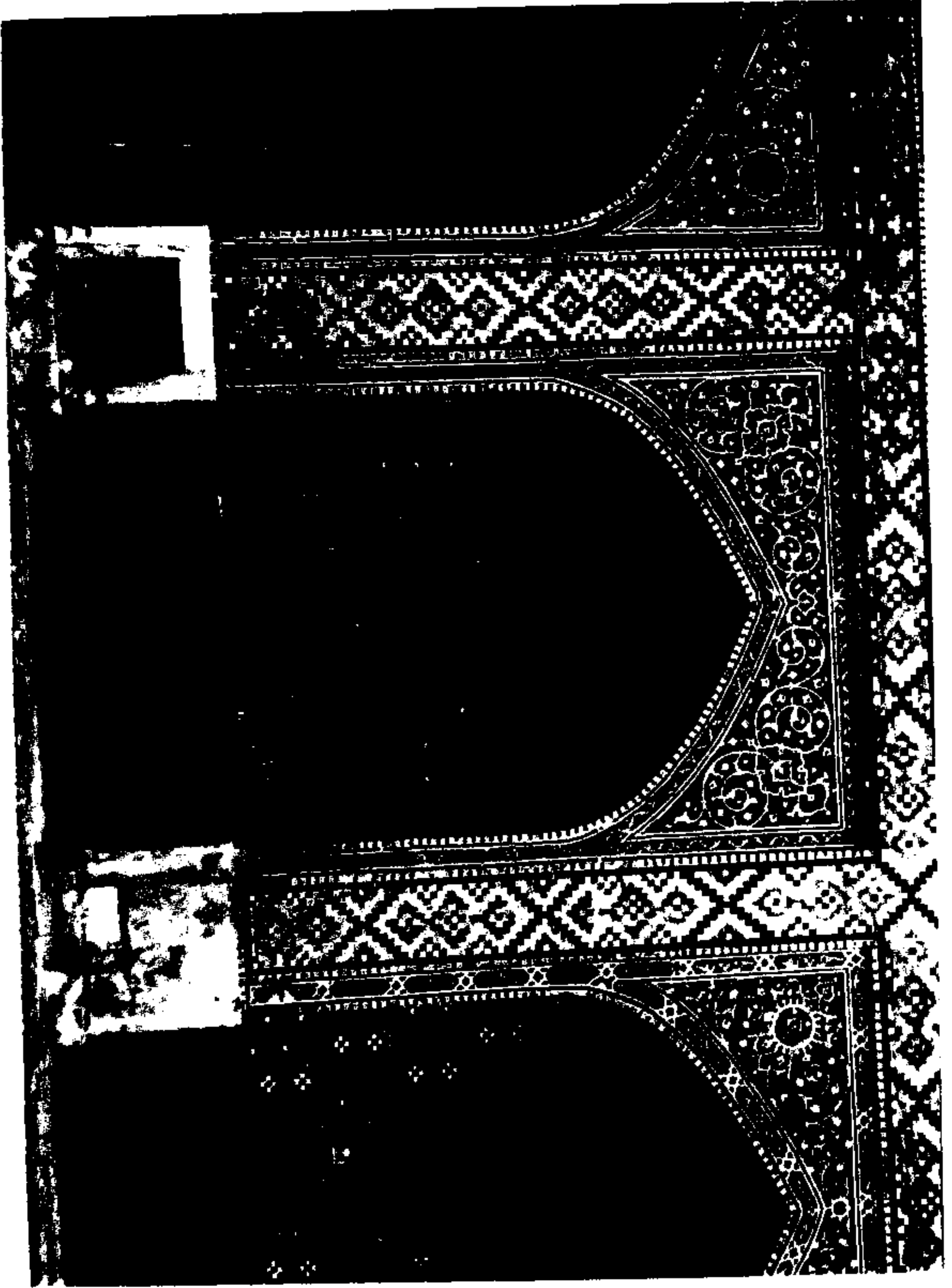
سنگ مزار خواجه احرار کی تحریر



احاطہ مزار خواجہ احرار کی عمارت (تصویر: ساچیوگما کی، ۱۹۹۹ء)



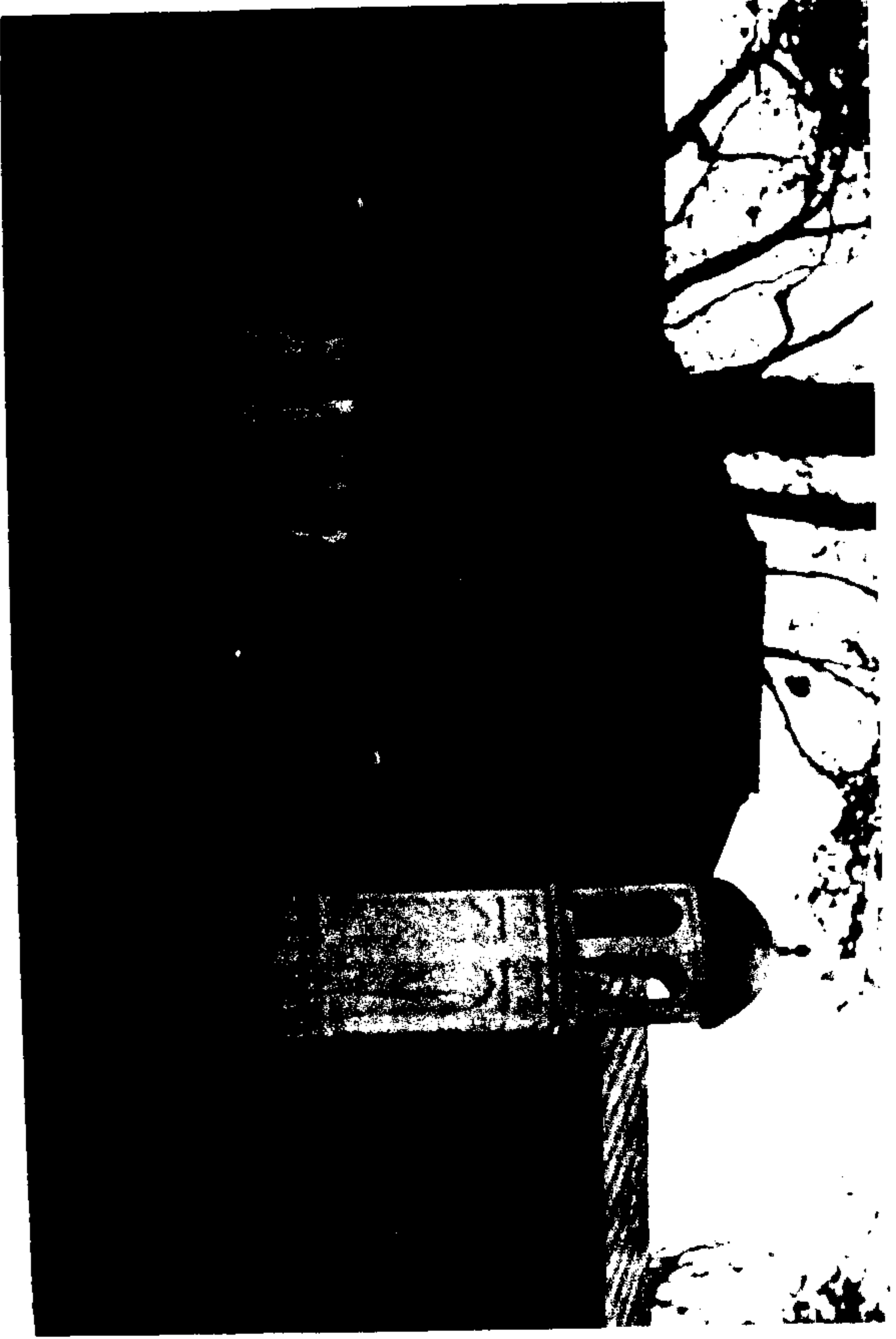
احاطہ مزار خواجه احرار کی عمارت کا ایک خوبصورت دروازہ (تصویر: ساچیو، ماکی، ۱۹۹۹ء)



احاطہ مزار خواجه احرار کی عمارت میں حجروں کے خوبصورت دروازے (تصویر: ساچیوگما کی، ۱۹۹۹ء)



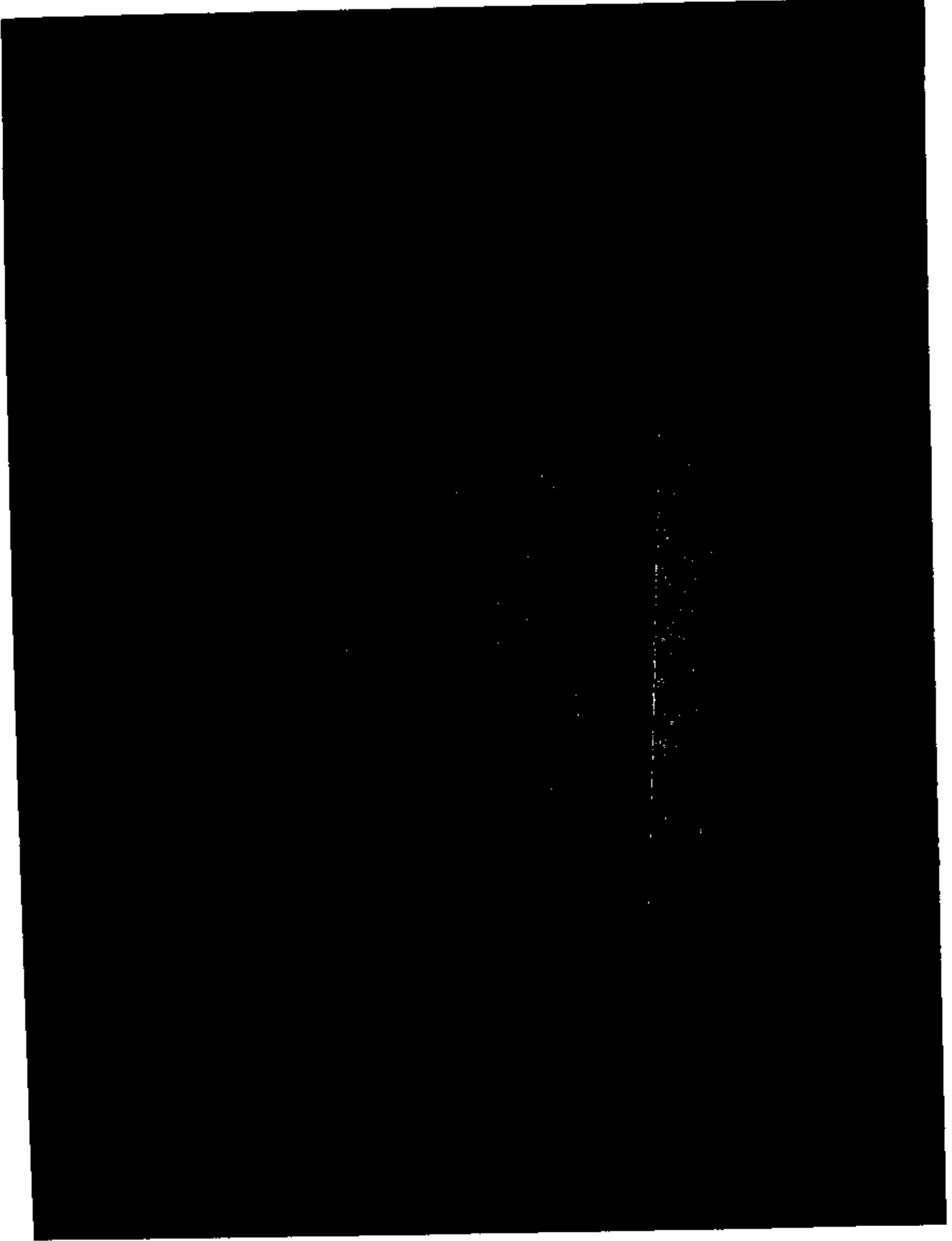
احاطہ مزار خولجہ احرار (تصویر: ساچیو کما کی، ۱۹۹۹ء)



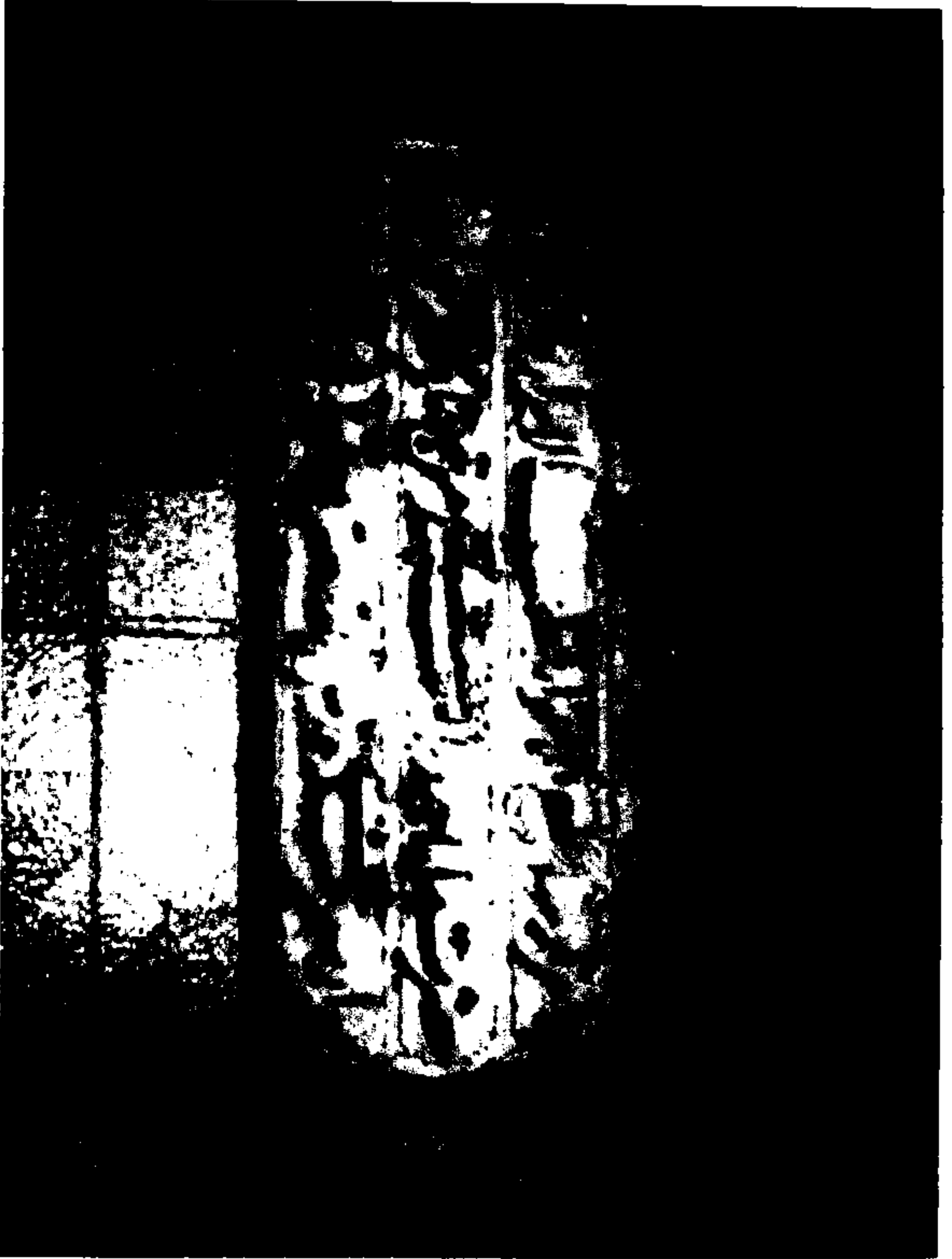
احاطہ مزار خواجہ احرار کی ایک مسجد (تصویر: حسن بیگ، ۲۰۰۴ء)



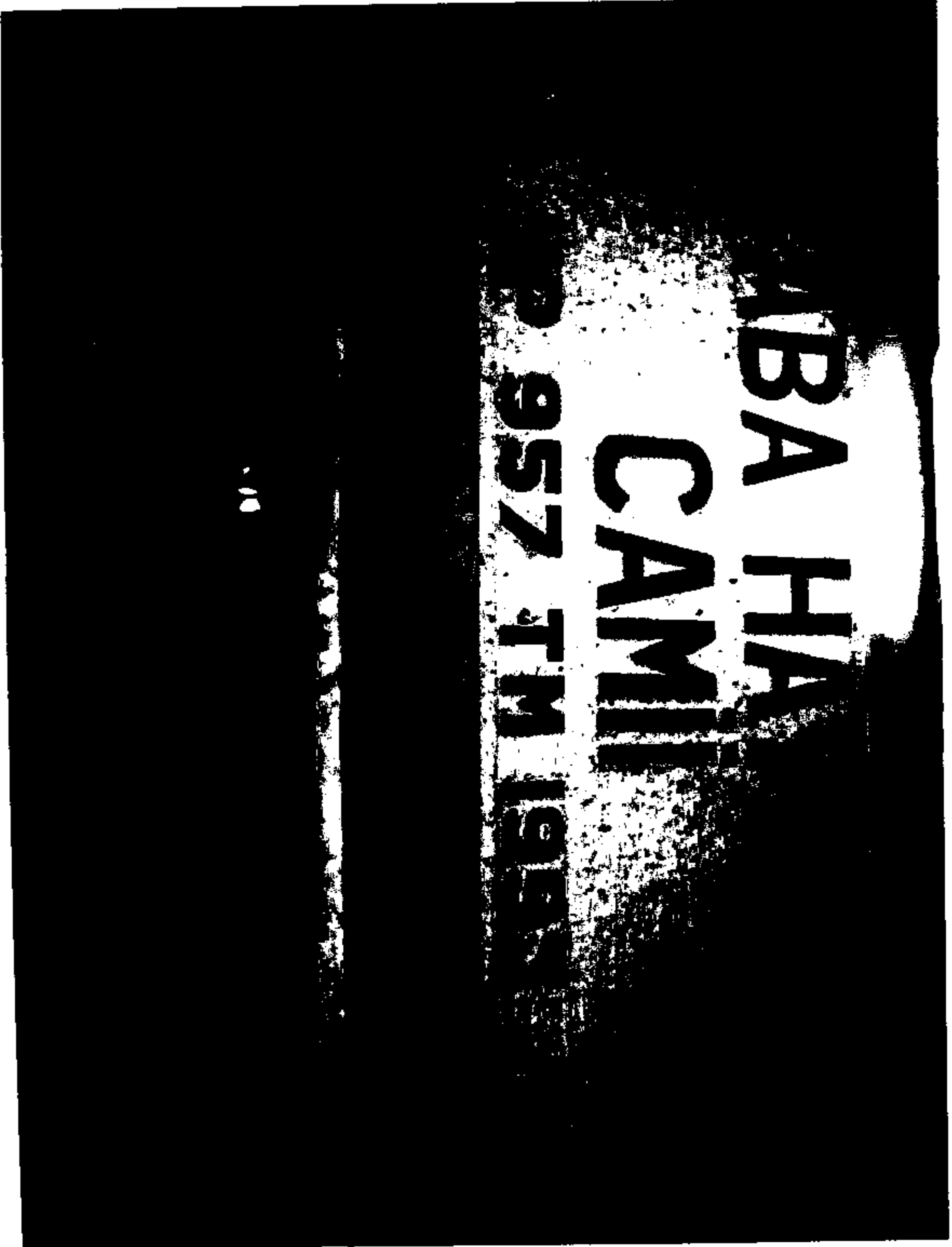
احاطہ مزار خواجه احرار میں نذر دیوان بیگی مدرسہ کادروازہ (تصویر: حسن بیگ، ۲۰۰۲ء)



سنگ مزار (بزبان ترکی) بابا حیدر خلیفہ خواجہ احرار، استنبول (تصویر: عارف نوشاہی، ۲۰۰۸ء)



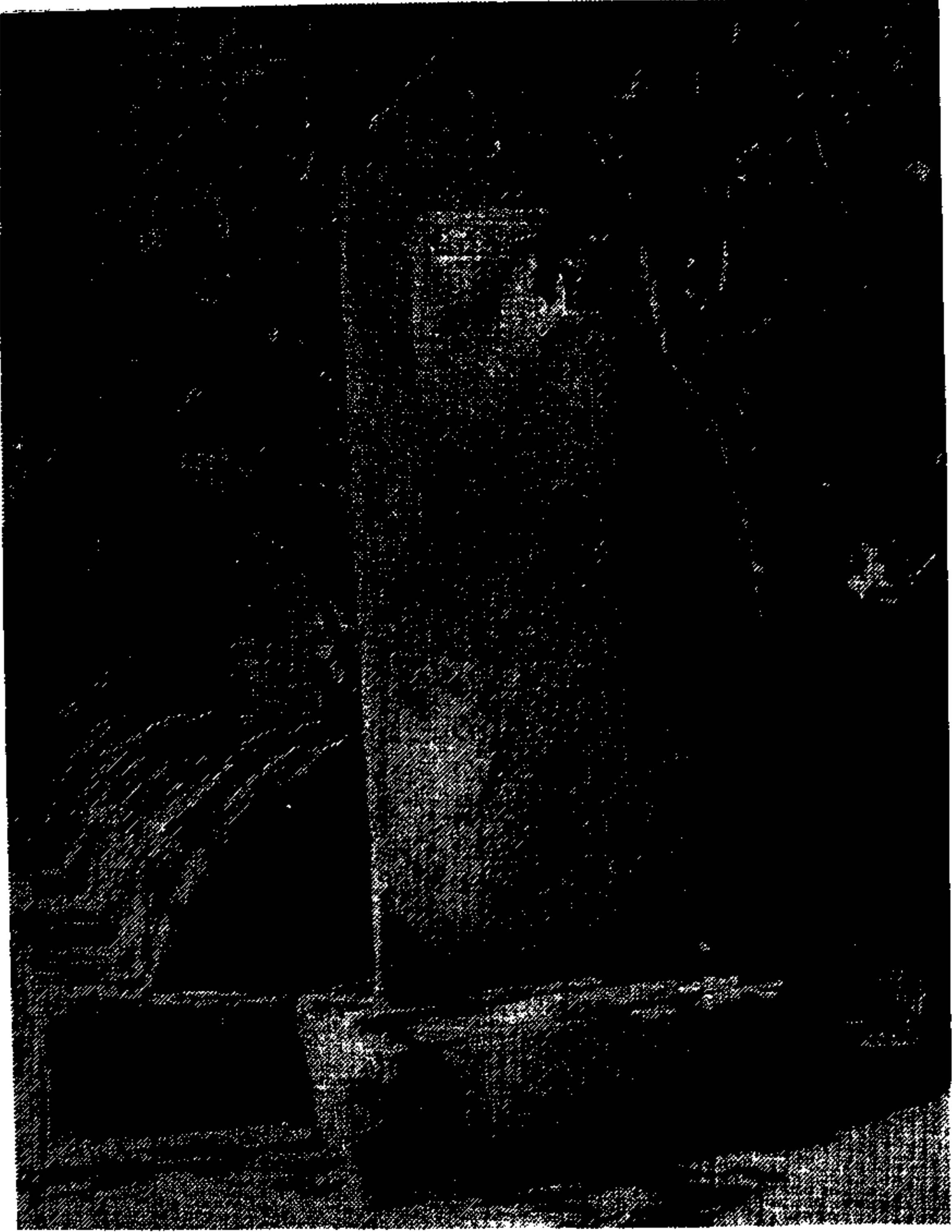
سنگ مزار (بزبان عربی) بابا حیدر خلیفہ، خولجا احرار، استنبول (تصویر: عارف نوشاہی، ۲۰۰۸ء)



بابا حیدر جامع (مسجد)، استنبول (تصویر: عارف نوشاہی، ۲۰۰۸ء)



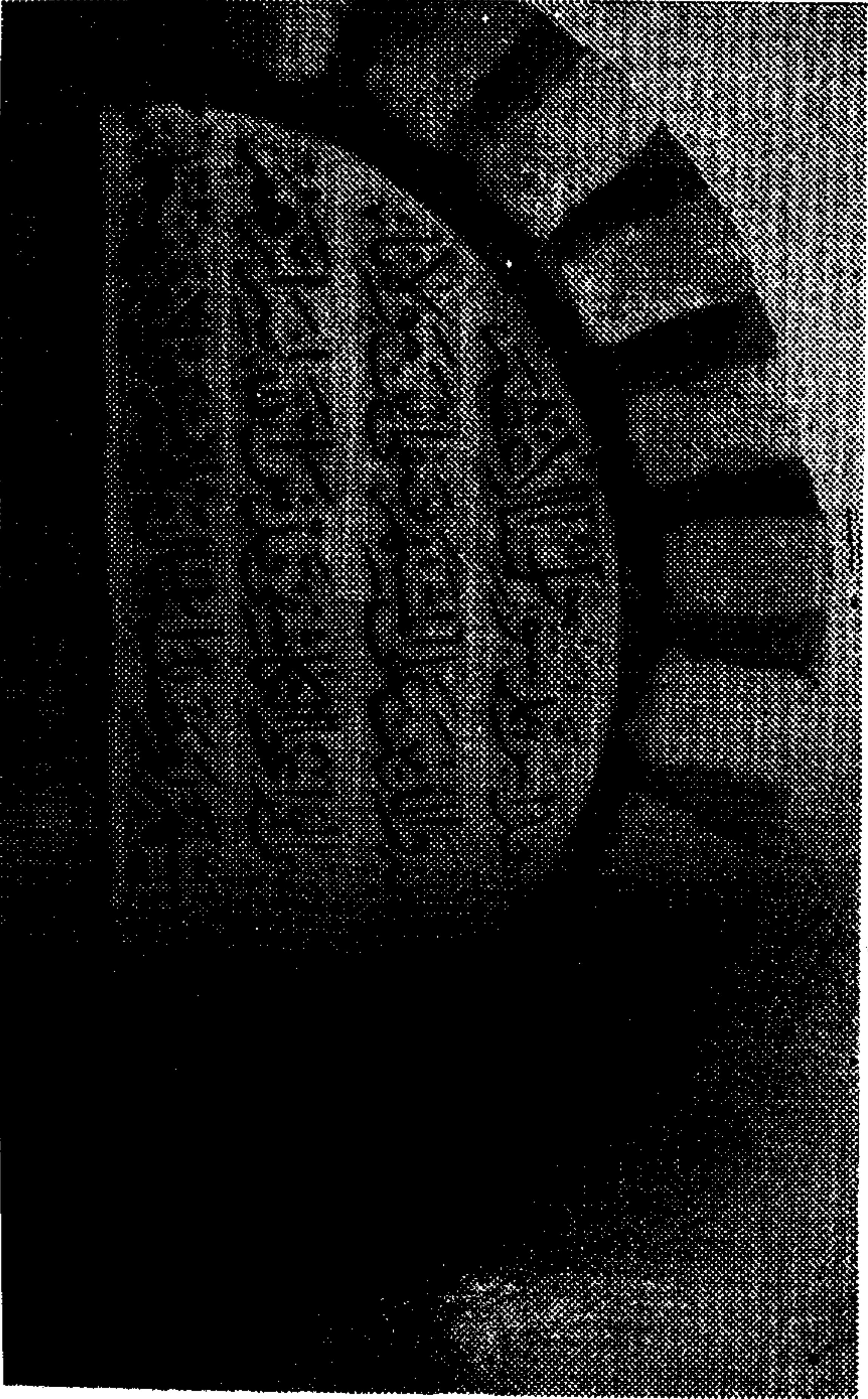
سنگ مزار عبدالرحمان جامی، ہرات (مأخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء.)



سنگ مزار سعد الدین کاشغری، ہرات (مأخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء)



مزار حسین واعظ کاشفی، بہ ات (ماخذ، رسالہ مزارات بہ ات، کابل، ۱۹۶۷ء)



سنگ مزار فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی، ہرات (مأخذ، رسالہ مزارات ہرات، کابل، ۱۹۶۷ء)

کتابوں صوفیہ میں اس حدیث میں ہے: **بِرَّاءٍ وَنِيَابٍ كَمَا حَذَّرْنَا مِنْهَا**
 آمنت کہ درجعات اخیریہ۔ **اَلْبِرُّ** کہند ہیں بابت اعتدال یا برکت
 حین نماز ہے کہ وہ الریح کہ وہ وہ سا طریقہ ایشیا پر قیامت
 اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین اختیار فرمائندہ و ملا فطز و صاحب
 کہندہ واللہ اعلم

بندان رفع بیان مرفوع آگے از صورت شاد فوراً خود قوی شریف
 سبب آگے خدمت مناسبہ از من جنہی مالہ او بیاید اور نیت
 ابتدائی لطف آہی آگے من بعد خدمت مناسبہ آگے بیاید خواستہ
 بیاید الریح آگے خاطر او پریشان نباشد کہ
 خدمت مہم و عار و بیانیان فقیرا پیش چار کلان و مادر خود
 رسانند و خواہراں نا ازین فقیر پرسند **وَاللَّامُ الْفَعِيلُ**
 مہم و خوردیدہ دعا، این فقیرا قبول کردہ دعا و نیاز خدمت
 امیر و مادر خود و خواہراں خود رسانند بخوانند **سُبْحَانَكَ**
وَاللَّامُ الْفَعِيلُ

خدمت امیر ازین فقیر دعا و نیاز منک قبول فرمودہ دعا و نیاز
 این فقیرا بہرہ منعمان کرم فرمودہ رسانند **تَعَزُّوْا**
 امید چنان بہت کہ برودہ بشیرت ملازمت شرف کردہ اللہ **وَاللَّامُ الْفَعِيلُ**
 خدمت امیر ازین فقیر بخت قبول فرمودہ چنان کہتے **وَاللَّامُ الْفَعِيلُ**

۱۹۰
۱۸۶۶

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة على نبينا محمد
 و فرمودند انما طابت ثقتنا سالما صلاحتنا
 امانه حضرت خواجه محمد علی قاسمی تبرکات
 بنوع شریعت با آنکه کویا حضرت ایمان
 می باید که در تجدید و بنا و طراوت
 جبارت است از اول و گاه شرف
 این کلام اصل می شود سعی و اهتمام
 می فرمودند که سید علی با سه مرتبه
 او که مرتبه او بود خواست که او
 حاصل کند او را نجام کرده که
 می انداخته تا آنکه شاهدی گاه
 سر صحبت خود بگوید آشکارا کردی
 من جباره العلماء می فرمودند
 مدین صوت خست مراد نیست
 و تعظیم است معنی صفت حق سبحانه
 بتمام احکام شرعی اقامت کند

که

در حدیث
در حدیث

ماوردی

ملفوظات خواجه احرار (مرتبه میه عبدالاول)، کتابخانه شیخ بخش، اسلام آباد، ۱۹۶۶ (۱۹۶۶)



سلسلہ العارفين و تذکرۃ الصديقين، کتابخانہ مجلس، تہران، ۱۰۱۲۲ (ظہریہ)

۳۳۸
 محمد تقی الدین

اعلیٰ امیر عالم و زلی دول و نون و نون
 بعد از مرگ دعوات علماء و مؤمنان که در آن
 رعد نیاید در آن کشند که در طاعت و نماز
 اسب و در سلطه صفت و سایر بلاد
 المسلمین و الاغانی و جود و والدین که
 در آن خانه الله و نوح که طاران و اسب
 منزه از عبادت و در آن رعد و صاع و جود
 نیز قهر و عزم اسب طاران و دیگر و صفت
 مراد پر انوار و صاع مرآت اسب صلی الله علیه
 فتم من العباس و صیاب منها و خواتم
 صلی الله علیه و آله و سلم آن را
 به اراده سلطه فکرت کف ابر و صلی
 و صفت و کشتن و صفت و صفت
 نیز و صفت و صفت و صفت
 و کعبه و صفت و طاران اسب مانند
 که دارند اسب و صفت و صفت
 خواتم صلی الله علیه و آله و سلم

محمد تقی الدین کرمانی کاخط (مرقع نوایی، البیرونی انشی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، 2178)

کتاب
وزن

۴۵۰

بعد از عرض دعا و سایر عروس ملا با بر می گویند
 حاملان روبرو نماز عروسه دای دریا جی سید
 دازد العالی که العالی درج نورانی در عروسه را
 اسامی ملازبان و ملازبانان معلوم است که نام آن
 و الحمد لله کریم العالی تامل و السلام

۴۵۱ بعد از عرض نماز عروسه و دعا عروسه را ملازبانان

ملازبانان که سید ملازبانان سید در عروسه
 نورانی در عروسه را سید ملازبانان سید
 حکم کند اگر ملازبانان فراموش جامع
 بخواند بود . بیه کسب نام و عروسه سید

عبداللہ خواجکا کے خطوط (مرقع تواریخ، البیہ ونی انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، تاشقند، ۱۹۷۸ء)

اس کتاب کے تمام حق حقوق پر جو ایک نیکو فیاض انسان کے لئے ہر حق پر حق ہیں ان کے نام محفوظ ہیں

سلسلہ توثیق
از دور حرکت

تذکرہ

خواجہ عبدالشہید

محقق عالی جناب تہذیب و ادب کے
مآثرین اویس او بیار زمان پیشوا
علمائے دوران حضرت خواجہ عبید اللہ احرار تہذیبی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

فاضل الدین پیر حسین الدین تاج الدین گزنی تاجران قومی

مشرف تہذیب

کوچہ گلہ میں بازار کشمیری

لاہور

بعض وقت کثیرا معاورہ ایدو ترجمہ کرار
محقق عالی جناب تہذیب و ادب کے
مآثرین اویس او بیار زمان پیشوا

تذکرہ خواجہ عبید اللہ احرار، لاہور، (غلط انداز سرورق)

مؤلف: مولانا سید شاہی آغا
 حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد
 الف ثانی سرہندی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ
 کے جدِ طریقت
 حضرت سلطان الاولیاء

خواجہ عبید اللہ حرار نقشبندی

کتاب خانہ مولانا سید شاہی آغا

خواجہ عبید اللہ حرار نقشبندی، کاکوری شریف، ۱۹۸۶ء، (سرورق)

مَسْمُوعَاتِ

قاضی محمد زاہد

از عبید اللہ احرار

«قلص سرہما»

قد اعتنى بطبعه طبعه جدیدة بالاوقف
وقف الاخلاص



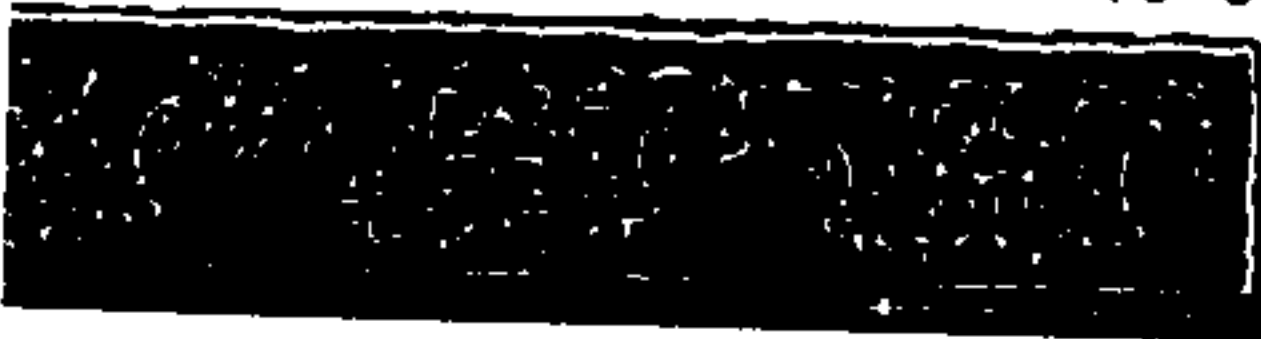
HAKİKAT KİTAPevi
Darüçşefaka Cad. 57/A (P.K. 35)
34262 Fatih Tel: 523 45 88
İSTANBUL
1993

مسموعات قاضی محمد زاہد از عبید اللہ احرار، استنبول، ۱۹۹۳ء، (غلط انداز سرورق)



خواجہ احرار ولی

نگاشتنہ پروفیسور
باتورخان خلعت پور ولی خواجہ
به کوشش پروفیسور
رحیم مسلمانیان قبادیانی



خواجہ احرار ولی، تہران، ۱۹۹۷ء (سرورق)

احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار

(۸۰۶ تا ۸۹۵ ق.م)

مشتمل بر

ملفوظات احرار بہ تجزیہ میر عبد الاقل نیشابوری

ملفوظات احرار (مجموعہ دیگر)

رقعات احرار

خوارق عادات احرار تالیف مولانا شیخ

تصحیح و با مقدمہ و تعلیقات

عارف نوشاہی

مرکز نشر دانشاہی، تہران

احوال و سخنان خواجہ عبید اللہ احرار، تہران، ۲۰۰۰ء (سرورق)

The Al-Beruni Institute of Oriental Studies
of the Academy of Sciences of the Republic of Uzbekistan

THE LETTERS OF KHWĀJA 'UBAYD ALLĀH AḤRĀR AND HIS ASSOCIATES

Persian text edited by ASOM URUNBAEV
English translation with notes by JO-ANN GROSS
Introductory essays by JO-ANN GROSS and ASOM URUNBAEV



BRILL,
LEIDEN · BOSTON · KOLN
2002

خواجه عبید اللہ احرار اور ان کے متعلقین کے خطوط، لائینڈن، ۲۰۰۲ء، (سرورق)

مقامات خواجہ احرار

تذکرہ خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار (۸۰۶ تا ۸۹۵ ق.)

نوشتہ مؤلفی مخاطب بہ

مولانا شیخ

تصحیح

ماساتومو کاواموتو

مؤسسہ مطالعات زبان ہا و فرهنگ های

آسیا و آفریقا

توکیو ۲۰۰۴

مقامات خواجہ احرار، توکیو، ۲۰۰۴ (سرورق فارسی متن)

ISSN 1340-5306
Studia Culturae Islamicae No.80

15世紀中央アジアの聖者伝
ホージャ・アフラールのマカーマート

マウラーナー・シャイフ

として知られる弟子

編著

川本 正知 訳注

東京外国語大学アジア・アフリカ言語文化研究所

2005 年

مقامات خولجا احرار، نوکیو، ۲۰۰۵ (سرورق جاپانی ترجمہ)

Институт востоковедения имени Абу Райхана ал-Бируни
Академии наук Республики Узбекистан

КАДЫРОВА МУХЛИСАБОНУ ТУРГУНОВНА

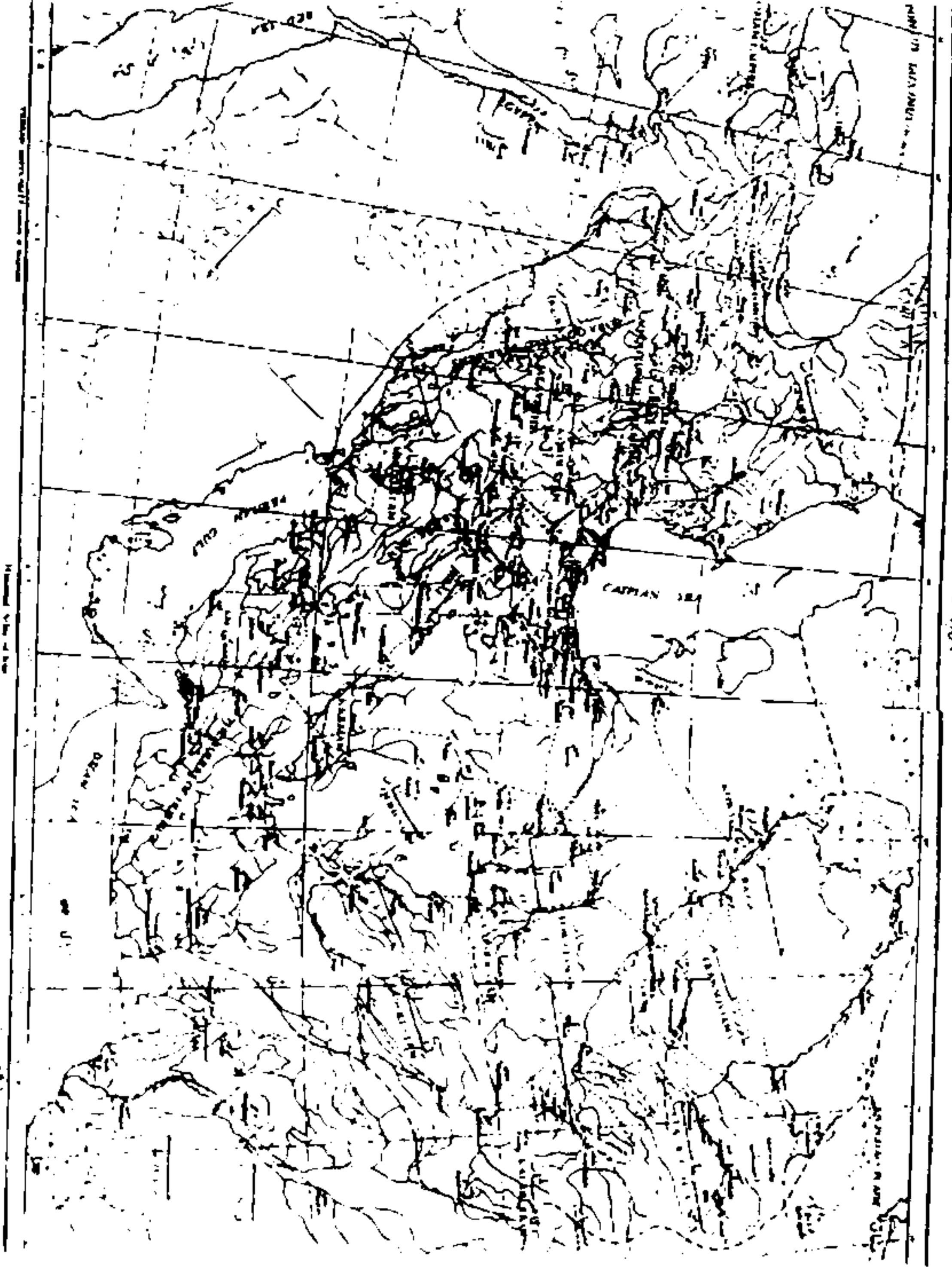
ЖИТИЯ ХОДЖА АХРАРА

Опыт системного анализа по реконструкции биографии Ходжа Ахрара
и истории рода Ахраридов

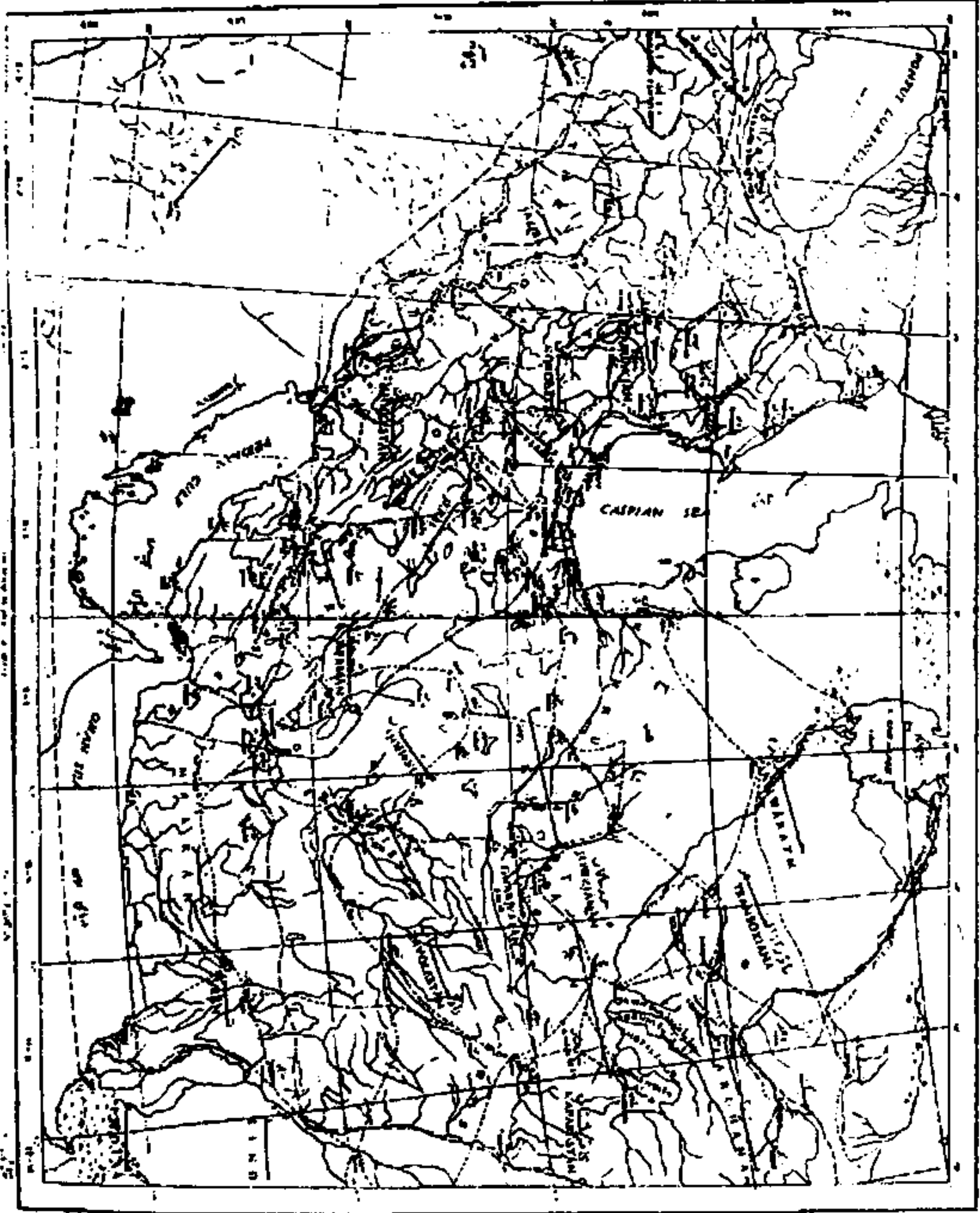
Ответственный редактор: Б.М. БАБАДЖАНОВ

Ташкент – 2007

حیات خواجہ احرار: خواجہ احرار کی حیات اور ان کے خاندان کی تاریخ کی
تشکیل نوکا ایک نظامیاتی جائزہ، تاشقند، ۲۰۰۷ء (سرورق)



شاہرخ تیموری کی سلطنت
 ماخذ: اطلس تاریخی ایران



شاہرخ تیموری کے جانشینوں کی سلطنت
ماخذ: اطلس تاریخی ایران

استدراک و صحت نامہ

۱۔ میری تالیف اور مرتب کردہ فارسی کتاب احوال و سخنان خواجه عبید اللہ احرار، مطبوعہ تہران، ۲۰۰۲ء کا مخلص جعلی ایڈیشن، ہرات، افغانستان سے شائع ہوا ہے۔ اس کے کوائف حسب ذیل ہیں:

احوال و آثار خواجه عبید اللہ احرار: ناصر الدین عبید اللہ احرار عارف قرن نہم بہ ہمراہ گزیدہ ملفوظات احرار، خوارق عادات و رقعات احرار، گرد آورندہ: خواجه عبد البہادی احراری، انتشارات احراری، ہرات، ۱۳۸۵ش (۲۰۰۶ء)، ۲۰۷ صفحات

کتاب کے نام نہاد مرتب اور ناشر عبد البہادی احراری نے اس ایڈیشن پر ۶ صفحات کا ایک مقدمہ لکھا ہے اور باقی سارا مواد بلفظ میری کتاب سے لے کر چھاپا ہے اور اپنی اس حرکت پر پردہ ڈالنے کے لیے مقدمہ میں یہ بات لکھ دی ہے: ”یہاں میں ان سب لوگوں کا شکر یہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری مدد کی، از آنجملہ ڈاکٹر محمد [! عارف نوشاہی استاد دانشکاہ پاکستان] [! جنہوں نے خواجه عبید اللہ احرار کا مجموعہ [آثار] جمع کرنے میں بے حد زحمت اٹھائی۔“ (ص ۸) اور سرورق پر کہیں میرا نام دینے کی ضرورت نہیں سمجھی!

سرقہ اور جعل پر مبنی اس ایڈیشن کے مشمولات اس طرح ہیں:

- ۱۔ خواجه احرار کے حالات، یہ میرا مقدمہ میرے نام کے بغیر ہے، ص ۱۳-۹۲،
- ۲۔ ملفوظات احرار بہ تحریر میر عبد الاول نیشابوری، ۹۷، ۲۷ ملفوظات انتخاب، یہ میرے تصحیح کردہ ہیں لیکن صراحت کے بغیر، ص ۹۳-۱۶۰،

۳۔ گزیدہ خوارق عادات احرار از مولانا شیخ، ص ۱۶۱-۱۸۱، اس کے سرورق پر ناشر نے لکھا ہے: ”تصحیح و تعلیقات عارف نوشاہی“ لیکن تعلیقات شامل نہیں ہیں۔

۴۔ گزیدہ رقعات احرار، ص ۱۸۳-۱۹۰، سرورق پر لکھا ہے: ”بہ تصحیح و تدوین عارف

نوشاہی“

۵۔ عکس ہا وخط ہا، ص ۱۹۷-۲۰۷، وہی تصاویر شامل کی ہیں جو میری کتاب میں ہیں۔ ان

میں ان مخطوطات کے صفحات کے عکس بھی شامل ہیں جو میرے استعمال میں رہے۔

۲۔ محمد قاضی سمرقندی کی تصنیف سلسلۃ العارفین و تذکرۃ الصدیقین شائع ہو گئی ہے، بہ

تصحیح احسان اللہ شکر اللہی، کتابخانہ موزہ و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی، تہران، ۲۰۰۹ء، ص ۴۵۲،

یہ ایڈیشن، کتابخانہ مجلس، تہران، ۱۰۱۲۲ کے نسخہ پر مبنی ہے اور کسی دوسرے نسخہ سے مقابلہ نہیں کیا

گیا۔

۳۔ موجودہ کتاب خواجہ احرار کے کمپوز شدہ مواد کی ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر کو انتقال

کے مرحلے کے دوران، فنی وجوہات کی بنا پر بعض محروف اڑ گئے ہیں۔ قارئین کی سہولت کے لیے

ان کی نشان دہی کی جاتی ہے:

- بعض جگہ کمپیوٹر حروف ”ک“ اور ”گ“ کو کھا گیا ہے، جیسے: شیخک (ص ۱۱۷، س ۱۸)؛

کرلیک (ص ۶۶، س ۱۲، ۲۳)؛ ملک (گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق، ص ۱۶۵، س ۲۳)؛

جنگ (ص ۱۲۹، س ۳)

- کہیں کہیں حرف ”ھ“ یا ”ہ“ یا ”ا“ والے بعض الفاظ متاثر ہوئے ہیں،

جیسے: اتھے، چھپا، دیکھیے، المشہور، شہر، ماوراء النہر، نوشاہیہ، اشارۃ، وہ فیضان (ص ۵۰، س ۱۵)

- انگریزی اسماء میں الف کی آواز کے لیے آ یا A کی علامت استعمال کی گئی تھی جو

طباعت میں ظاہر نہیں ہوئی۔ اسی طرح روسی رسم الخط والے حروف بھی متاثر ہوئے ہیں۔

ص ۲۲، س ۱۸ کے بعد ان الفاظ کا اضافہ کیا جائے: کاشکر یہ بھی واجب ہے۔

ص ۲۷، س ۷:

Ahval o Sokhnan-i Khwāja 'Ubayd Allah Ahrār.

نیز ص ۳۱، س ۱۶، ۲:

ص ۳۸، س ۹: اشاریہ دیا ہے جو

ص ۷۲، س ۵: مان لینے میں

ص ۹۲، س ۲۰: سکتی ہے

ص ۱۰۰، س ۱۲: وجہ نظر

ص ۱۱۶، س آخر: سفد

ص ۱۱۹، س ۲۰: سمرقند کے محلہ کفشیر

ص ۱۲۰، س ۱۷: ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ

ص ۱۳۷، س ۶: "ĀRĪ"

ص ۱۳۸، س ۲:

Jo-Ann Gross. "Authority and miraculous behavior:
Reflections of *Karāmāt* stories of Khwāja
'Ubaydullah Ahrār" in *The legacy of Mediaeval
Persian Sufism*

ص ۱۳۹، س ۴: (ПНС-256)IV-2-57

ص ۱۴۰، س ۱۳-۱۵:

O. A. YENOVIZY: SAMARKANDSK I E
DOKYMENT BI XV-XVI BB. MOSKVA, 1974

ص ۱۴۰، س ۱۹: مقالہ "AHRĀR"

ص ۱۴۲، س ۶: محلہ ایوب سلطان

ص ۱۴۷، س ۱۶: Bāhaeddin Nakshband

ص ۱۵۰، س ۱:

Jurgen Paul. "Forming a Faction: The *himāyat* system of Khwāja
Ahrār"

ص ۱۵۳، س ۱۲: "مطابق ۶۲" کو صرف "مطابق ۶۳" پر حوا جائے۔

۱۲
ЛИТ.ЯКОВПеВа: ۶، ۱۶۳ ص

ص ۱۶۵، ۶: حقیقی علوم

ИНВ.Кат09/934: ۲، ۱۶۷ ص

ص ۱۶۸، ۵: مح فواد

ص ۱۸۹، ۱: سے سمرقند

ص ۱۹۹، ۱: خواجہ احرار

ص ۱۹۹، ۱۰: باطنی طور پر

ص ۱۹۹، ۱۹-۲۰: ذکر اللہ کو ”ذکر خاص“ اور ذکر ھو کو ”ذکر خاص الخاص“ کہا ہے۔ حالاں کہ

لا الہ الا اللہ کا ذکر، ذکر خاص الخاص ہو سکتا ہے،

ص ۲۱۰، ۶: بہنوں نے

ص ۲۱۶، ۱۳: میری عمر

ص ۲۲۱، ۳: منک

ص ۲۳۰، ۱۶، ۱۷:

Bābur Nāma (Memoirs of Babur), Zahirud din Muhammad

Bābur Pādshah Ghāzi, Tr. Annette Susannah

ص ۲۳۱، ۲:

Hayati, Görüşleri, Tarikati. (XII-XVII Asırlar),

اشاریوں میں کمپیوٹر نے اپنے نظام کے مطابق الفِ ممدودہ کو الفِ مقصورہ کے بعد رکھا

ہے، چنانچہ اشخاص (ص ۲۶۰)، مقامات (ص ۲۷۰)، کتب (ص ۲۷۵)، معاشرتی و تہذیبی اعلام

(ص ۲۷۹) کے اشاریوں میں الفِ ممدودہ والے تمام الفاظ و اسماء، الفِ کی پٹی کے آخر میں چھپ

گئے ہیں۔ ان اسماء کو ابتدا میں آنا چاہیے تھا۔

خواجہ عابد اللہ احرار (۸۰۶-۸۹۵ھ/۱۴۰۲-۱۴۹۰ء) سلسلہ نقشبندیہ کی تاریخ میں

ایک منفرد شخصیت ہیں۔ وہ صوفیہ کی عام روش سے ہٹ کر دین، دنیا اور سیاست کو ساتھ ساتھ لے کر چلے۔ پندرہویں صدی کے وسطی ایشیا کی روحانیت، سیاست، معیشت اور معاشرت پر ان کی مقدر شخصیت کے بہت گہرے اثرات ہیں۔ دربار وقت کی محاورت اور راہ نمائی کرتے ہوئے وسطی ایشیا میں اسلامی شریعت کی بالادستی اور مظلوم مسلمانوں کی طاوہی کو یقینی بنایا۔ مسلمان ریاستوں میں سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج آپ اور آپ کے اظلاف اور خلفاء کی مساعی کی مزہون منت ہے۔ خواجہ احرار سے یادگار چند مسائل، ملفوظات اور کتبیات کے مجموعے اسلام اور تصوف کی تعبیرات اور تعلیمات کا بہترین مرجع ہیں۔

ڈاکٹر عارف نوشاہی کی اس کتاب میں خواجہ احرار اور ان کے اظلاف پر دستیاب سوانحی مآخذ پر مفصل معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں، قلمی نگار کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے اور خواجہ احرار کا خاندانی پس منظر، حصول تعلیم، روحانی تربیت، دینی اور روحانی سرگرمیاں، سیاسی اور معاشی کردار اور برصغیر پاک و ہند میں احرار کی خاندان کا تاریخی ریکارڈ بیان کرتے ہوئے دراصل وسطی یوروایشیا، پاکستان، ہندوستان، ایران، بلکہ تمام عالم اسلام میں خواجہ عابد اللہ احرار کے غیر معمولی کردار اور ان کی اہم وراثت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

Rs. 350/-

ISBN 978-969-8917-83-8



9 789698 917838 >